اللہ کی کتاب اور تعلیماتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جواب

نئی نسل اور جدید لادینی شبہات

ضمیر احمد جمیل

اللہ کی کتاب اور تعلیمات رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی روشنی میں جواب

نئی نسل اور جدید لادینی شبہات

ضمیر احمد جمیل

دین کا فہم اللہ کا کرم ہے. یہ صرف عالم فاضل لوگوں کی میراث نہیں.

يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ

دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں۔ اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے اُس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (یعنی جو عقل صحیح رکھتے ہیں)۔

(۲۶۹)

روى البخاري (71) ، ومسلم (1037) عن مُعَاوِيَةَ بن أبي سفيان رضي الله عنهما قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: (مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ).

جس کو دین کا فہم عطا ہوا اسکو بڑی خیر کی چیز مل گئی - جامع ترمذی

فہرست مضامین

Table of Con tents

پیش لفظ 8

ایک مثالی منکر خدا کی تلاش 11

ذہن سازی کے ہنر میں لپٹا عقلیت کا فریب 19

انکار خدا نئی دلیلیں نئے شبہات 24

مظاہر قدرت میں غور و فکر کے نتائج مختلف کیوں 25

خالق اور اسکی تخلیق میں باہمی ربط 35

دنیا میں مظالم اور خدا 44

Names and Relations 46

اسلام دیگر مذاہب اور عقیدہ توحید 64

دہریہ پن کی گمراہی اور الحاد کی عقلی مفلسی 71

انسانی علم و فضل کے مابعد الطبیعی ذرائع 76

میں خدا کو مفروضہ بنانا کیسا ہے سائنٹیفک ریسرچ 83

اہل ایمان کے عقائد پر کفّار جدید کے وار 100

اللہ کی تخلیق اور نظریہ ارتقاء 113

قصّہ بوئنگ 747 121

باشعور کہلوانے کی بدمعاشی 132

اصول بشریت کیا ہے 135

انسان خدا کو کیوں مانتا ہے 143

کیا مذہب کسی ذہنی خلجان کی پیداوار ہے 155

کیا دعائیں قبول ہوتی ہیں 163

کیا اخلاقیات کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں 173

تمام برقعوں کی ماں 199

باب علم 209

کیا وحی حتمی ذریعہ ہدایت ہے 240

Taoism........ 248

Zoroastrianism........ 250

ذات باری تعالی 273

فرق بین علم و معرفت: 273

پیش لفظ

میرا ماتھا ٹھنکا اور میں اس موضوع کی طرف تب متوجہ ہوا جب اپنے ہی خاندان کے چند نوجوانوں نے دہریوں جیسے خیالات کا اظہار شروع کر دیا. انکا کہنا تھا انکو سوال کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور ہر بات پر برے نتائج اور جہنم سے ڈرایا جاتا ہے. نیز کوئی بھی مذہب عقل اور سائنس کے معیار پر پورا نہیں اترتا. کسی وبا اور قدرتی آفت کی صورت میں یہ نوجوان آپکو باور کروائیں گئے کہ دعا کوئی فائدہ نہیں دیتی وبائی امراض سے عقل استعمال کرنے سے بچا جاسکتا ہے. یہ وبائی امراض، اور قدرتی آفات کسی ملک میں ہونے والے ظلم وزیادتی کے گناہوں کا نتیجہ نہیں ہوتے، لہذا زنا، جوا، شراب ڈاکہ زنی اور دیگر خرابیاں ان وباؤں اور آفتوں کی ذمہ دار نہیں ہوتیں. سو مت ڈرو اور نہ کرو اللہ کے حضور توبہ استغفار. عقل کی تدبیر بس کافی ہے. حالانکہ قرآن کریم نے کچھ آفات اور وباؤں کو اس پیرائے میں بیان کیا ہے:

سورۃ الاَعرَاف

پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گُھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔(۱۳۳)

پھر وہ تمام اعتراضات بھی ہیں جو آپکو کسی بھی لادین ویب سائٹ پر مل جائیں گئے.

مجھے تجسس ہوا کہ ان تمام افکار کا ماخذ کیا ہے. میں نے ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز کی کتاب خدا ایک مغالطہ پڑھی تو محسوس ہوا ایسے تمام اعتراضات جو مذھب پر کئے جاتے ہیں ان سب ہی کو ایک جگہ پر یکجا کر دیا گیا ہے. ان پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور پڑھنے والے کو پر اثر انداز میں لادینی نکتہ نظر کو اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے. اس ضمن میں ذہن سازی کے جدید نفسیاتی طریقوں کا استعمال نہایت ہوشیاری سے کیا گیا ہے. یہی وجہ ہے نوجوانوں کے شبہات کا جواب دینے کے لئے میں نے اس کتاب کا انتخاب کیا ہے. انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے استعمال سے بھی لادینی نظریات کو پھیلنے کا بہت موقع ملا ہے. معاشرتی سطح پر تو انسان پہلے سے بھی بدترین غلامی میں جکڑا جارہا ہے مگر انفرادی طور پر وہ خود کو آزاد رائے رکھنے والا ایک دلیر فرد محسوس کرنے لگا ہے. نفس پرستی کا دوسرا نام آزادی ہے. یہ اندھیر کا دور ہے یا سویر کا میں کیا کہوں اس کا اندازہ آپ خود لگالیں. حقیقی آزادی کی نعمت کا لطف انسان سے کوسوں دور ہے. انفرادی لحاظ سے انسان اپنی خواہشات کا غلام ہے. برے کاموں میں نڈر ہوچکا ہے اور ایسا کرنے کو اپنی آزادی سمجھتا ہے. مرد سے مرد کی قانونی شادی اسکی ایک مثال ہے. انسان سخت دل خود غرض اور مادیت پرست بنتا جارہا ہے. یہ اس ماحول کا بھی اثر ہے کہ نئی نسل نے دین اسلام کے بنیادی عقائد پر بھی سوال اٹھانے شروع کر دیے ہیں کبھی کہا جاتا ہے یہ اسلام تو صرف عرب قبائلی معاشرہ کے لئے تھا. اسی فتنہ پرور دور میں کچھ نوجوان جنہوں نے اصل تعلیم تو کچھ اور شعبوں میں لیے رکھی ہے مگر اختیاری طور پر عربی زبان سیکھ کر اسلامی معاملات پر چند عربی کتابیں پڑھ لی ہیں خود کو علامہ سمجھنے لگے ہیں. سوشل میڈیا کی طاقت کے زور پر ایسے عناصر نے بھی اپنے سر نکال لئے ہیں جو اپنی ذاتی مقبولیت میں اضافہ کی ہوس میں مبتلا ہیں. نوجوانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کے علاوہ اسلام کی کون سی خدمت ہے جو یہ سرانجام

دے رہے ہیں؟ یہ سوشل میڈیا پر غیر مسلموں کو دعوت اسلام کیوں نہیں دیتے. دین اسلام کے بارے میں انکے سوالات کے جواب میں کیا یہ انکو حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے اختلافات کے قصّے سنائیں گئے. کچھ توہوش کے ناخن لیں. اصل مسائل کی طرف آئیں. کفر اور الحاد پھیل رہا ہے. دہریت پھیلانے والی جو کتاب زیر بحث ہے صرف سعودی عربیہ میں نوجوانوں نے تیس لاکھ بار اسکو انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا ہے. تیس لاکھ سے زائد اس کتاب کی ہارڈ کور کاپیاں بک چکی ہیں اور اسکا کئی زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے. اور ہم سو رہے ہیں.

ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز کی کتاب میں وہ تمام موضوعات موجود ہیں جن کو لیکر ایک تشکیک زدہ ذہن مذہب پر سوالات اٹھاتا ہے. مصنف رچرڈ ڈاکنز نے تمام اعتراضات کو نہ صرف نمایاں کیا ہے بلکہ ان پر تفصیل سے بحث بھی کی ہے. اس کتاب میں مصنف کا یہ دعوی بھی اسکی کتاب میں درج ہے کہ اگر کوئی کٹر مذہبی آدمی بھی اسکی کتاب کو پڑھے تو منکر خدا ہو کر اٹھے گا. اسکا اپنی کتاب میں یہ بھی کہنا ہے کہ یہ کتاب اسنے لوگوں کو دہریہ بنانے کے لئے لکھی ہے. ان سب وجوہات کے پیش نظر اس کتاب میں اٹھائے گئے نقاط کا جواب اللہ کی کتاب قران کریم اور تعلیمات رسول صلی کی روشنی میں دینا ایک ضروری امر ہے.

اس کام کے دوران قران کریم کا یہ اعجاز مجھ پر منکشف ہوا کہ وہ تمام باتیں جو منکران خدا کہتے ہیں قران کریم میں بڑی صراحت سے انکا جواب موجود ہے. میں نے اسی کو رہنما بنایا ہے اور تعلیمات نبوی سے رہنمائی لی ہے.

اہل ایمان کی بنیاد وہ یقین ہے جو انکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی امانت اور دیانت پر ہے. آپ کی ذات کی یہ عظمت ہی آپ کی کہی بات کو اعتماد کا وہ درجہ فراہم کرتی ہے جو اسلام پر یقین کی بنیاد ہے. اسی کی وجہ

سے اہل اسلام آپ پر اتری وحی پر یقین کرتے ہیں اور اللہ کے نازل کردہ احکامات پر ایمان لاتے ہیں. یہ بات کہنے کا مقصد عقائد کے بارے میں اللہ کے رسول اور وحی کی اہمیت کو واضح کرنا ہے. عقل اور علم یہاں تک رہنمائی کردے تو پھر یا ایمان لانا ہے یا انکار کرنا ہے. اسکا اختیار اللہ نے سب انسانوں کو دے رکھا ہے وہ آزاد ہیں اپنا فیصلہ کرنے میں. اہل ایمان اور اہل کفر کے راستے یہیں سے جدا ہو جاتے ہیں. باقی فلسفہ دلیل منطق بحث مباحثہ سب فروعی باتیں ہیں.

سورۃ الدّھر / الاِنسَان

ہم نے اُس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں تو (اسی واسطے) ہم نے اسکو سنتا دیکھتا (سمجھتا) بنایا۔(۲) ہم نے اُسکو (بھلائی بُرائی پر مطلع کرکے) رستہ بتلایا (یعنی احکام کا مخاطب بنایا پھر) یا تو وہ شکر گزار (اور مومن) ہو گیا یا ناشکر (اور کافر) ہو گیا۔(۳)

ایک مثالی منکر خدا کی تلاش

جاننا چاہیے کہ آجکل کفر الحاد اور دہریہ پن بہت پھیل رہا ہے. خاص طور پر پڑھے لکھے نوجوان اسکا شکار ہو رہے ہیں. ایسے نوجوان جنکا دین اسلام کے بارے میں علم واجبی ہوتا ہے مگر انکو انسانی عقل اور سائنس کی ترقی پر بڑا گھمنڈ ہوتا ہے. ہمیں ایسے ہی کسی مثالی منکر خدا کی تلاش ہے جو خدا پر شک اور اسکے وجود کا انکار کرنے والوں کی نمائندگی کر سکے. دور جدید میں ایسے منکران خدا بہت سے ہیں جو نوجوان نسل میں کافی مقبول ہیں. جیسے قلمی ناموں کے پیچھے چھپے مرتد ابن وراق یا ابن سینا. مشہور دہریے پیٹر سنگر ڈینیل ڈینٹ سیم حارث کرسٹوفر ھچینز کارل سیگن مچل مارٹن وکٹر سٹنگر وغیرہ.

میں نے اسکے لئے رچرڈ ڈاکنز کو چنا ہے. یہ شخص اعلی تعلیم یافتہ بھی ہے علانیہ دہریہ ہے جو خدا کے وجود کا منکر ہے اور جو لوگوں کو دہریہ بنانے کی مہم چلاتا ہے. اس نے اپنی کتاب میں ان تمام عتراضات کو اٹھایا ہے جو خدا کے وجود کا انکار کرنے والے اہل ایمان سے کرتے ہیں

اس سے پہلے کہ ہم ان اٹھائے گئے اعتراضات پر بات کریں مناسب ہے کہ منکر خدا رچرڈ ڈاکنز کے بارے میں معلومات حاصل کر لی جائیں. کسی بھی علمی کام کرنے والے کا اپنا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جس کو جانے بغیر صاحب تحریر کے افکار کا مطالعہ مکمل نہیں ہو سکتا.

موجودہ زمانے میں خدا کا انکار کرنے والوں کے سرخیل ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز ۱۹۴۱ میں پیدا ہوے. یہ بنیادی طور پر Ethologist and Evolutionary biologist ہیں. ان دونوں الفاظ کی تعریف یوں ہے.

Ethology is the scientific and objective study of animal behavior, usually with a focus on behavior under natural conditions, and viewing behavior as an evolutionarily adaptive trait. Behaviourism as a term also describes the scientific and objective study of animal behavior, usually referring to measured responses to stimuli or to trained behavioral responses in a laboratory context.

Evolutionary biology is a subfield of biology that studies the evolutionary processes that produced the diversity of life on Earth. In the 1930s, the discipline of evolutionary biology emerged through what Julian Huxley called the modern synthesis of understanding, from previously unrelated fields of biological research, such as genetics and ecology, systematics and paleontology.

یہ سب کچھ بتانے کا مقصد یہ باور کروانا ہے کہ ایک استاد جو طرز عمل رویہ میل جول یعنی حیوانات کے رویوں اور کردار کی سائنس میں مہارت رکھتا ہو وہ مائنڈ کنٹرول اور ذہن سازی کرنے کا کتنا بڑا ہنر مند ہو سکتا ہے. ایسا باکمال منکر خدا کس چالاکی سے اپنے نکتہ نظر کی ترویج کے لئے شاطرانہ چالیں چل سکتا ہے اسکا اندازہ آپکو اسکی تحریریں پڑھنے سے بخوبی ہو جاتا ہے.

انگلش میں ایسے آدمی کو Manipulator کہتے ہیں جس کی تعریف کچھ یوں ہے

Psychological manipulation is a type of social influence that aims to change the behavior or perception of others through indirect, deceptive, or underhanded tactics. By advancing the interests of the manipulator, often at another's expense, such methods could be considered exploitative and devious.

ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز آکسفورڈ یونیورسٹی میں تیرہ سال تک سائنس کے لئے پبلک شعور اجاگر کرنے کے شعبہ کے پروفیسر کے طور پر کام کرتے رہے ہیں. انہوں نے بیڑا اٹھایا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں باقی لوگوں کو بھی منکر خدا بنائیں گئے. اس کام کے لئے بہت سی اور باتیں کرنے کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے The God Delusion یعنی خدا کے موجود ہونے کا فریب. حیوانی ذہنی رویوں کے ساتھ تجربات کرنے اور انکے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے میں مہارت رکھنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب سے بہت سارے نوجوانوں کو منکر خدا بنایا ہے. ایک ایسا شخص جو مذاھب کا عالم نہیں لہذا مذھب کے بارے میں کوئی اتھارٹی بھی نہیں. مگر وہ مذہبی عقائد کے خلاف اپنی دلیلوں کو نہایت پر اعتماد طریقہ سے استعمال کرتا ہے. اگر ایسے شخص کی دلیلوں اور حجت بازیوں کا جواب نہ دیا جائے تو اندیشہ ہے کہ وہ بھتیری مخلوق خدا کو گمراہ کرنے کا باعث بنے. ویسے بھی برائی زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلتی ہے. یہ شخص کچھ مخصوص علوم کا ماہر ہے لہذا اس کے طریقہ واردات کو سمجھنے کے لئے ہمیں کم از کم ایسے علوم کا مختصر تعارف ہونا چاہیے. جو یہ ہیں:

Psychological manipulation is a type of social influence that aims to change the behavior or perception of others through indirect, deceptive, or underhanded tactics.

Psychological warfare (PSYWAR), or the basic aspects of modern psychological operations (PSYOP), has been known by many other names or terms, including MISO, Psy Ops, political warfare, "Hearts and Minds", and propaganda. The term is used "to denote any action which is practiced mainly by psychological methods with the aim of evoking a planned psychological reaction in other people".

Various techniques are used and are aimed at influencing a target audience's value system, belief system, emotions, motives, reasoning, or behavior. It is used to induce confessions or reinforce attitudes and behaviors favorable to the originator's objectives, and are sometimes combined with black operations or false flag tactics. It is also used to destroy the morale of enemies through tactics that aim to depress troops' psychological states.

Target audiences can be governments, organizations, groups, and individuals, and are not just limited to soldiers. Civilians of foreign territories can also be targeted by technology and media so as to cause an effect in the government of their country.

Dawkins uses such sciences for his purpose.

Some manipulators like to make critical remarks, often disguised as humor or sarcasm, to make you seem inferior and less secure. Examples can include any variety of comments ranging from your appearance to your older model smart phone, to your background and credentials, to the fact that you walked in two minutes late and out of breath. By making you look bad, and getting you to feel bad, the aggressor hopes to impose psychological superiority over you.

The term "gaslighting" is often used to identify manipulation that gets people to question themselves, their reality, memory or thoughts. A manipulative person might twist what you say and make it about them,

hijack the conversation or make you feel like you've done something wrong when you're not quite sure you have, according to Stines.

If you're being gaslighted, you might feel a false sense of guilt or defensiveness—like you failed completely or must have done something wrong when, in reality, that's not the case, according to Stines.

https://time.com/5411624/how-to-tell-if-being-manipulated/

Deprogramming is the process of removing a person thought to be under "mind control" from a religious or other community and influencing him or her to abandon allegiance to the group. It is normally commissioned by concerned relatives of the follower, often parents of adult children and involves forcible abduction. Historically, it usually involved confining the person against his or her will without prior psychological evaluation. This led to controversies over freedom of religion and civil rights in the United States, Europe, and Japan in the late twentieth century.

Ted Patrick, one of the pioneers of deprogramming, used a confrontational method, enlisting psychiatrists and psychologists to assist him in the deprogramming process.[19] Patrick was tried and convicted of multiple felonies related to kidnapping and unlawful imprisonment of deprogramming subjects.[20]

Sylvia Buford, an associate of Ted Patrick who has assisted him on many de-programming, described five stages of deprogramming:[21]

1. Discredit the figure of authority: the cult leader

2. Present contradictions (ideology versus reality): "How can he preach love when he exploits people?" is an example.

3. The breaking point: When a subject begins to listen to the deprogrammer; when reality begins to take precedence over ideology.

4. Self-expression: When the subject begins to open up and voice gripes against the cult.

5. Identification and transference: when the subject begins to identify with the deprogrammers, starts to think as an opponent of the cult rather than as a member.

پس آج کے دور میں نہ صرف آپکو ان ہتھکنڈوں کا علم ہونا چاہیے بلکہ اس سے بچنا بھی ہو گا.

ذہن سازی کے ہنر میں لپٹا عقلیت کا فریب

ہم ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز کی کتاب کی طرف آتے ہیں جو اس نے لوگوں کو منکر خدا بنانے کی نیت سے لکھی ہے. اس کتاب کے پیش لفظ کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز ایک تجربہ کار استاد ہے جو اپنے نوجوان شاگردوں سے مخاطب ہے

اپنی بات کو دلچسپ اور موثر بنانے کی خاطر اس نے جگہ جگہ داستان گوئی کا انداز بھی اختیار کیا ہے. اسکی کتاب کا بیشتر حصّہ ایسے بہت سارے قصّے کہانی نماواقعات پر مشتمل ہے. جس سے اسکا مقصد اپنے خشک موضوع کو دلچپ بنانے کے ساتھ ساتھ پڑھنے والے کو خدا کے انکار کے نظریہ کا قائل کرنا ہے.

اپنی کتاب کے پیش لفظ میں وہ لکھتا ہے:

"مجھے شک ہے—بلکہ یقین ہے—کہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو کسی نہ کسی مذہب سے منسلک تو ہیں، لیکن اس پر یقین نہیں رکھتے، اس میں خوش نہیں ہیں، یا اس کے نام پر کئے جانے والے مظالم کی وجہ سے پریشان ہیں؛ ایسے لوگ جو اپنے سینوں میں اپنے پرکھوں کے مذہب کو چھوڑنے کی مبہم سی خواہش لئے جی رہے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہی نہیں کہ ایسا کرنا بالکل ممکن ہے۔ اگر آپ بھی ان میں سے ایک ہیں، تو یہ کتاب آپ ہی کے لئے ہے۔ اس کتاب کا اولین مقصد آپ کا شعور بیدار کرنا ہے۔ اس بات کا شعور کہ الحاد کا راستہ اختیار کرنا ایک شاندار اور دلیرانہ خواہش ہے۔ آپ کے لئے ملحد بننا عین ممکن ہے، ایک ایسا ملحد جو خوش، متوازن، بااخلاق اور علم و دانش سے بھرپور زندگی گذار سکتا ہے۔ بیداریٔ شعور کے سلسلے میں یہ میرا آپ کو پہلا پیغام ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تین طریقوں سے بھی میں شعور کو بیدار کرنا چاہتا ہوں جن پر آئندہ بات کی جائے گی۔"

صاحب مضمون نے بڑی خوبی سے قاری کے اعتقادی شکوک اسکو نمایاں کر کے دکھلاتے ہوے اس کو اپنے خیالات کا حامی بنانے کا جال بچھایا ہے. اب ایک دوسری مثال کو لیجیے. مصنف لکھتا ہے

“In January 2006 I presented a two-part television documentary on British television (Channel Four) called Root of All Evil? From the start, I didn't like the title. Religion is not the root of all evil, for no one thing is the root of all anything. But I was delighted with the advertisement that Channel Four put in the national newspapers. It was a picture of the Manhattan skyline with the caption 'Imagine a world without religion.' What was the connection? The twin towers of the World Trade Center were conspicuously present. “

قاری کے ذہن میں بلاواسطہ یہ بات ڈالی جارہی ہے کہ تمام برائیوں کی جڑ دراصل مذہب ہی ہے. اور یہ کہ مذہب کے بغیر دیکھو دنیا کس قدر پرامن ہو گی.

کیاورلڈ ٹریڈ سینٹر کے ٹوئن ٹاور کا موجود ہونا یا غائب ہو جانا اتنی سادہ بات ہے، یقیناایسا نہیں ہے

رچرڈ ڈاکنز بڑے سلیقے سے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی کا ذمہ دار مذہب کو قرار دے رہا ہے جو سچائی اور حقائق کے بر عکس بات ہے. ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی بہت پر اسرار حالات میں ہوئی تھی جو آج بھی تحقیق طلب ہے

ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر تحقیق کبھی کروائی ہی نہیں گئی. اس ٹاور کے گرنے کی آڑ میں پھر جو کچھ ہوا وہ یہ ظاہر کرنے کو کافی ہے کہ اسکے گرنے کے بعد نقصان کس کو ہوا اور فائدہ کس کو ہوا. شام عراق لبنان یمن افغانستان اور لیبیا اسی کے رد عمل میں تباہ و برباد کر دیے گئے. یہ سب کچھ وار ان ٹیرر کی آڑ میں ہوا کیا یہ جنگ مسلمانوں اور اسلام نے چھیڑی ہے یا مغرب نے ان پر تھوپی ہے.

آگے مصنف لکھتا ہے

"تو پھر آپ بھی مشہور گلوکار جان لینن کے ساتھ ایک ایسی دنیا کا تصور کیجئے جہاں کوئی مذہب نہ ہو جہاں ستمبر گیارہ یا جولائی سات خود کش حملے نہ ہوں. نہ بر صغیر کا بٹوارہ، نہ اسرائیل فلسطین تنازعہ، نہ سرب مسلم قتل عام، نہ یہودیوں پر مظالم، نہ "جادو گرنیوں" کے حملے، نہ صلیبی جنگیں، نہ غیرت کے نام پر قتل، اور نہ ٹی وی پر مذہب بیچ کر کروڑوں کمانے والے '(-خداوند چاہتے ہیں کہ آپ اتنی خیرات دیں کہ آپ کو تکلیف ہونے لگے ')۔ نہ سر عام شاطم رسول کا سر قلم کیا جائے، نہ عورتوں کو تھوڑی سی بھی جلد دکھانے پر کوڑے مارے جائیں۔ نہ طالبان بدّھا کے بتوں کو توپ سے اڑائیں۔" نہ ہی کوئی مذہب ہو"

یہ ایک مفروضہ پر مبنی بچگانہ بیانیہ ہے جس سے مصنف، ناواقف اور کم علم رکھنے والے نوجوانوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے. کیا دنیا میں جو بھی برائی ہوتی ہے وہ صرف مذہب کی وجہ سے ہوتی ہے اگر دنیا میں مذہب کسی بھی اچھائی کا پیش خیمہ نہیں ہے تو دنیا میں ہونے والی تمام برائیوں کا ذمہ دار کیسے ہوا.

جن واقعات کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان کے پس منظر میں تو مغربی سامراجی طاقتوں کے اپنے مفادات ہیں. انہی کی جابرانہ پالیسیوں کا رد عمل ہے جس سے مزید رد عمل نے جنم لیا ہے جس کو دبانے کے لئے دہشت گردی ایجاد کی گئی. اسی تبدیلی کے ساتھ لینگوئج میں بھی کئی نئے الفاظ ایجاد ہوے اور اصطلاحات گھڑی گئیں. رائیٹر مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان اپس کے جھگڑوں کا ذکر کرتا ہے قتل وغارت اور ملکوں کی تقسیم کا ذکر کرتا ہے. مگر وہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کو بھول جاتا ہے جو مذہب کے نام پر نہیں لڑی گئیں تھیں. وہ بھول جاتا ہے کہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم کسی مذہب نے نہیں گرایا تھا. اسکو کوریا کی جنگ اور ویتنام کی جنگ یاد نہیں رہتی. یہ تو رچرڈ ڈاکنز کی علمی بددیانتی ہے. مذہبی جذبہ اگر کارفرما رہا ہے تو کیا نسلی علاقائی اور لسانیت کی وجہ سے انسانی معاشرے فتنہ فساد جنگ وجدل کا شکار نہیں ہوے. کیا معیشت اور لوٹ مار اور دوسروں کے وسائل ہڑپ کرنے کی تمنا ہزاروں انسانوں کی زبوں حالی اور تباہی اور بربادی کا سبب نہیں.

اپنی تہذیب مذہب اور معاشرت کے مطابق پرامن زندگی گزارنے کا حق سب انسانوں کو ہونا چاہیے. تہذیبوں کا تصادم نامی کتابیں جو جھوٹے مفروضوں پر مبنی ہیں لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں. اس میں مذہب یا خدا کا قصور نہیں.

اصل جنگ تو ظلم اور مظلوم کے درمیان ہے خیر اور شر کے درمیان ہے جھوٹ اور سچ کے درمیان ہے. ایسی کشمکش کے بارے میں دنیا کے ظالم ارباب اختیار اور نام نہاد اہل علم نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں. مصنف بھی اصل مجرموں کی طرف توجہ مبذول کروانے کی بجائے مذہب اور خدا سے نوجونوں کو متنفر کرنے کے مشن پر نظر آتا ہے.

مصنف کا متکبرانہ دعوی ہے کہ اگر کوئی صاحب ایمان اسکی پوری کتاب ایک دفعہ پڑھ لے تو وہ ضرور منکر خدا بنکر اٹھے گا. یہ ایک عامیانہ اور چھوٹی سوچ کا اظہار ہے جس کو بیان کرنے کی وجوہ بھی نفسیات کے استعمال سے ذہن سازی کی کوشش ہے.

انکار خدا نئی دلیلیں نئے شبہات

مسلمانوں کی وہ نسلیں گزر گئیں جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم ایمان لے آے. آج کا نوجوان جو دنیاوی علوم سے لیس ہے وہ اپنے ذہن میں ابھرنے والے سوالات کا جواب سائنسی علوم کی روشنی میں تلاش کرتا ہے. وہ انٹرنیٹ کے ذریعہ ہر طرح کی معلومات حاصل کرنے پر قادر ہے وہ اب دین کے علم کے سلسلہ میں فقط گاؤں کے امام مسجد کا مرہون منت نہیں رہا وہ مذھبی عقائد کے بارے میں پیدا ہونے والے اپنے مسائل کا حل انٹرنٹ پر تلاش کرتا ہے. آج اگر کم نوجوان بھی ایسا کر رہے ہیں تو آنے والے دور میں بیشتر نوجوان یہی راستہ اختیار کریں گے. جو سوال انکے ذہنوں میں اٹھ رہے ہیں یا منکر خدا میڈیا کے ذریعہ اٹھا رہے ہیں ہمیں انکے تسلی بخش جواب اپنے نوجوانوں کو فراہم کرنے ہونگے.

مظاہر قدرت میں غور و فکر کے نتائج مختلف کیوں

رچرڈ ڈاکنز اپنی کتاب خدائی کا فریب کے باب اول " مستحق احترام " میں داستان گوئی کے انداز میں یہ نکتہ اٹھاتا ہے , کائنات کو خدا کی تخلیق کی نظر سے دیکھنا انسان کو رہبانیت کی طرف لے جاتا ہے اور کٹر مذہبی انسان بنا دیتا ہے , جب کہ ایک دوسرا انسان اسی کائنات میں غور و فکر کے بعد لادین دہریہ بن جاتا ہے اس کے اپنے الفاظ میں

" آیون،(Ursa)اور دب اکبر(Orion) کو دیکھ کر ورطہ حیرت میں مبتلا، آکاش گنگا کی ان سنی موسیقی سے آب دیدہ، گل یاس کی مہک میں مخمور۔ ایک ہیMajor) احساس نے کیوں میرے استاد کو مذہب کی طرف اور مجھے دوسری سمت دھکیل دیا، اس سوال کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔"

یعنی رائیٹر کے لئے اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے کہ مظاہر قدرت میں غور و فکر کے بعد ایک انسان ایمان والا اور دوسرا لادین دہریہ کیونکر ہو جاتا ہے. قرآن کریم میں اللہ تعالی کا فرمانا ہے

وَٱلَّذِينَ جَـٰهَدُواْ فِينَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَاۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ

سورة العنكبوت

اور جنہوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سمجھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے(٦٩)

نیز قرآن میں فرمایا

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِىٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ
بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ ۛ أَن تَقُولُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَـٰذَا غَـٰفِلِينَ

سورۃ الاٗعراف

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرا یا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہاہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں کبھی قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی

سورۃ یُوسُف

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہو تا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف (اصلاً) توجہ نہیں کرتے۔(۱۰۵) اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔(۱۰۶)

سورۃ آل عمران

وہ لوگ اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔(۱۹۱)

اللہ تعالی کا علم اتنا مکمل ہے کہ اسے ماضی حال اور مستقبل میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اسکا علم ہے۔ اس نے یہ سب لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے اور وہ واقعات اپنے مقررہ وقت پر اسی طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

نبی کریم نے انسان کی سعادت اور شقاوت کے بارے میں بتایا ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ ان احادیث پر ذرا غور فرمائیں

اسحاق بن ابراہیم، عثمان بن عمر عزرہ بن ثابت یحیی بن عقیل یحیی ابن یعمر حضرت ابوالاسود دیلی سے روایت ہے کہ مجھے عمران بن حصین نے کہا کیا تو جانتا ہے کہ آج لوگ عمل کیوں کرتے ہیں اور اس میں مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور تقدیر الہی اس پر جاری ہو چکی ہے یا وہ عمل ان کے سامنے آتے ہیں جنہیں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت نے دلائل ثابتہ سے واضح کر دیا ہے تو میں نے کہا نہیں بلکہ ان کا عمل ان چیزوں سے متعلق ہے جن کا حکم ہو چکا ہے اور تقدیر ان میں جاری ہو چکی ہے تو عمران نے کہا کیا یہ ظلم نہیں ہے راوی کہتے ہیں کہ اس سے میں سخت گھبرا گیا اور میں نے کہا ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کی ملکیت ہے پس اس سے اس کے فعل کی باز پرس نہیں کی جاسکتی اور لوگوں سے تو پوچھا جائے گا تو انہوں نے مجھے کہا اللہ تجھ پر رحم فرمائے میں نے آپ سے یہ سوال صرف آپ کی عقل کو جانچنے کے لئے ہی کیا تھا قبیلہ مزنیہ کے دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ لوگ آج عمل کس بات پر کرتے ہیں اور کس وجہ سے اس میں مشقت برادشت کرتے ہیں کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے بارے میں حکم صادر ہو چکا ہے اور اس میں تقدیر جاری ہو چکی ہے یا ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو احکام لے کرئے ہیں اور تبلیغ کی حجت ان پر قائم ہو چکی

ہے اس کے مطابق عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ ان کا عمل اس چیز کے مطابق ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور تقدیر اس میں جاری ہو چکی ہے اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے

" اور قسم ہے انسان کی اور جس نے اس کو بنایا اور اسے اس کی بدی اور نیکی کا الہام فرمایا"

صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2242 حدیث مرفوع مکررات 1 متفق علیہ 1 بدون مکرر

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 5 حدیث مرفوع مکررات 12

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، زید بن وہب، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صادق مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ تم میں ہر ایک ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی حالت میں رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد گاڑھا خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن میں گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے پھر اللہ تعالی اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار چیزیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان بالشت بھر فاصلہ رہ جاتا ہے پھر تقدیر الہی اس کی طرف سبقت کرتی ہے تو اس کا خاتمہ دوزخیوں کے اعمال پر ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور ایک آدمی جہنمیوں کے اعمال کرتا ہے یہاں تک تقدیر الہی اس کی طرف دوڑتی ہے اور اس کا خاتمہ جنتیوں کے اعمال پر ہوتا ہے پس وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

آج انسان نے ڈی این اے پر موجود جینیٹک کوڈ کو پڑھنے کی صلاحیت حاصل کر لی ہے جس کی بنا پر وہ اس قابل ہے کہ بتا سکے کہ اس شخص کو مستقبل میں کون سی بیماریاں لگ سکتی ہیں جس سے اس کی موت ہو گی. اسی طرح سے وہ اسکے ماضی سے بھی واقفیت حاصل کر سکتا ہے کہ اسکا نسلی سلسلہ نسب کیا ہے. یہ سب اللہ تعالی کی تقدیر کے مطابق ہی تو ہے کہ انسان کو وہ کچھ سکھلایا جو وہ نہیں جانتا تھا اور اس میں چیزوں کو دریافت کرنے کی صلاحیت دی. قران کریم کی ان آیات میں کچھ اسی طرف اشارہ ہے.

سورة البَقَرَة

اور علم دیدیا اللہ تعالٰی نے آدم کو (ان کو پیدا کر کے) سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے (یعنی مع ان کے آثار و خواص کے) اگر تم سچے ہو۔ (۳۱) (فرشتوں نے) عرض کیا آپ تو پاک ہیں ہم کو علم ہی نہیں مگر وہی جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا بے شک آپ بڑے علم والے ہیں حکمت والے ہیں۔ (۳۲) (کہ جسقدر جس کے لیے مصلحت جانا اسی قدر فہم و علم عطا فرمایا) حق تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم انکو ان چیزوں کے اسماء بتا دو سو جب بتلا دیے انکو آدم نے ان چیزوں کے اسماء تو (حق تعالٰی نے) فرمایا (دیکھو) میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہوں جس (بات) کو تم ظاہر کر دیتے ہو اور جس (بات) کو دل میں رکھتے ہو۔ (۳۳)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

كَتَبَ اللهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْ۔ أَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُه، عَلَى الْمَاءِ.

”زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی، نیز فرمایا: اللہ کا عرش (ابھی) پانی پر تھا۔“

(صحیح مسلم: ۲۶۵۳)

مظاہر قدرت دیکھ کر ایک کا اللہ پر ایمان لانا اور دوسرے کا منکر ہونے کی وجوہ آپکو سمجھ آگئی ہونگی.

رچرڈ ڈاکنز کا مظاہر قدرت دیکھ کر سمجھتا ہے لوگوں کو خدا کے اقرار کی بجاے اس بات کا قائل ہونا چاہیے کہ " تمام عالم قوانین کے مطابق وجود میں آیا ہے" میں کہتا ہوں کیا یہ ان عقلیت پسندوں کی نئی دریافت ہے جس کو شائد دو سو سال بھی نہ ہوے ہوں مگر اللہ کی کتاب قران مجید نے ہمیں چودہ سو سال پہلے اس کی خبر دی

”اور (ایک نشانی آفتاب ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے (اس خدا) کا جو زبردست علم والا ہے۔(۳۸) اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔(۳۹) نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔(۴۰)

سورۃ الرّعد

اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے۔(۸)

اور آپ خدا کے دستور میں ردوبدل نہ پاوینگے۔(۲۳)۴۸

اگر اللہ کا قانون ہے کہ جو موزوں ترین ذی نفس ہے وہی زندہ رہے اور باقی رہے تو اس میں اس اصول کو جان لینے والے انسان کی کیا حصّہ داری ہے

رچرڈ ڈاکنز اپنی حیرانگی کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے

"لہٰذا قدرت کی اس کشمکش میں، قحط سالی اور موت سے وہ سب سے ارفع و اعلیٰ موضوع جنم لیتا ہے جس کا ہم تصور کرسکتے ہیں، یعنی اعلیٰ جانوروں کا وجود میں آنا۔ زندگی کے اس زاویے میں ایک عجیب جلال ہے، جس میں حیات کی ساری قوّتیں جو شاید چند ہیں، یا ایک،۔ ابتدائی ذات میں نمودار ہوئی ہوں گی، اپنے پورے آب و تاب سے منظر عام پر ابھرتی جہاں یہ کرہ ارض قوانین کشش کے مطابق اپنے مدار میں جاری و ساری ہے، اور جس پر اتنے سادہ آغاز کے باوجود نہایت خوبصورت اور حیران کن اشکال کی افزائش و ارتقاء کا ایک لامتناہی سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے"۔

مگر قران نے تو ہزاروں سال پہلے جانوروں کے وجود ہی نہیں بلکہ اللہ کی ہر خلق اور اسکی حکمت کی طرف انسان کی توجہ دلائی ہے

سورۃ الرّعد

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بدون ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان (آسمانوں) کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب وماہتاب کو کام میں لگا دیا ہر ایک ایک وقت معین میں چلتا رہتا ہے وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اور دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کر لو۔ (۲) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس (زمین میں) پہاڑ اور نہریں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے شب کی (تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں۔ (۳) اور زمین میں پاس پاس (اور پھر مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعضے دو تنے نہیں ہوتے سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک دوسرے پر پھلوں کو فوقیت دیتے ہیں ان امور (مذکورہ) میں (بھی) سمجھ داروں کے واسطے (توحید کے) دلائل (موجود) ہیں۔ (۴)

اپنی بات کی دلیل کے لئے پھر رچرڈ ڈاکنز کارل سیگن کا بیان نقل کرتا ہے

یہ 'کیوں کر ہوا کہ دنیا کے تمام مذاہب میں سے کسی نے بھی سائنس کو پرکھنے کے بعد یہ نہیں سوچا ارے! یہ کائنات تو اس سے بھی بڑی، شاندار، لطیف اور خوبصورت ہے جیسا ہمارے انبیاء نے بیان کیا۔ اس کے برعکس وہ کہتے ہیں

" نہیں، نہیں۔ ہمارا خدا ایک چھوٹا خدا ہے لیکن ہم اس کو چھوٹا ہی رہنے دینا چاہتے ہیں" کوئی بھی نیا یا پرانا مذہب جو سائنسی دریافتوں کی بنیاد پر کائنات کی شان و شوکت پر اسرار کرتا عام مذاہب کے مقابلے میں کہیں زیادہ تعظیم اور احترام حاصل کر پاتا۔"

اگر ان لوگوں نے قران کریم کو صدق دل سے پڑھا ہوتا تو یہ دیکھتے کہ قران کیونکر کارخانہ قدرت میں موجود اشیاء میں غور و فکر کی انسان کو دعوت دیتا ہے. اس کو مزید گہرائی سے جاننا انسان پر ہے مگر وہ جو بھی دریافت کرتا ہے

وہ مزید اللہ تعالی کی عظمت کی گواہی دیتی ہے نہ کہ سائنس کی دریافتیں انسان کو اپنے خالق سے دور کرتی ہیں. دین اسلام سائنس اور دریافتوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے. ان دریافتوں کی ابتدا مسلمانوں ہی نے تو کی تھی جب کہ یورپ اس وقت تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا. اور ایسا کرنے کی وجہ وہ ترغیب تھی جس کا درس انکو قران کریم سے ملا تھا.

رچرڈ ڈاکنز جولین بگانی کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ بیشتر دہریوں کا خیال ہے کہ کل کائنات میں صرف ایک ہی نوعیت کا مادہ ہے اور یہ مادہ طبیعیاتی ہے۔ اسی مادے سے تمام ذہن، خوبصورتی، احساسات، اور اخلاقیات—یعنی وہ تمام اجزاء جو انسان زندگی میں رنگ بھرتے ہیں— جنم لیتے ہیں۔ انسان احساسات اور خیالات دماغ کے اندر ان گنت طبیعیاتی اجزاء کے نہایت پیچیدہ باہم ربط سے جنم لیتے ہیں۔ فلسفیانہ فطرت پسند ہونے کے لحاظ سے دہریہ ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو یہ مانتا ہے کہ طبیعیاتی دنیا سے آگے کچھ نہیں، قابل مشاہدہ

کائنات کے پیچھے کوئی مافوق الفطرت تخلیقی ذہن پوشیدہ نہیں ہے، کوئی روح نہیں جو انسان جسم کے ختم ہونے کے بعد جاری رہتی ہے، اور کوئی معجزات نہیں ہیں

وحی ہمیں اسکے برعکس خبر دیتی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جو اللہ ہے اور انسان خالی مادی نہیں بلکہ اسمیں روح بھی ہے اور معجزات اللہ کی منشا سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کو عقل اور سائنس ثابت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتیں مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ عقل کو منفی خیال کرتے ہوے آدمی عقل کی افادیت کا انکار کر دے۔ قرآن نے صاحب عقل کا خوبی کے طور پر بار بار ذکر کیا ہے۔ پھر یہ کون لوگ ہیں جو خود کو عقل کا حمایتی اور چیمپئن سمجھنے لگے ہیں

رچرڈ ڈاکنز اپنے نوجوان قارئین کو شکار کرنے کے لئے اور انھیں متاثر کرنے کی خاطر مشہور سائنس دان آئین سٹائن کو ملحد اور دہریہ ثابت کرنے پر کافی زور لگاتا نظر آتا ہے اسی طرح وہ بعض دوسرے نوبل انعام یافتہ سائنس دانوں کو بھی دہریہ بتلاتا ہے۔

ایسی چاہے کتنی بھی باتیں ہوں اور کیسے بھی لوگ ہوں اس سے اللہ کے وجود کے اثبات پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

خالق اور اسکی تخلیق میں باہمی ربط

کائنات کی پیدائش کے بارے میں اندازہ لگانے والے سائنسدان بگ بینگ تھیوری تک کی بات کرتے ہیں مگر اس سے پہلے کیا تھا اسکا اندازہ لگانا ان پر بھاری پڑتا ہے. جبکہ دین ہمیں بتلاتا ہے کہ اس سے پہلے خدا واحد کی ذات تھی. پھر اس نے جسطرح چاہا ویسا اس کائنات کو تخلیق فرمادیا. اس سے پہلے کہ ہمارے حواس اس کائنات کو محسوس کرتے وہ ذات باری کے ارادہ میں اپنے ثبوت کے ساتھ موجود تھی. بالکل اسی طرح جیسے ایک شخص اپنے ذہن میں ایک کرسی بنانے کا تصور کرے اور پھر جیسا اس نے تصور کیا تھا ویسی کرسی بنادے. حقیقت یہ ہے کہ اپنے وجود سے پہلے یہ کرسی بنانے والے کے ذہن میں موجود تھی مگر سائنس کے ذریعہ ہم اس کی تصدیق نہیں کرسکتے. اللہ تعالی شرک سے پاک ہے اور اسکی ذات اپنی تخلیق میں حلول کرنے سے بہت پاک ہے. مگر وہ ہر شے کا تھامنے والا یعنی قیوم ہے اور اسکا تصرف مسلسل جاری رہتا ہے. وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہوتا ہے. کوئی اس جیسا نہیں ہے. ان معلومات کی روشنی میں آپ اندازہ لگائیں بگ بینگ والے تو راستہ ہی میں رہ گئے.

.

اب ذرا دیکھیے رچرڈ ڈاکنز کا کیا کہنا ہے

۔توحید پرست ایک ایسی مافوق الفطرت ذہانت پر یقین رکھتے ہیں جو کائنات کی تخلیق کے کام کے مکمل ہو جانے کے بعد بھی موجود رہتا ہے اور اپنی مخلوق کے ارد گرد منڈلاتا ہے اور اس کی قسمت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بیشتر فطری مذاہب میں یہ خدا انسانی امور میں بڑی تفصیل سے ملوث رہتا ہے۔ عبادت کا جواب دیتا ہے؛ گناہ معاف کرتا ہے؛ معجزات کرکے دنیا میں مداخلت کرتا ہے؛ اچھے اور برے فعل کے بارے میں پریشان رہتا ہے؛ اور

جانتاہے کہ ہم یہ افعال کب کرتے ہیں (یا کرنے کے بارے میں سوچتے بھی ہیں)۔ فطرت پرست بھی کائنات بنانے والی ایک مافوق الفطرت ذہانت پر یقین رکھتے ہیں، لیکن اس کا دائرہ کار ان قوانین تک محدود ہے جو اس نے اس کائنات کی تخلیق کے لئے استوار کئے ہیں۔ فطرت کا خدا تخلیق کے بعد کبھی دنیا میں مداخلت نہیں کرتا اور انسانی امور میں تو اسے یقیناً کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اصنام پرست تو بالکل کسی مافوق الفطرت خدا پر یقین نہیں رکھتے، اور خدا کی اصطلاح کو کائنات یا قدرت یا ان کے قوانین کے بارے میں بات کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ فطرت پرست کے خدا اور توحید پرستوں کے خدا میں یہ قدر مختلف ہوتی ہے کہ ان کا خدا دعا کا جواب نہیں دیتا، ہمارے خیالات نہیں پڑھتا اور اپنی مرضی کے معجزے کرکے ہماری زندگی میں مداخلت نہیں کرتا۔ فطرت پرستوں کے خدا اور اصنام پرستوں کے خدا میں یہ فرق ہے کہ فطری خدا ایک کائناتی ذہانت ہے، جبکہ اصنام پرستوں کا خدا قوانین قدرت کے لئے ایک استعارہ یا شاعرانہ مترادف ہے. اصنام پرستی دہریت کی پرکشش شکل ہے، جبکہ فطرت پرستی توحید پرستی کی نیم گرم شکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور صفات کے سلسلہ میں کسی دلیل اور ثبوت کے بغیر ایسی گستاخانہ بات اور طنزیہ انداز مصنف کی علمی کسمپرسی کو ظاہر کرتا ہے. ایک احمق انسان ہی ایسی گفتگو کر سکتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے خالق سے خود کو زیادہ قابل خیال کرتا ہے. ایک بیوقوف آدمی اپنے خالق پر کس طرح اعترض اٹھا سکتا ہے کہ وہ اپنی کائنات کے معاملات کو کیوں دیکھ رہا ہے. وہ اپنے قاری کو اس عزت اور احترام کے دائرہ سے باہر نکلنے کے لئے گستاخانہ رویہ اختیار کرتا ہے. دراصل ڈاکنز ایک شاطر ہنرمند ہے جو حیوانی طور اطوار کے فن کا ماہر ہے اور اپنی تحریروں میں اس کے استعمال سے فائدہ اٹھانا خوب جانتا ہے.

مگر اللہ کی عطا کردہ برہان کے سامنے یہ چالیں ریت کا ڈھیر ثابت ہوتی ہیں

دہریے جو خدا کے وجود پر ہی یقین نہیں رکھتے وہ کس طرح کائنات میں اسکے تصرف کرنے یا نہ کرنے پر بحث کر سکتے ہیں. پھر وہ ایسے فطرت پرست گروہ کی بات کرتے ہیں جو اللہ کے کائنات کو تخلیق کرنے اور اس میں قوانین فطرت جاری کرنے کو تو مانتے ہیں مگر اللہ کے انمیں تصرف کرنے کو نہیں مانتے. ایسا نظریہ خدا کے منکر ہونے کے برابر ہے. ان جیسے لوگوں کے اشکال کا جواب قران کریم میں موجود ہے. قران کریم اس بارے میں فرماتا ہے.

سورۃ الرّعد

"اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص اندازسے (مقرر) ہے۔(۸) وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا (اور) عالیشان ہے۔(۹) تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب (خدا کے علم میں) برابر ہیں۔(۱۰)

اللہ تعالی کے تصرف کی بہت سی مثالیں ہیں جن میں سے حضرت موسیٰ سے ہمکلامی ہے اس رب کی یہ شان ذرا ملاحظہ فرمائیں

"سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو (ان کو منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ۔(۱۱) اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو (یہ اس کا نام ہے) اور میں نے تم کو (نبی بنانے کے لیے) منتخب فرمایا ہے۔(۱۲) سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جا رہی ہے اس کو سن لو۔(۱۳)

(وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو۔(۱۴) (دوسری بات سنو) کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو (تمام خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔(۱۵) سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے کہ تم (اس کی بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ۔ (۱۶) اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔(۱۷) انہوں نے کہا یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور (کبھی) اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں۔ (۱۸) ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال دو اے موسیٰ۔(۱۹) سو انہوں نے اس کو ڈال دیا یکایک وہ (خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔(۲۰) ارشاد ہوا کہ اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم بھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کر دیں گے۔(۲۱) اور تم اپنا (داہنا) ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب (یعنی بلا کسی مرض برص وغیرہ) کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا یہ دوسری نشانی ہوگی۔ (۲۲) تا کہ ہم تم کو اپنی (قدرت کی) بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں۔(۲۳) (اب یہ نشانیاں لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ۔(۲۴) وہ بہت حد سے نکل گیا ہے۔(۲۵) عرض کیا اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے۔(۲۶) اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے۔(۲۷) تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔(۲۸) اور میرے واسطے میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے۔ (۲۹) یعنی ہارونؑ کو کہ میرے بھائی ہیں۔(۳۰) ان کے ذریعے سے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے۔(۳۱) اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کر دیجئے۔(۳۲) تا کہ ہم دونوں آپ کی خوب کثرت سے پاکی (شرک ونقائص سے) بیان کریں۔(۳۳) اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں۔(۳۴) بیشک آپ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔(۳۵) ارشاد ہوا کہ تمہاری (ہر) درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ۔(۳۶) اور ہم تو (ایک

دفعہ اور بھی) (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کر چکے ہیں۔(۳۷) جب کہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو الہام سے بتلانے کی تھی۔(۳۸) (وہ) یہ کہ موسیٰؑ کو (جلّادوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لیے) ایک صندوق میں رکھو پھر ان کو دریا میں ڈال دو پھر ان کو (مع صندوق کے) دریا کنارے تک لے آئے گا کہ (آخر کار) ان کو ایک شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف سے ایک اثرِ محبت ڈال دیا اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔(۳۹) (یہ قصہ اس وقت کا ہے) جب کہ تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں پھر کہنے لگیں کہ کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس کو (اچھی طرح) پالے رکھے پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کو غم نہ رہے اور تم نے غلطی سے ایک شخص (قبطی) کو جان سے مار ڈالا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو خوب خوب محنتوں میں ڈالا پھر (مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر تم (یہاں) آئے اے موسیٰ۔(۴۰) اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے لیے منتخب کیا۔(۴۱) (سو اب) تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات) لے کر جاؤ اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا۔(۴۲) دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ حد سے بہت نکل چلا ہے۔(۴۳) پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (برغبت) نصیحت قبول کر لے یا (عذاب الہیٰ سے) ڈر جائے۔(۴۴) دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اندیشہ ہے کہ (کہیں) وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے۔(۴۵) ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو (کیونکہ) میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب دیکھتا سنتا ہوں۔(۴۶)

اللہ تعالی کی پہچان اسکی تمام تر صفات کے ساتھ صرف اور صرف وہی ہے جو اس نے خود وحی کے ذریعہ کروائی ہے.

یہاں نہ دلیل ہے نہ شواہد کی بات نہ سائنس سے ثابت کرنے کی بات جس کا اہل عقل کہلانے والے اتنا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں. بات فقط ایک ہی ہے ایک اللہ پر ایمان لانا ہے یا نہیں لانا.

اللہ تعالی اور اسکی صفات کو تسلیم کرنے کے راستے میں کوئی علم کوئی دلیل کوئی سائنس حائل نہیں حائل ہے تو انسان کی اپنی مرضی. انسان کو اللہ کے فرستادہ انبیا جو کہ مخبر صادق ہیں کی باتوں پر یقین کرنے کی ضرورت ہے اگر اس کے علاوہ اسکے پاس کوئی اور راستہ ہے تو وہ بتلاے.

سورۃ فَاطِر

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تمام تر حمد (اسی) اللہ کو لائق ہے جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۱) اللہ جو رحمت (بارش وغیرہ) لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کے (بند کرنے کے) بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔(۲) اے لوگو تم پر جو اللہ کے

احسانات ہیں ان کو یاد کرو اور (شکر کرو اور غور کرو کہ) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان و زمین سے رزق پہنچاتا ہو اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم (شرک کرکے) کہاں الٹے جا رہے ہو۔(۳) اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ غم نہ کریں کیونکہ آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں اور سب امور اللہ ہی کے روبرو پیش کیے جائیں گے۔

سورۃ قٓ

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر کی طرف آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسکو کیسا (اونچا اور بڑا) بنایا اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا اور اسمیں کوئی رخنہ تک نہیں۔(٦) اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جمایا اور اسمیں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں۔(۷) جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے (۸)۔

بہت سارے ٹھیٹھ ان پڑھ یقین لانے کی بدولت کامیاب ہو گئے اور بہت سارے علم والے اور فلسفی اپنے شک کی وجہ سے ناکام اور نامراد ہو گے عقل انکے کام نہ آئ. پس ثابت ہوا ایمان لانا اللہ تعالی کی دی ہوئی توفیق سے ہی ممکن ہے.

اپنی کتاب کے اگلے چند صفحات رچرڈ ڈاکنز نے ان لوگوں کے ذکر کے لئے مختص کئے ہیں جو مذھب کے قریب تو نہیں ہوتے یا مذھب سے دور ہو چکے ہوتے ہیں مگر اسکے باوجود وہ لوگوں کی خاطر خود کو مذہب سے پیوستہ ظاہر

کرتے ہیں اور جو مذھب کو بقول اسکے غیر ضروری احترام دیتے ہیں. وہ ایسے لوگوں کو جرأت سے کام لیتے ہونے اپنا مذھب ترک کرنے کی ترغیب دیتا ہے.

دنیا میں مظالم اور خدا

خدا اگر رحمان اور رحیم ہے تو وہ جبار اور قہار بھی ہے. اس نے سزا اور جزا کا نظام بھی رکھا ہے اور جنت اور جہنم بھی بنائی ہے. دنیا میں انسان کو وحی کے ذریعہ ہدایت بہم پہنچائی ہے اور اسکو نیکی اور بدی کی پہچان کا شعور بھی دیا ہے. یہ سب کے بعد انسان کو اپنی مرضی کرنے کی آزادی دی ہے. انسان جو اعمال کرتا ہے اسکا اثر نہ صرف اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اسی پر نتائج مرتب ہونگے. جس کے ساتھ اس دنیا میں ظلم و زیادتی ہوئی ہے اسکا حساب آخرت میں بھی ہو گا. ظلم کی نوعیت اور اسکے گھمبیر ہونے کی کیفیت کو اللہ ہی خوب جانتا ہے. اور اس کی سزا کی مصلحت سے وہ خوب آگاہ ہے. کچھ سزائیں جو دین میں تجویز کی گئیں ہیں منکر خدا انکو سخت اور انسانوں پر ظلم سے تعبیر کرتے ہیں جیسے زنا کی سزا جیسے مرتد کی سزا. اسی طرح ایک قوم کا دوسری قوم کا قتل عام بھی منکران خدا کے خدا کی طرف سے روا رکھے گئے مظالم میں شمار ہوتا ہے. قدرتی آفات میں لوگوں کے مر جانے کو بھی وہ خدا اگر ہے تو اسکا ظلم شمار کرتے ہیں. انسانوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈالنے کو بھی وہ خدا کا ظلم کہتے ہیں. جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جنت ہو یا دوزخ اسکا دارومدار انسان کے اپنے اعمال پر ہے اور بہت سو کو تو وہ اپنی رحمت سے بخش دے گا. اللہ کی پہچان اسی طرح ہے جیسی تعریف اس نے خود بیان فرمائی ہے جن کا ذکر اسکے اسماء حسنہ میں ہے. آفاقی پیغام ہونے کی وجہ سے اللہ کے احکامات کی اپنی ایک عزت اور احترام ہے جو منکران خدا کے دل کا کانٹا ہے

منکران خدا کا سرخیل رچرڈ ڈاکنز مذھب کے احترام کو لادینیت کے پھیلاؤ میں ایک رکاوٹ تصور کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ انسانی معاشرہ سے مذھب کا احترام اٹھ جائے. اس عدم احترام کو آگے بڑھاتے ہوئے اس نے اپنی

کتاب کے باب دوم خدا ایک مفروضہ کا آغاز" بائبل کے خدا" پر کڑی تنقید اور رکیک حملوں سے کیا ہے اور اسکی آڑ میں خدا کو نعوذ باللہ برا کہا ہے اور گستاخانہ انداز اختیار کیا ہے. یہ سب نفسیاتی حربے ہیں اپنے مخاطبین کو مذہب کا احترام چھوڑ کر ایسی ہی گستاخانہ روش اختیار کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے. دہریے جو رویہ ایک مذھب کے خدا کو لیکر اختیار کرتے ہیں اسکو پھر باقی مذاھب پر بھی پھیلا دیتے ہیں. خدا تو ایک ہے اور وہی منکران کی تنقید اصل کا ہدف ہے

مصنف لکھتا ہے

"عہد نامہ قدیم کا خدا، بلاشبہ ادب کا سب سے ناگوار کردار ہے؛ اپنے حسد پر ناز کرنے والا؛ ایک قلیل، ظالم، کینہ پرور اور اپنی مرضی کرنے والا؛ انتقام کے نشے میں مخمور خونخوار نسل کش؛ عورتوں اور ہم جنس پرستوں سے نفرت کرنے والا، بچّوں کا، قوموں کا، بھائیوں کا قاتل، وبائیں پھیلانے والا، احساس برتری کا شکار، ظلم اور تکلیف سے لطف اندوز ہونے والا بدخواہ بدمعاش! بچپن سے ہی اس کے حق میں تعلیم ملنے کی وجہ سے ہم میں سے اکثر لوگ ان مظالم کی دہشت ناکی سے بے حس ہو چکے ہوتے ہیں۔"

شاطر کفار کی ایسی ہی چالوں کا جواب حیرت انگیز طور پر قران کریم میں موجود ہے. جو باتیں یہ آج کر رہے ہیں وہ پہلوں سے مختلف نہیں.

اس قسم کا دعوی وہی شخص کر سکتا ہے جو عقل کا اندھا ہو اور جس میں مشاہدہ قدرت کی صلاحیت اس وجہ سے سلب ہو چکی ہو کہ انکار خدا کے لئے اس نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ رکھی ہو. کیا وجہ ہے اسکو اللہ تعالی کی تمام معلوم صفات نظر نہیں آئیں.

اللہ تعالی کا فرمانا ہے:

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی۔(۱۸۰- ۷)

نیز فرمایا

وہ معبود (برحق) ہے پیدا کرنے والا ہے ٹھیک بنانے والا ہے وہ صُورت بنانے والا ہے اسکے اچھے اچھے نام ہیں سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔۔(۲۴-۵۹)

رچرڈ ڈاکنز نے جس شدت اور تفصیل کے ساتھ خدا کی برائیاں گنوائی ہیں اسکا تقاضہ ہے کہ اس سے زیادہ شدت کے ساتھ اللہ تعالی کی صفات کو تفصیل سے بیان کیا جائے. اللہ تعالی کے ان انعامات کا ذکر کیا جائے جو اس نے اپنی مخلوقات پر کر رکھے ہیں

Names and Relations

The Koran often speaks of God's "names" (asmâ'), and it mentions a good number of them—not "ninety-nine", as is traditionally said, but anywhere between seventy and twice as many, depending on the criteria used in counting. The names, which are often called "attributes" (sifât), provide the points of reference for Islamic theology. Ibn

ʿArabî distinguishes between "the names of the names" (asmâʾ al-asmâʾ), which are the names voiced in human language, and the names in themselves, which are realities in divinis. Theologians wrote many books listing the names and explaining their significance for God, the cosmos, and the human soul. Ibn ʿArabî devoted a book-length chapter of the Openings specifically to them, and he composed an independent treatise summarizing their role in human becoming (Ibn ʿArabî, Kitâb kashf al-maʿnâ).

Names are basic to the quest for deiformity because the Real in itself, in its very Essence (dhât), is known only to itself. "Others" (ghayr), which are the signs/verses written out in the Three Books, know the Essence only inasmuch as it reveals itself to them. In other words, although everything is a "face" (wajh) of God—"Wherever you turn, there is God's face" (Koran 2:115)—to make distinctions among the omnipresent faces we need to know their names and recognize their haqqs.

The word used to designate the Essence, al-dhât, is a pronoun meaning "possessor of". Originally it was an abbreviation for dhât al-asmâʾ, "the possessor of the names"; hence the synonymous term, al-musammâ, "the Named". The Koran refers to the Essence as "He" (huwa), which alerts us only to the fact that something is there. The word can just as well be translated as "It", of course, because the Essence is beyond gender, but Arabic grammar classifies all nouns and pronouns as either masculine or feminine (indeed, when speaking of the Essence, Ibn ʿArabî and others use the pronoun hiya, "She", because dhât is feminine, and they sometimes explain why the Essence is more properly feminine than masculine; Murata 1992, 196–99). What we know from the names is that "He/She" is merciful, knowing, alive, and so on, but in itself the Essence remains unknown. Each name designates a specific quality that becomes manifest the moment there is talk of the Real (al-haqq) and creation (al-khalq). Hence Ibn ʿArabî says that the divine names can properly be called relations (nisab).

The unique characteristics of human beings derive from their ability to name things, which in turn results from the fact that they alone were created in the form of the all-comprehensive name. A proof-text is the verse, "God taught Adam the names, all of them" (Koran 2:30). This means not only the names of the particulars—God's signs in the Three Books—but also the names of the universals, which the Koran calls God's "most beautiful names" (al-asmâʾ al-husnâ). Human beings in any case have the potential to know all names, but not the Essence named

by the names. About that one can only know "that it is" (the fact of its existence), not "what it is" (its quiddity). Inasmuch as the names correspond to the Essence, their meanings remain unknown, so they are simply markers of transcendence or "incomparability" (tanzîh). Inasmuch as they denote an added quality, such as mercy, knowledge, life, forgiveness, or vengeance, they indicate God's immanence or "similarity" (tashbîh). In short, Ibn 'Arabî's theological vision combines the apophatic and kataphatic approaches.

https://plato.stanford.edu/entries/ibn-arabi/

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْٓ اَسْمَآئِهٖ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الاعراف:180)

"اور اللہ تعالیٰ کے لئے اچھے نام ہیں، لہٰذا انہی کے ساتھ اسے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں کج روی کا شکار ہیں، جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا انہیں عنقریب بدلہ دیا جائے گا۔"(مزید حوالہ جات: طٰہٰ: آیت8 / بنی اسرائیل: آیت110 / الحشر: آیت24)

اللہ تعالیٰ کی صفات بابرکت کا ادراک جو اسلام عطا کرتا ہے ملاحظہ فرمائیں

کلمہ جلالہ "اللہ"

معبود برحق ہے، تمام مخلوق اسکی الوہیت اور عبودیت میں شامل ہے، کیونکہ وہ ان تمام معبودانہ صفات کا حامل ہے، جو صفاتِ کمال ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص ذاتی نام ہے جو اسمائے حسنیٰ میں سب سے زیادہ شان والا ہے، اس لئے اسے اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔

الرَّحْمٰنُ

بہت زیادہ رحم کرنے والا، دنیا میں اس کی رحمت مومنین اور کفار سب کے لئے ہے لیکن آخرت میں یہ رحمت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کے لئے ،خاص ہوگی۔

الرَّحِیمُ

نہایت مہربان، جو ہر عمل کرنے والے کو اس کا بے حساب اجر عطا کرنے والا ہے۔

اَلْمَلِکُ

حقیقی بادشاہ، جو اپنے ہر حکم کو نافذ کرنے کی مکمل طاقت رکھتا ہے، جسکی بادشاہی کو کبھی زوال نہیں۔

اَلْقُدُّوسُ

پاکیزگی والا، جو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ ایسی پاکی جو انسانی تصور سے بالاتر ہے۔

السَّلَامُ

سلامتی کا سرچشمہ، جو ہر چیز کو سلامت رکھنے والا، نیک بندوں کی حفاظت اور انہیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

اَلْمُؤمِنُ

امن دینے والا، اسکی ذات میں امن ہی امن ہے اس لئے اسی سے امن طلب کیا جاتا ہے۔

اَلْمُهَیمِنُ

نگہبان اور محافظ، جو اپنی پوری مخلوق کی حفاظت اور نگہبانی کرنے والا ہے۔

اَلْعَزِیزُ

سب پر غالب، وہ عزت و غلبہ کا سرچشمہ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے غلبہ عطا فرماتا ہے۔

اَلْجَبَّارُ

بگڑے کاموں کو بنانے والا، طاقتور، جس کے سامنے کوئی بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

اَلْمُتَكَبِّرُ

کبریائی والا، وہ اتنا عظیم ہے کہ اس کی طرف کسی برائی، نقص یا عیب کی نسبت نہیں ہو سکتی۔

اَلْخَالِقُ

ہر چیز کو پیدا کرنے والا، جو پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کی تقدیر لکھنے والا ہے۔

اَلْبَارِئُ

عدم سے وجود میں لانے والا جو وجود میں لا کر اس کے معاش کی تدبیر کرنے والا ہے۔

اَلْمُصَوِّرُ

صورتیں بنانے والا، جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی حکمت کے ساتھ خوبصورت بنایا۔

اَلْغَفَّارُ

بے انتہا بخشنے والا، ڈھانپنے والا، جو دنیا میں گناہوں اور برائیوں پر پردہ ڈال کر آخرت میں عذاب دینے کی بجائے درگزر کرتے ہوئے معاف کرنے والا بھی ہے۔

اَلْقَهَّارُ

ہر چیز پر غالب، جس کے سامنے تمام مخلوقات عاجز ہیں۔ جو ہر چیز پر اختیار رکھتا ہے۔

الْوَهَّابُ

بہت زیادہ عطا کرنے والا، وہ بغیر کسی غرض کے اور بغیر مانگے عطا کرنے والا ہے۔

الرَّزَّاقُ

روزی دینے والا، جو ہر جاندار کے لئے اسبابِ رزق مہیا کرنے اور روزی پہنچانے والا ہے۔

الْفَتَّاحُ

مشکلات حل، اپنی رحمت کا دروازہ کھولنے اور حق اور باطل کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنے والا ہے۔

اَلْعَلِيْمُ

بہت زیادہ علم رکھنے والا، ہر اول اور آخر کو جانتا ہے جو ہر چیز کو ہر وقت جاننے والا ہے۔

الْقَابِضُ

روزی تنگ کرنے والا، جو ہر چیز پر قابض ہے۔ موت کے وقت روحوں کو قبض کرنے والا ہے۔

الْبَاسِطُ

روزی کشادہ کرنے والا، فراخی دینے والا، جو رزق کو وسیع کرتا ہے اور دلوں کو کشادہ کرتا ہے۔

الْخَافِضُ

پست کرنے والا، جو اپنے دشمنوں کو نیچا دکھاتے ہوئے ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔

الرَّافِعُ

بلند کرنے والا، اٹھانے والا۔ جو اہلِ ایمان کو ایمان لانے کی وجہ سے بلند کرتا ہے۔

اَلْمُعِزُّ

عزت دینے والا، وہ اپنے نیک بندوں کو علم و فضل کے ذریعہ عزت عطا فرماتا ہے۔

اَلْمُذِلُّ

ذلیل و خوار کرنے والا، سرکشی اور تکبر کرنے والوں کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔

اَلسَّمِیْعُ

بہت زیادہ سننے والا، جو چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کی فریاد کو بھی سنتا اور قبول فرماتا ہے۔

اَلْبَصِیْرُ

ہر چیز کو خوب دیکھنے والا، جس کی نظروں سے ذرّہ سے بھی چھوٹی کوئی چیز اوجھل نہیں۔

اَلْحَکَمُ

حاکم، انصاف سے فیصلہ کرنے والا، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ اس میں تبدیلی کر سکتا ہے۔

اَلْعَدْلُ

انصاف کرنے والا، جو اپنے بندوں کے درمیان تمام معاملات میں انصاف کرنے والا ہے۔

اَللَّطِیْفُ

باریک بین، اپنی مخلوق کو باریک بینی سے پیدا کرنے اور زیادہ نرمی سے پیش آنے والا ہے۔

اَلۡخَبِیۡرُ

ہر چیز سے آگاہ، کوئی بھی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور وہ ہر وقت ہر چیز سے باخبر رہتا ہے۔

اَلۡحَلِیۡمُ

بردبار، تحمل (برداشت) والا، وہ لوگوں کی سرکشی کو دیکھنے کے باوجود انہیں اپنی نعمتیں عطا فرماتا رہتا ہے

اَلۡعَظِیۡمُ

سب سے بڑا، وہ اپنی ہر صفت میں بلند شان اور عظمت والا ہے۔

اَلۡغَفُوۡرُ

بار بار بخشنے والا، جو بار بار گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو بھی بخش دیتا ہے۔

اَلشَّکُوۡرُ

قدردان، بہت زیادہ اجر دینے والا، جو معمولی عمل کی قدر کرتے ہوئے اسے بھی شرف قبولیت بخشتا ہے۔

اَلۡعَلِیُّ

بہت ہی زیادہ بلند مرتبہ والا، جس کی بلندی کی کوئی انتہا نہیں اور نہ ہی کسی کو اس کی بلندی کا علم ہے۔

اَلۡکَبِیۡرُ

بہت ہی بڑا، جس کی شان و شوکت کے سامنے بڑے سے بڑا بھی حقیر ہے۔

اَلۡحَفِیۡظُ

سب کیحفاظت کرنے والا، جو ہر وقت اپنی مخلوق کی حفاظت کرتا ہے اور وہ اس کی حفاظت میں نہ تھکتا ہے اور نہ ہی اکتاتا ہے، تمام کائنات کا محافظ ہے۔

اَلْمُقِيْتُ

روزی اور توانائی دینے والا، جو پوری مخلوق کو اس کی غذا پہنچاتا ہے اور انہیں باآسانی رزق مہیا کرتا ہے۔

اَلْحَسِيْبُ

حساب لینے، کافی ہو جانے والا، جو اپنے بندوں سے حساب لینے اور ہر پریشانی سے کافی ہو جاتا ہے۔

اَلْجَلِيْلُ

بلند مرتبہ والا، افضل ترین صفات والا، جس کی ذات وصفات میں کوئی اسکے مقابل نہیں ہے۔

اَلْكَرِيْمُ

عطا کرنے والا، بڑا سخی، جو قدرت کے باوجود معاف کرنے اور امید سے بڑھ کر عطا کرنے والا ہے۔

اَلرَّقِيْبُ

بڑا نگہبان، پاسبان، محافظ، جو ہر نفس کا پاسبان اور محافظ اور نگہبان ہے۔

اَلْمُجِيْبُ

بے قراروں کی دعا قبول کرنے والا، حاجت روا، جو سائل کی دعا قبول، اس کی مدد اور پکارنے والوں کی ہر پکار کا جواب دینے والا ہے۔

اَلْوَاسِعُ

کشادگی دینے والا، علم وحکمت میں وسیع، جس کی سلطنت، علم، سخاوت اور فضل وکرم بڑا وسیع ہے۔

اَلْحَکِیْمُ

حکمت و دانائی والا، جو ہر چیز کو بہتر انداز میں سمجھنے والا ہے، اسکا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔

اَلوَدُوْدُ

بہت زیادہ محبت کرنے والا، جو اپنے انبیا سے محبت رکھنے والوں سے بھی محبت رکھتا ہے۔

اَلْمَجِیْدُ

بڑی شان والا، جس کی صفات بہت بلند، تمام کام بہت ہی عمدہ اور ذات بے مثال ہے۔

اَلْبَاعِثُ

مُردوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھانے والا، مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاo کو بھیجنے والا ہے۔

اَلشَّہِیْدُ

حاضر و ناظر، جو ہر چیز سے باخبر اور ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے اور ان پر گواہ بھی ہے۔

اَلْحَقُّ

وہ اپنی ذات وصفات میں سچا ہے، وہی عبادت کا حقدار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

اَلْوَکِیْلُ

بڑا کارساز، مختار، پوری مخلوق اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور مکمل بااختیار ہے۔

اَلْقَوِیُّ

بڑی طاقت والا، جسے پوری کائنات مل کر بھی عاجز نہیں کر سکتی۔

اَلْمَتِیْنُ

انتہائی مضبوط و مستحکم، وہ بڑی زبردست قوتوں والا ہے، اس کی قوت اور قدرت کی کوئی انتہا نہیں

اَلْوَلِیُّ

مدد گار، حمایتی، اپنے فرماں بردار بندوں کا دوست ہے اور دشمنوں کا صفایا کرنے والا ہے۔

اَلْحَمِیْدُ

تعریف و توصیف کے لائق، جس کی حمد و ثنا ہر زبان پر ہر حال میں جاری و ساری ہے۔

اَلْمُحْصِی

اپنے علم اور شمار میں رکھنے والا اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اس کا علم ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔

اَلْمُبْدِئُ

پہلی بار پیدا کرنے والا، جو بغیر کسی نمونہ کے مخلوق کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔

اَلْمُعِیْدُ

دوبارہ پیدا کرنے والا، جو موت کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنے اور حساب لینے والا ہے۔

اَلْمُحْیِی

زندگی اور صحت عطا کرنے والا، مُردہ دلوں کو زندہ کرنے اور مُردہ زمین کو آباد کرنے والا ہے۔

الْمُمِیْتُ

موت دینے والا، جو ایک مقررہ وقت کے بعد ہر ایک کو موت دینے والا ہے، جس نے موت کو پیدا کیا۔

الْحَیُّ

ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا، جسے کبھی فنا اور زوال نہیں جب کہ اسکے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

الْقَیُّوْمُ

کائنات کو قائم رکھنے اور سنبھالنے والا، جو پوری کائنات کا محافظ اور نگران ہے۔

الوَاجِدُ

ہر چیز کو پانے والا، جسے ہر چیز کے بارے میں معلومات ہیں اور ہر چیز اس کے سامنے بالکل واضح ہے۔

الْمَاجِدُ

بزرگی اور بڑائی والا، بڑے شرف والا، وہ عزت اور شرف کا مالک اور معزز ہے۔

الوَاحِدُ

بے مثال، اکیلا، جو اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے جس کا ذات، صفات، عبادات میں کوئی شریک نہیں۔

الصَّمَدُ

بے نیاز، جو کسی کا محتاج نہیں، جو کائنات کی ہر چیز سے بے نیاز ہے۔

الْقَادِرُ

مکمل قدرت رکھنے والا، جس کا حکم بغیر کسی واسطہ کے نافذ ہوتا ہے، وہ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔

اَلْمُقْتَدِرُ

بڑی قدرت رکھنے والا، جو ہر چیز پر قادر ہے، کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

اَلْمُقَدِّمُ

آگے بڑھانے والا، جو عزت و شرف، علم و عمل میں اپنے نیک بندوں کو آگے بڑھانے والا ہے۔

اَلْمُؤَخِّرُ

پیچھے ہٹانے والا، جو اپنے اور اپنے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرتے ہوئے پیچھے ہٹانے والا ہے۔

اَلْاَوَّلُ

سب سے پہلے، جو ہر چیز کے وجود میں آنے سے پہلے بھی موجود تھا۔

اَلْاٰخِرُ

سب کے بعد، جو سب کو موت دینے کے بعد بھی زندہ اور موجود رہے گا۔

اَلظَّاهِرُ

ظاہر، سب پر غالب، جو اپنی پوری مخلوق پر غالب اور بلند و بالا ہے۔

اَلْبَاطِنُ

سب سے پوشیدہ، جسے دنیا کی کوئی آنکھ دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

اَلْوَالِیُ

سرپرست، جو پوری کائنات کا اکیلا ہی مالک ہے اور اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرنے والا ہے۔

اَلْمُتَعَالُ

سب سے بلند و بالا، جو شان اور مقام کے اعتبار سے تمام کائنات سے بلند و برتر ہے۔

اَلْبَرُّ

تمام اچھائیوں کا سرچشمہ، جو اپنی تمام مخلوق سے اچھائی اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔

اَلتَّوَّابُ

توبہ قبول کرنے والا، جو بڑے سے بڑا گناہ کرنے والے کی بھی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اَلْمُنْتَقِمُ

بدلہ لینے والا، جو سرکش اور نافرمان لوگوں سے بدلہ لینے والا ہے۔

اَلْعَفُوُّ

بہت ہی زیادہ درگزر کرنے والا۔ جو معافی کو بہت ہی زیادہ پسند اور بہت جلد معاف فرما دیتا ہے۔

اَلرَّءُوْفُ

بڑا ہی شفیق و مہربان، جو اپنے بندوں سے نہایت شفقت اور انتہائی نرمی کا برتاؤ کرنے والا ہے۔

مَالِکُ الْمُلْکِ

حقیقی شہنشاہ، جسے چاہے بادشاہت عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے۔ دنیا و آخرت اور پوری کائنات کا حقیقی بادشاہ ہے، پوری کائنات پر جس کی حکومتِ لازوال ہے۔

ذُوالجَلَالِ وَالِاکرَام

عظمت و جلال والا اور انعام و اکرام کرنے والا، جو عظمت و کبریائی والا ہے اور اپنی مخلوق پر خوب مہربانی کرنے والا اور ہر عام و خاص پر خوب احسان کرنے والا ہے۔

المُقسِط

عدل و انصاف قائم رکھنے والا، جو اپنے فیصلوں میں مخلوق کے ساتھ مکمل انصاف کرنے والا ہے۔

الجَامِعُ

جمع کرنے والا، جو قیامت کے دن اپنی تمام مخلوقات کو جمع کرنے والا ہے۔

الغَنِیُّ

خود کفیل، بے پروا، جو اپنی تمام مخلوق کے افعال سے بے نیاز اور ان سے درگزر کرنے والا ہے۔

المُغنِی

مالدار بنانے والا، مال و دولت اور دوسری نعمتوں سے نواز کر محتاجی سے نجات دینے والا ہے۔

المَانِعُ

ہلاکت سے روکنے والا، وہ جس سے چاہے اور جو چیز چاہے اس چیز سے اپنی مخلوق کو روک لیتا ہے۔

الضَّآرُّ

ضرر پہنچانے والا، جو ہر چیز کے نفع و نقصان کا مالک ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے پریشانی میں مبتلا کرتا ہے۔

النَّافِعُ

نفع پہنچانے والا، جو ایسی اشیا کا خالق ہے جو اچھائیوں سے بھرپور اور نفع بخش ہیں۔

الْهَادِی

سیدھی راہ دکھانے والا، جو کامیابی کی راہ دکھاتا ہے اور لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے۔

الْبَدِیعُ

بغیر نمونہ کے چیزوں کو پیدا کرنے والا۔ جس نے کائنات میں حیرت انگیز چیزیں پیدا کیں۔

الْبَاقِی

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والا ہے۔ جبکہ اس کے سوا ہر مخلوق کو فنا ہونا ہے۔

الوَارِثُ

سب کے بعد موجود رہنے والا، جو تمام چیزوں کا حقیقی وارث ہے۔

الرَّشِیدُ

صحیح راہ پر چلانے والا، اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد انہیں سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

الصَّبُورُ

بڑے صبر والا، جو انسانوں کے گناہوں پر صبر اور گناہ گاروں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا ہے۔

اب آپ ایمان سے بتلاؤ کیا آپکارب ویسا ہی نہیں ہے جیسا دین اسلام نے بیان کیا ہے. جو بات اس معلون نے کہی ہے وہ اسکی لاعلمی اور عناد کو ظاہر کرنے کے سوا کچھ اور نہیں.

اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پروائی کی سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پروا بنادیا یہی لوگ نافرمان ہیں۔(۱۹) اہل نار اور اہل جنت باہم برابر نہیں جو اہل جنت ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں (اور اہل نار ناکام ہیں)۔(۲۰) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اس کو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔ اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے (نفع کے) لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں۔(۲۱-۵۹)

سورۃ النّساء

اے ایمان والو تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اسنے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اسکی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روزِ قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا۔(۱۳۶) بلاشبہ جو جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہر گز نہ بخشیں گے اور نہ ان کو (منزل مقصود یعنی بہشت کا) راستہ دکھلائیں گے۔ (۱۳۷) منافقین کو خوشخبری سنا دیجئیے اس (امر) کی کہ ان کے واسطے بڑی دردناک سزا ہے۔(۱۳۸) جن کی

یہ حالت ہے کہ کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا خدا کے قبضہ میں ہے۔(۱۳۹) اور اللہ تعالیٰ تمھارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکامِ الٰہیہٰ کے ساتھ استہزاٗ اور کفر ہوتا ہو اسنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کر دیں کہ اس حالت میں تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کر دیں گے۔

مغربی دنیا میں مذھب کے نام پر کی گئی چالا کیاں فراڈ اور جھوٹ جو وہاں کے مذھبی گروہوں سے منسوب ہیں اور انکا ذکر وہاں کے منکر خدا مزے لے کر کرتے ہیں ایسی باتوں کا اللہ تعالی کے وجود کی بحث سے کوئی واسطہ نہیں. خدا کا وجود کسی مذہبی آدمی کے جرائم کا ذمہدار کیونکر ہو سکتا ہے. مصنف نے ایسی بہت ساری داستانوں کا ذکر کیا ہے جن میں مذھبی لوگ مجرم ہیں. مگر اس کو اللہ تعالی کی ذات کے انکار کا جواز تو نہیں بنایا جاسکتا. عیسٰیت کی عتیقادی کمزوریاں جنکو بنیاد بنا کر ڈاکنز نے مذھب پر سخت تنقید کی ہے وہ عیسائیت کی کمزوریاں ہیں خدا کے وجود کے اثبات کی کمزوری نہیں. ان دونوں میں فرق کرنا ہو گا. پھر یہ شخص اسلامی عقائد اور تعلیمات سے اصلا ناواقف ہے

اسلام دیگر مذاہب اور عقیدہ توحید

اللہ تعالی کا عطا کردہ سچا دین اسلام آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ اپنی اصلی حالت میں موجود ہے. اسلام کو باقی مذہب کی طرح سمجھنا یا بہت سارے مذاہب میں سے انہی کی طرح کا مذہب سمجھنا درست نہیں. دین اسلام کو باقی مذاہب کے ساتھ گڈ مڈ کرکے نہیں دیکھا جاسکتا. اور نہ ہی دوسرے مذاہب میں موجود خرابیوں کو مذہب کے نام پر اسلام کے پلڑے میں ڈالا جاسکتا ہے. اسلام صرف عقائد اور عبادات کا نام نہیں بلکہ یہ اپنے اندر انسانی زندگی کے لئے ہر شعبہ کے بارے میں اصول وضوابط کا ایک جامع نظام رکھتا ہے جن کا تعلق انسانی اعمال سے ہے. یہ مومن کی پوری زندگی کو محیط ہیں. دنیامیں ہر جگہ پیغمبر دین اسلام ہی لیکر آے جو بعد میں شرک اور کفر کی آمیزش کی وجہ سے بہت ساری تہذیبوں میں بدل گیا اور باقی نہ رہا. اس لحاظ سے اسلام باقی ادیان سے یکتا ہے.

رچرڈ ڈاکنز عیسائیت میں پاے جانے والے شرک کا اظہار ان استہزا آمیز انداز میں کرتا ہے

"جیفرسن نے کالون ازم(Calvinism) کی تنقید میں نظریہ تثلیث کو تضحیک کا نشانہ بنایا۔ لیکن عیسائیت کی رومن کیتھولک شاخ میں تو شرک کی طرف جھکاؤ کا ایک عجیب وغریب عروج نظر آتا ہے۔ افلاک کی ملکہ میری جن میں دیوی ہونے کی تمام خصوصیات پنہاں ہیں اور جن کے حضور کی جانے والی دعائیں اپنی عبدیت میں خدا سے تھوڑی ہی کم ہیں، ان کو بھی اس تثلیث میں شامل کرلینے سے تو شرک کے تمام لوازمات پورے ہوتے نظر آتے ہیں۔ جب ان کے ساتھ سینکڑوں ولیوں اور بزرگوں کو شامل کیا جاتا ہے، کہ جن کی قوّت شفاعت ان کو بھی نیم خدائی کے بلند مرتبے پر فائز کر دیتی ہے، تو دیوی دیوتاؤں کی یہ محفل ایک "دیوسبھا" کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ "کیتھولک کمیونٹی فورم(Community Forum Catholic) نے5,120 بزرگوں کی فہرست جاری کی ہے جس میں ان کی مہارتیں بھی درج ہیں جیسے پیٹ کا درد، بدسلوکی کا نشانہ بننے والے، دبلے پن کے شکار، غیر قانونی ہتھیاروں کے بیوپاری، لوہار، ٹوٹی ہڈّیاں، بم ناکارہ کرنے والے، اسہال کی تکلیف، وغیرہ وغیرہ۔ دیگر قوّتیں، حاکمین،، یہ کہ ہمیں نو گروہوں میں مرتّب فرشتوں کے ان چار طائفوں کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے: سیرافم، چرابم، تخت، قدرت، فضائل Guardian (رئیس الملائکہ، اور دیگر عام فرشتے، بشمول ہمارے دیرینہ دوست محافظ فرشتے)۔ اس جعلی نمود و نمائش کے علاوہ مجھے کیتھولک دیومالا میں جو چیز سب سے زیادہ مرعوب کرتی ہے وہ اس کے لکھنے والوں کی وہ بے پرواادا ہے جس سے یہ داستان میں حسب ضرورت تفاصیل گھڑتے چلے جاتے ہیں۔ ہر تفصیل نہایت بے شرمی سے "ایجاد" کی جاتی ہے۔"

آپ نے دیکھا لادینیت کے مغرب میں عام ہونے کے پیچھے وہاں کے ابن الوقت جھوٹے مذھبی طبقہ کا بھی کتنا ہاتھ ہے. ہم انکا دفاع ہرگز نہیں کرسکتے اور نہ کسی جھوٹ اور غلط بات کا دفاع ہوسکتا ہے. یہی وہ ردعمل ہے جس کے نتیجہ میں لوگ خدا کے منکر ہوگیے. دین مبین اسلام سے خدا واسطے کا بیر رکھنے کی وجہ سے مغرب کے

لوگوں نے اسلام کا مطالعہ ہی نہیں کیا اور بس عیسائیت ہی کو سب مذاھب کا قائم مقام قرار دیکر توحید کے سچے حقائق کی مذمت کر ڈالی. اگر یہ قرآن کریم پڑھتے تو دیکھتے اتنے سو سال پہلے قران نے ایسے لوگوں کی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے

سورۃ المآئدۃ

اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنالو وہ عرض کرے گا تو پاک ہے مجھے لائق نہیں ایسی بات کہوں کہ جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے یہ کہا ہو گا تو تجھے ضرور معلوم ہو گا جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا بے شک تو ہی چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے (۱۱۶) میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں اس وقت تک ان کا نگران تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے (۱۱۷) اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو تو ہی زبردست حکمت والا ہے (۱۱۸) اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں سے ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان سے اللہ راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہی بڑی کامیابی ہے (۱۱۹) آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اللہ ہی کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۲۰)

منکران خدا کا مثالی نمائندہ رچرڈ ڈاکنز عقیدہ توحید پر کیا خیالات رکھتا ہے اسکا جاننا دلچسپی سے خالی نہیں. وہ توحید پر اپنے خیالات کے اظہار کا آغاز گورے وڈال کے ان الفاظ سے کرتا ہے

"ہماری تہذیب میں سب سے بڑی نا قابل بیان برائی عقیدہ توحید ہے۔ کانسے کے زمانے میں لکھے گئے صحیفہ قدیم سے تین انسانیت دشمن مذاہب نے جنم لیا ہے۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام۔ یہ آسمانی خداؤں والے مذاہب ہیں۔ یہ صحیح معنوں میں پدرانہ ہیں۔ خدا ایک قادر مطلق باپ کی مانند ہے۔

اسکے نتیجہ میں سال ۲۰۰۰ تک عورت ذات کو ان ممالک میں نفرت کا نشانہ بنایا گیا ہے جہاں یہ آسمانی خدا اور انکے نائب مسلط ہیں."

رچرڈ ڈاکنز کا اس سے فضول بیان اور کوئی ہو نہیں سکتا جو تعصب خود سری اور بدبودار نفرت کا آئینہ دار ہے. یہ دعوی کہ اسلام کا خدا مذکر ہے مضحکہ خیز ہے.

قران کریم نے اللہ تعالی کی جو صفت بیان کی ہے وہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ یعنی

کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا اور دیکھنے والا ہے.

توحید کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام کا عقیدہ توحید کوئی نیا مذہب نہیں تھا خود دین اسلام نے دین حنیف کہا ہے. اور قران نے اسکی تفصیل کچھ اس طرح فرمائی ہے

"اور ملتِ ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے ان (ابراہیمؑ) کو دنیا میں منتخب کیا اور (اسی کی بدولت) وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں سے شمار کیے جاتے ہیں. (۱۳۰) جب کہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی

رب العالمین کی. (۱۳۱) اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور (اسیطرح) یعقوب بھی، میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین (اسلام) کو تمھارے لیے منتخب فرمایا ہے سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔(۱۳۲) کیا تم خود (اس وقت) موجود تھے جس وقت یعقوب کا آخری وقت آیا. (اور) جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے (مرنے کے) بعد کس چیز کی پرستش کرو گے انہوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرات) ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہ لاشریک ہے. اور ہم اس کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے۔(۱۳۳) یہ (ان بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو گزر چکی. ان کے کام اُن کا کیا ہوا آوے گا اور تمھارے کام تمھارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے ان کے کئے ہُوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہو گی۔(۱۳۴) اور یہ (یہودی و نصرانی) لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تم بھی راہ پر پڑ جاؤ گے آپ کہدیجیئے کہ ہم تو ملت ابراہیم (یعنی اسلام) پر رہیں گے جس میں کجی کا نام نہیں. اور ابراہیم مشرک بھی نہ تھے۔۔(۱۳۵) (مسلمانو) کہدو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے (حکم) پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب اور اولادِ یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور (اس حکم و معجزہ پر بھی) جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان (حضرات) میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اس (اللہ تعالیٰ) کے مطیع ہیں۔(۱۳۶)

یہ سمجھنا اور کہنا کہ اللہ کی توحید پر یقین دو ہزار سال سے عورت پر استحصال اور ظلم کی وجہ ہے بہت ہی حماقت خیز بات ہے. بہتر ہوتا کہ یہ بات کہنے والا کچھ مسلمان گھروں کا دورہ کرتا اور وہاں پر موجود عورتوں سے پوچھ لیتا ان

پر کیسا کیسا ظلم و ستم ڈھایا جارہا ہے اور کیا انکو اپنے گھروں میں عزت اور احترام حاصل ہے یا نہیں. جن باتوں کو لیکر جھوٹا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اسکی حقیقت سے ایک لاعلم آدمی سچی بات تک نہیں پہنچ سکتا. عورت اسلامی معاشرے کی بنیادی اکائی یعنی فیملی کا اٹوٹ انگ ہے. عورت ایک اچھی وفاشعار بیوی ایک ذمہ دار ماں اور بیٹی اور بہن ہوتی ہے جو مثالی محبت اوراحترام سے نوازی جاتی ہے جو ایک صالح نسل کی تعلیم و تربیت کرتی ہے.

ہاں وہ بازار میں سجاوٹ کی چیز نہیں جس پر ایک لادین ہوس کی نظر رکھے. مصنف چیدہ چیدہ منکران خدا کے خیالات تو قاری کے سامنے رکھتا ہے مگر ان لاکھوں نیک لوگوں کو فراموش کر جاتا ہے جن کی انسانیت کے لئے لازوال خدمات ہیں اور جو ایک اللہ پر یقین رکھنے کے زبردست پرچارک تھے. مصنف کی کتاب اللہ کے عدم وجود سے زیادہ اللہ کے ماننے والوں پر تنقید کرنے پر مشتمل ہے. اگر ثبوت اور سائنس تجربہ کی بنیاد پر مصنف اللہ کے وجود کو رد کر سکتا ہو شائد اسکو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی.

مغرب میں دراصل عورت شدید استحصال اور ظلم کا شکار ہے.

"مغرب میں عورت کا یہ حالِ زار دراصل سرمایہ دارانہ نظام کی عورت کے خلاف خوفناک سازش کا نتیجہ ہے جسے آزادیٔ نسواں کا دلکش اور پُر فریب نام دیا گیا۔ اب یہ کوئی راز نہیں کہ آزادیٔ نسواں اور مساواتِ مردوزن کی تحریکوں کے نام پر عورت کو گھرداری اور نئی نسل کی پرورش اور تربیت کے فطری فریضے کی ادائیگی کے لیے فارغ رکھے جانے سے دراصل روکا ہی اس لئے گیا تھا تاکہ اسے گھر سے باہر لا کر سرمایہ داری نظام کی ضرورت کے مطابق کارخانوں اور دفاتر کے لئے سستی لیبر فراہم کی جاسکے اور عشروں سے ان معاشروں میں عورت کا عملی کردار یہی ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ فطرت سے بغاوت کے کبھی مثبت نتائج برآمد نہیں ہوتے چنانچہ مغرب،

خاندانی نظام کے تقریباً مکمل خاتمے کی صورت میں آج فطرت کے خلاف کی گئی اس بغاوت کے انجام سے دوچار ہے جس پر چیخ پکار تو سنائی دیتی رہتی ہے مگر اب اس گاڑی کو ریورس گیئر لگانا بہت مشکل ہے۔"

عورت، مغرب اور اسلام' ، ثروت جمال اصمعی، انسٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد

اللہ کے نبی حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں عورتوں سے حسن سلوک کی خاص طور پر تاکید کی ہے. اور قرآن کریم میں اللہ نے عورت اور مرد یعنی خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے

دہریہ پن کی گمراہی اور الحاد کی عقلی مفلسی

رچرڈ ڈاکنز دہریہ پن یعنی خدا کے وجود کے صاف انکار کی حمایت میں ملحدوں کی مزمت کرتا ہے. ملحد وہ ہیں جو خدا کے ہونے کا نہ اقرار کرتے ہیں نہ انکار. اس نے ان کو ہدف تنقید بنایا ہے. اس کو وہ الحاد کی عقلی مفلسی کہتا ہے. رچرڈ ڈاکنز خدا کے وجود کے سوال کو ایک سائنس کے مفروضہ کے طور پر لینے کی وکالت کرتا ہے جب کہ مشہور نیوڈارون ماہر بیالوجسٹ اور ملحد سٹیفن جے گولڈ کا کہنا ہے کہ سائنس اور مذہب کا دائرہ کار الگ الگ ہے لہٰذ سائنس کے اصولوں کا اطلاق مذہب کو جانچنے کے لئے نہیں ہو سکتا.

سٹیفن گولڈ کا اپنی کتاب راک آف ایجز میں کہنا ہے

"سائنس کی کل حاکمیت عملی اور تجرباتی دائرہ کار تک محدود ہے: کائنات کس مادے سے بنی ہے (حقیقت) اور اس طرح کیوں چلتی ہے (نظریہ)۔ مذہب کی حاکمیت ازلی مسائل اور اخلاقیات پر محیط ہے۔ یہ دونوں حاکمیتیں ایک دوسرے میں دخل انداز نہیں ہوتیں، اور نہ ہی تمام سوالات کا جواب دینے کی سکت رکھتی ہیں (مثال کے طور پر فنون لطیفہ اور خوبصورتی کی حاکمیت)۔ کہاوت ہے کہ سائنس چٹّان کے دور سے تعلق رکھتی ہے اور مذہب ادوار کی چٹّان سے؛ سائنس بتاتی ہے کہ سماوات کیسے چلتے ہیں اور مذہب بتاتا ہے کہ سماوات

(مطلب جنّت) تک کیسے پہنچا جائے۔ اپنے اس نظریہ کو وہ - Non-over lapping magisteria

NORMA کہتا ہے

. رچرڈ ڈاکنز دہریہ پن کے اندھے پن میں سٹیفن جے گولڈ کی اس رائے سے شدید اختلاف رکھتا ہے. کچھ بھی ہو دین اسلام کی نظر میں تو دونوں انکاری ہی کہلائیں گئے.

اسی تنقید میں اپنا نکتہ نظر بیان کرتے ہوے رچرڈ ڈاکنز لکھتا ہے

"یہ ایک ناگوار سی کہاوت ہے (بقول رچرڈ اور زیادہ تر کہاوتوں کے مقابلے میں سچ بھی نہیں ہے) کہ سائنس اپنے آپ کو "کیسے" کے سوالات میں مصروف رکھتی ہے. جبکہ مذہب ہی "کیوں" کا جواب دے سکنے کی قابلیت رکھتا ہے۔

رنگ کیا ہوتا ہے؟ امید کی بو کیسی ہوتی ہے؟ میرے قواعد کے اصولوں کے مطابق کوئی جملہ بنا لینے سے وہ جملہ معنی خیز نہیں ہو جاتا اور نہ سنجیدہ توجّہ کا مستحق اور نہ ہی سائنس کے کسی سوال کا جواب دینے میں ناکامی مذہب کو جواب تراشنے کا اہل کر دیتی ہے۔ یہ "کیوں" والا سوال آخر ہوتا کیا ہے. ضروری نہیں ہر وہ سوالیہ جملہ جس میں کیوں کا لفظ ہے ایک جائز جملہ ہو. یک سنگھے کھوکھلے کیوں ہوتے ہیں. ہر سوال جواب کا مستحق نہیں ہوتا جیسا کہ یہ سوال کہ " یک سنگھے کھوکھلے کیوں ہوتے ہیں. تجرید کا رنگ کیا ہوتا ہے. امید کی بو کیسی ہوتی ہے. میرے قواعد کے اصولوں کے مطابق کوئی جملہ بنا لینے سے وہ جملہ معنی خیز نہیں ہو جاتا اور نہ سنجیدہ توجہ کا مستحق اور نہ ہی سائنس کے کسی سوال کا جواب دینے میں ناکامی مذہب کو جواب تراشنے کا اہل کر دیتی ہے."

اگر سائنس کے کسی سوال کا جواب دینے میں ناکامی مذہب کو جواب تراشنے کا اہل نہیں کر دیتی ہے تو منکران خدا کی خدا کے اقرار میں ناکامی کیونکر انکو خدا کے وجود کے نہ ہونے کا دعوی تراشنے کا اہل بنا دیتی ہے

بلاشبہ ہر کیوں والا سوال جائز نہیں ہوتا مگر ایسے ہر سوال کا فیصلہ تو عقل سلیم کر سکتی ہے کہ کون سا سوال جائز ہے جس کا تقاضہ انسان کا تجسس کرتا ہے. کچھ سوال ایسے ہیں جن کا جواب ہر انسان چاہتا ہے. ایسے سوالات جن کا جواب سائنس نہیں دیتی. ایسے سوالات کا جواب الہامی تعلیمات دیتی ہیں. جیسے یہ سوال کہ انسان اس دنیا میں کیسے وجود میں آیا. سائنس اس سوال کا درست جواب تلاش کرنے کی جستجو میں لگی رہتی ہے مگر انسان اس دنیا میں کیوں آیا اسکی ہستی کا مقصد حیات کیا ہے سائنس اس کا کھوج نہیں لگا سکتی اسکا جواب سائنس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر الہامی علم دیتا ہے جیسے وحی کے ذریعہ حاصل ہونے والی یہ آیات قرآنی

سورۃ الأعرَاف

نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمھارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک مدت تک۔(۲۴) فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔(۲۵)

مصنف نے ایسے آسانی اور لاپرواہی سے "کیوں" کے مدعے سے جان چھڑانے کی کوشش کی جیسے علم موم کی ناک ہو جیسا دل چاہا اسکو موڑ لیا.

انسان کے پاس بہت سارے "کیوں" ہیں جن کا وہ جواب چاہتا ہے. یہ کوئی مذاق نہیں کہ اس استجاب کو" یک سنگھی کھو کھلے پن سے تشبیہ دے کر انسان کو فارغ کر دیا جائے.

سائنس اسکا جواب دے کہ ہائڈروجن کے دو اور آکسیجن کا ایک مالیکول ملکر پانی کیوں بناتے ہیں.

یا زمین میں کشش کی قوت کیوں ہے. قصّہ مختصر جو بھی اصول قدرت ہیں یا یونیورسل لاء ہیں وہ کیوں ہیں. انسان زمین پر کیوں ہے. ایسے بہت سارے سنجیدہ سوالات ہیں جنکا جواب صرف دین مبین اسلام سے ملتا ہے.

سورة البَقَرَة

ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر آوے تمھارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی تو نہ کچھ اندیشہ ہو گا ان پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے۔(۳۸)

سورة طٰه

اللہ تعالیٰ نے فرمایا دونوں کے دونوں جنت سے اترو اور (دنیا میں) ایسی حالت سے (جاؤ) کہ ایک کا دشمن ایک ہو گا پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو (تم میں) جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ نہ دنیا میں گمراہ ہو گا اور نہ آخرت میں شقی ہو گا۔(۱۲۳) اور جو شخص میری اس نصیحت سے

اعتراض کرے گا تو اس کے لیے تنگی کا جینا ہو گا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے۔(۱۲۴) وہ (تعجب سے) کہے گا اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا۔(۱۲۵) ارشاد ہو گا کہ ایسا ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جاوے گا۔(۱۲۶

اب سائنس اور منطق تو ایسی باتوں کو جواب نہیں دے سکتی اور نہ ایسی باتیں ثابت کرنے کی خاطر سائنس اور منطق کے دربار میں پیش کی جاسکتی ہیں جبکہ دونوں خود اس بارے میں لاعلم ہیں.

انسانی علم و فضل کے مابعد الطبیعی ذرائع

افسوس کا مقام ہے سائنس کو اپنے دفاع میں استعمال کرنے والے جدید دور کے کفّار خدا کے وجود کے تو منکر ہیں مگر مفروضوں اور افسانوی ناولوں سے مستعار تصورات کی بنیاد پر کسی دوسرے سیارے پر اپنے سے بہتر خدا جیسی صلاحیتوں کی مالک مخلوق کی موجودگی کی امید رکھتے ہیں یہ آس لگانے بیٹھے ہیں کہ سائنس کے برقی اور مقناطیسی لہروں پر مبنی پیغامات ایک دن اس کائنات میں موجود اربوں سیاروں میں سے کسی ایک پر ایسی مخلوق کو ڈھونڈ نکالیں گئے. جہاں کی تہذیب ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہو گی اور ہمیں پتا چلے گا کہ اصل میں تو ہم انکی بنائی ہوئی کمپیوٹر سیمولیشن ہیں. انکا کہنا ہے ان انکشاف کے باوجود ہمارے لئے خدا جیسا ہونے کے باوجود وہ خدا نہیں ہونگے بلکہ ہماری طرح قدرتی ارتقا کی پیداوار ہونگے. مگر وہ قدرتی ارتقاء کی ہم سے ترقی یافتہ شکل ہونگے. کفّار جدید کے لئے خدا پر یقین مشکل ہے مگر افسانوی ناولوں سے مستعار تصورات کو حقیقت کے روپ میں دیکھنے کے وہ متمنی نظر آتے ہیں. ان سے زیادہ گمراہ اور کون ہو گا. سوال یہ ہے کیا سائنس کے طریقہ کار کے علاوہ بھی کوئی دیگر ذرائع ہیں جن کی مدد سے اللہ کی اس کائنات کا مشاہدہ ممکن ہے.

اللہ تعالی نے انسان کو جو مختلف صلاحیتیں دی ہیں انکی اپنی اپنی حدود ہیں. ایک صلاحیت حاصل ہونے کے بعد اس کے دوسرے درجہ کی صلاحیت کا آغاز ہوتا ہے جس کے ذریعہ مزید علم اور معلومات حاصل ہو سکتی ہیں اور دوسرے درجہ کے اختتام کے بعد تیسرے درجہ کے ذریعہ ہی آگے بڑھا جا سکتا ہے.

اس کی مثال کچھ اسطرح ہے. انسان اگر زمین سے پانچ فٹ اونچا ہو تو وہ تین میل دور تک دیکھ سکتا ہے. اور اگر نو فٹ اونچا ہو تو مزید آگے دیکھ سکتا ہے مگر فزیکل دیکھنے کی ایک حد ہے اسکے بعد دوسرے ذارئع سے دیکھا جا سکتا ہے.

انسان نے گزرتے زمانہ کے ساتھ علم سے نئی صلاحیتیں حاصل کیں اور نیے طریقے دریافت کیے اور آج وہ زمین پر ہزاروں میل دور بیٹھے اپنے دوست کو دیکھ اور سن سکتا ہے.

کیا انسان اتنی عظیم الشان کائنات جس میں لاکھوں کہکشاں اور اربوں سیارے ہیں انکو وہ کبھی دیکھ سکے گا. صلاحیت کا یہ درجہ ابھی اسکو حاصل نہیں. حالت یہ ہے کہ وہاں کسی سیارے پر ہونے والے حادثے میں پیدا ہونے والی چمک کی روشنی ہم تک پہنچنے میں کئی لاکھ نوری سال کا فاصلہ ہوتا ہے. یعنی جو حادثہ لاکھوں سال پہلے ہوا تھا اسکی خفیف سی اطلاع ہمیں آج مل رہی ہے. وہاں تک سائنس کے طریقہ سے رسائی تو بہت دور کی بات ہے. وہاں کے معاملات معلوم کرنے کے لئے اور اعلی درجہ کی صلاحیت کی ضرورت ہے جو اپنے جوہر میں طبیعاتی اور مادی نہ ھو. تب ہی وہ وہاں تک شائد رسائی حاصل کر سکے. وہ کیسی قوت ہو سکتی ہے اسکی معلومات ہمیں کچھ قران کریم سے ملتی ہیں.

سُورَةُ بَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡل / الإسراء

بِسۡمِ ٱللهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ

سُبۡحَـٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلاً مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا ٱلَّذِى بَـٰرَكۡنَا حَوۡلَهُ ۥ لِنُرِيَهُ ۥ مِنۡ ءَايَـٰتِنَآ‌ۚ إِنَّهُ ۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہؑ (محمد ﷺ) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ سے) مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرد اگر ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلاویں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

پھر کہا کہ: وَلَقَد رَاٰہُ نَزلَۃً اُخرٰی۔عِندَ سِد رَۃِ المُنتَھٰی۔ عِندَھا جَنَّۃُ المَاوٰی۔ اِذ یَغشَی السّدرَۃَ مَا غشٰی۔ مَازَاغَ البَصَرُوَمَا طَغٰی۔ لَقَدرَاٰی مِناٰیٰتِ رَبّہِ الکُبرٰی (النَّجم:۱۳۱۸-)

”جو کچھ انہوںؑ نے اپنی نگاہوں سے دیکھا اور اس کو ان کے دل نے جھٹلایا نہیں۔ لوگو! کیا تم ان چیزوں کے بارے میں ان سے جھگڑتے ہو جو وہ دیکھتے ہیں اور بلاشبہ ان کا یہ مشاہدہ (پہلی بار نہیں ہوا) ایک مرتبہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔ سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔ اسی (سدرۃ المنتہٰی) کے پاس جنت الماویٰ ہے جبکہ اس بیری کے کے درخت کو ڈھانپے ہوئے تھا جو ڈھانپے ہوئے تھا۔ نگاہ کج نہیں ہوئی اور نہ ہی اس نے حد سے تجاوز کیا۔ بے شک انہوں نے اپنے رب کی عظیم ترین نشانیوں کا مشاہدہ کیا“۔

جدید دور میں انسان نے چاند تک سفر کرنے کے بعد دیگر سیاروں کو تسخیر کرنے کے لئے بھی کمر کس رکھی ہے لیکن جدید ترین ٹیکنالوجی کے باوجود انسان روشنی کی رفتار (186,000 میل، یعنی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ) کے مطابق سفر نہیں کر سکتا۔ روشنی کی رفتار کو حاصل کرنے میں کئی رکاوٹیں ہیں۔ 1905ء میں جدید دنیا کے سائنس دان البرٹ آئن سٹائن نے Theory of Relativity پیش کی۔ اس تھیوری میں آئن سٹائن نے واضح کیا کہ Time and Space کی تمام مشکلات اس نظریے کے مکمل ادراک کے بغیر سمجھنا ممکن ہے۔

آئن سٹائن برسوں سوچ بچار اور تحقیق کے بعد اس نکتہ پر پہنچا کہ روشنی کی 90٪ رفتار سے سفر کرنے والے جسم کا حجم نصف رہ جاتا ہے اور اس کے ساتھ وقت کی رفتار بھی نصف رہ جاتی ہے۔ اس کو سادہ مثال سے لیں کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے خلائی جہاز میں جو روشنی کی 90٪ فیصد رفتار سے دس سال سفر کرے تو اس شخص پر زمین کے مقابلے میں فقط 5 سال گزریں گے۔ اس کی وجہ یہ کہ انسانی جسم کے اس قدر تیز سفر کرنے سے انسان کا مکمل نظام تنفس آہستہ ہو جائے گا اور اس پر وقت کم گزرے گا۔ اس نظریے کو سائنس جاننے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں، مکمل تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس نظریے کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ "اگر کوئی شخص روشنی کی رفتار سے سفر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس پر وقت بالکل رک جائے گا"۔ اگرچہ اس رفتار سے سفر کرنا انسان کے اختیار میں نہیں

لیکن اللہ کریم جو وقت، رفتار، روشنی اور مکاں کا خالق ہے وہ اگر اپنی قدرت خاص سے کسی کو اس رفتار سے سفر کروادے تو اس شخص پر وقت تھم جائے گا۔

اب اس نکتے کو ذہن میں رکھیں اور آیات واحادیث کا مطالعہ کریں تو ہمیں واقعہ معراج کچھ اس طرح سے ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ براق (برق کی جمع اور برق عربی زبان میں بجلی، روشنی کو کہتے ہیں) پر سواری فرمائی۔ معراج کی رات بیت الحرام سے بیت المقدس۔ بیت المقدس میں امامت۔ بیت المقدس سے ہر آسمان سے ہوتے ہوئے سدرۃ المنتہی۔ جنت و دوزخ کا معائنہ۔ پھر وصل الٰہی کا سفر۔ واپس تشریف آوری ہوئی تو وضو کا پانی ابھی بہہ رہا تھا اور بستر بھی گرم تھا۔

اتنے کم وقت چند سیکنڈ یا منٹ میں لاکھوں کروڑوں میل بلکہ نوری فاصلوں کا سفر کیسے ممکن ہو گیا۔ آئن سٹائن کا نظریہ ہمیں یہ معجزہ سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے کہ اگر انسان نوری رفتار سے سفر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس پر وقت تھم جائے گا۔ اور یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ معراج کے لیے برّاق کو بھیجا گیا۔ عربی میں برّاق برق کی جمع ہے اور عربی جمع کا کم از کم اطلاق تین کے عدد پر ہوتا ہے۔

لہذا اگر زیادہ نہ سہی برّاق کو تین برق ہی مان لیا جائے اور برق کا مطلب روشنیLight ہے۔ اور روشنی یا نورLight کی رفتار 186,000 میل فی سیکنڈ بنتی ہے۔ اور اس کو برّاق پر قیاس کرتے ہوئے 3 سے ضرب دے دیں تو یہ رفتار 558,000 میل فی سیکنڈ بنے گی۔ گویا سیاحِ لامکاں ﷺ کی سواری کی کم از کم رفتار 558,000 میل فی سیکنڈ تھی۔

البرٹ آئن سٹائن کی تھیوری آف ریلیٹیویٹی کی اس تھیوری کو سامنے رکھیں اور احادیث و واقعاتِ معراج کا سائنسی مطالعہ کریں تو اس جدید نظریہ کی بنیاد پر بھی اسلام اور واقعاتِ معراج کی سچائی واضح ہوتی ہے، خاص کر معراج کے اتنے بڑے واقعے میں صرف چند سیکنڈ یا منٹ کیسے لگے، رسول اللہ ﷺ کے لئے وقت کیسے تھم گیا تھا۔

اگرچہ یہ معجزہء نبوی ﷺ ہے اور معجزہ عقل سے محال شے کو کہتے ہیں لیکن اس کے باوجود کسی حد تک سمجھنے میں آئن سٹائن کی تھیوری بہت اہمیت کی حامل ہے

ایک چیز کو ننگی آنکھ سے دیکھنے کے بعد پھر سائنس کی مدد سے بہت دور دراز سے دیکھنے کی صلاحیت کے بعد کائنات کے معائینہ کے لئے انسان کو تیسری قسم کی صلاحیت درکار ہے. ریفرنس

https://www.urdusafha.pk/waqiyah-e-miraaj-aur-theory-of-relativity/

سائنس دین بر حق کی سوفی صد موافقت کرتی ہے اور کرتی رہے گی. میری یہ رائے مصنف کی رائے کے بر عکس ہے کہ سائنس مذھب کو سمیٹ دے گی. سٹیفن گولڈ کی رائے کہ دونوں مذھب اور سائنس کا دائر کار الگ الگ ہے. جونان اور لیپنگ ہے. درست ہو سکتا ہے مگر اس اضافہ کے ساتھ کہ سائنس دین مبین کا سب سیٹ ہے. سائنس دین مبین کی حریف نہیں حلیف ہے. یہاں میں نے دین مبین کا لفظ استعمال کیا ہے مذہب کا نہیں

انسان کا اپنی کوشش سے حاصل کردہ کسی بھی علم خواہ وہ سائنسی علم ہی کیوں نہ ہو سے بھی بلند علمی صلاحیت کی موجودگی کا پتہ قران کریم کی اس آیت سے بھی ملتا ہے

سلیمانؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل دربار تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس (بلقیس) کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آویں حاضر کر دے۔(۳۸) ایک قوی ہیکل جن نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور میں طاقت رکھتا ہوں امانت دار (بھی) ہوں۔(۳۹) جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس (علم والے) نے (اس جن سے) کہا کہ میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کر سکتا ہوں جب سلیمانؑ نے اس کو روبرو دیکھا تو (خوش ہو کر شکر کے طور پر) کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا (خدانخواستہ) ناشکری کرتا ہوں.

سائنٹیفک ریسرچ میں خدا کو مفروضہ بنانا کیسا ہے

مفروضہ کہتے کس کو ہیں

سائینسی ریسرچ کے دائرہ کار میں مفروضہ ایسے خیال کو کہا جاتا ہے جس کی حقیقت کو تجربہ کی مدد سے جانچا جا سکے. تجربے کے بعد مفروضے کا اقرار یا انکار کیا جاتا ہے جس سے کسی نظریے کو وجود ملتا ہے اور اس عمل کو ریسرچ کا نام دیا جاتا ہے.

منکر خدا دہریہ وکٹر جے سٹنگر جس نے God: The failed Hypothesis نامی کتاب لکھی. اسکا کہنا ہے

" I applied the scientific process of hypothesis to the question of God."

اس کا کہنا ہے کہ میری کتاب پر تواتر کے ساتھ جو اعتراض اٹھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ خدا کا وجود کسی سائنس کے مفروضہ کی بنیاد نہیں بن سکتا مگر میں کہتا ہوں کہ بن سکتا ہے

اپنی بات کی دلیل میں وہ لکھتا ہے

ا. سائنسی طریقہ کار جو پروفیشنل سائنسدان اختیار کرتے ہیں وہ ان تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں کسی بھی چیز کے مشاہدہ کے متعلق کوئی بھی سوال شامل کیا جاسکتا ہے.

۲. اسکا مزید کہنا ہے کہ انسانی دماغ کسی آبجیکٹ کی تصویر کو محفوظ کرتا ہے وہ وقت، سمت یا انرجی کو محفوظ نہیں کرتا لہٰذا ہمیں یہ کمیتیں اس آبجیکٹ کے ساتھ تفویض کرنی ہوتی ہیں تب یہ آبجیکٹ ماڈل کہلاتا ہے.

۳. سائنس تو صرف ماڈل کو حق بجانب تسلیم کروانے کے لئے اسکی تاویل کرتی ہے یا اسکو واضح کرتی ہے.

. سائنس کی تھیوری ایک ماڈل ہی ہوتی ہے جسکو بہت سارے لوگ قبول یا مسترد کرتے ہیں

خدا بھی ایک ماڈل ہے مذھب بھی منوانے کے لئے یہی طریقہ اختیار کرتا ہے مگر مذہب میں بہت سارے لوگوں کا اتفاق رائے نہیں ہوتا بلکہ یہ اتفاق رائے ایک اتھارٹی کے دباؤ پر پیدا کیا جاتا ہے. زمانہ قدیم سے لوگ خدا کا تصور اسکی صفتوں کی وجہ سے کرتے آئے ہیں. وہ صفتیں جنکا وہ ادراک رکھتے تھے.

خدا اور روحوں نے آبجیکٹ کی شکل اختیار کی جیسے سورج چاند جانور اور انسان. جیسے قدیم مصریوں کے خدا جانوروں کی شکل کے ہوتے تھے. یا یونانیوں کے خدا انسان کی شکل کے نامکمل اور غیر فانی ہوتے تھے

مصنف کہتا ہے اسی طرح یہودیت عیسایت اور اسلام کا خدا ایک طاقتور مرد خدا ہے جو مطلق العنان ہے اور اپنی رعایا پر حکومت کرتا ہے

خدا کے یہ ماڈل اپنے اپنے زمانے کے کلچر کی پیداوار ہیں.

وکٹر جے سٹنگر کا کہنا ہے یقین اور ایمان کو ایک طرف رکھیں تو جو خدائی ماڈل کم از کم شواہد پر پورا نہیں اترتا اسکو رد کر دینا چاہیے.

خدا جس کا ذکر ہو رہا ہے اسکو ماڈل ہی سے جانچا جا سکتا ہے اس سے فرق نہیں پڑتا اصل اور ماڈل میں کیا فرق ہے. آخر لوگ خدا کو اسکی صفتوں ہی سے تو پہچانتے ہیں جنکی سمجھ انکو ہوتی ہے. (تو کیا پھر ٹیسٹ کے لئے خدا کی جگہ پر صفتوں کو مفروضہ بنالیا جائے)

سب سے عام خدائی ماڈل ایک ذاتی خدا کا ماڈل ہے جو لوگوں کی دعائیں سنتا ہے. ایسے خدا کی بہت سارے کنٹرول تجربات میں تصدیق نہیں کی جا سکی پس ثابت ہوا کہ ایک مذھبی آدمی اسکے آگے دعائیں مانگ کر اپنا وقت ضائع کر رہا ہے. اگر ایسا خدا ہوتا تو جو دنیا میں ماضی میں آنے والے بڑے زلزلہ کا پتا مل چکا ہوتا نوح کی کشتی کے آثار مل گئے ہوتے. کائنات انسان کے لئے اتنی آسان ہوتی کہ وہ ایک سیارے سے دوسرے سیارے پر با آسانی آ جا رہا ہوتا انسان وہاں زندہ بھی رہ سکتا بلکہ خلا میں بھی زندہ رہ سکتا. صرف گناہگار لوگ بیمار ہوتے برق گرتی تو صرف برے لوگوں پر اور گرجا کی راہبائیں کسی جہاز کے کریش ہونے پر زندہ بچ جایا کرتیں. نیک لوگوں کے ہاتھوں معجزے رونما ہوتے. کیونکہ یہ سب کچھ تو نہیں ہو رہا لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے ہونے کا مفروضہ غلط ہے. ان مفروضوں کو ہمارے مشاہدات اور سائنس کے آلات غلط ثابت کر رہے ہیں.

قرآن کریم میں بیان ہے فرعون نے بطور استہزا کہا آے ہامان ذرا سیڑھی لانا میں اس پر چڑھ کر آسمان میں موسیٰ کے خدا کو دیکھوں. پوری کائنات کی ایک ایک چیز پکار پکار کر اپنے رب کی شان بیان کر رہی ہو گواہی دے رہی ہو پھر بھی اگر مشائدہ کرنے والا اندھا ہو تو وہ کون سی سیڑھی یا تجربہ ہو گا جس سے وہ خدا کے ہونے کا

اقرار کرے گا. اللہ پر ایمان لانے کا معیار ہی کچھ اور ہے یعنی ہدایت اللہ ہی کے اذن سے ملتی ہے نہ کہ تجربات کرنے کے بعد. ایسی حرکت سیڑھی لگا کر خدا کو دیکھنے کے اقدام سے کم مضحکہ خیز نہیں. جب قرائن ہی پر اعتماد کرتے ھوے یقین کر لیا تو کیا اس کے بعد کسی نے اپنے باپ کو بطور مفروضہ فرض کر کے پھر اسکو ثابت کیا ہے.

قران کریم نے بیان فرمایا ہے

سورۃ الرّعد

اور یہ کافرلوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں۔(۲۷)

سورۃ فاطِر

تو کیا ایسا شخص جسکو اس کا عملِ بد اچھا کر کے دکھایا گیا پھر اس کو اچھا سمجھنے لگا(یعنی کافر) اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے(یعنی مومن) کہیں برابر ہوسکتے ہیں سو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے اللہ کو ان کے سب کاموں کی خبر ہے۔(۸)

Scientific hypothesis, the scientific method requires that one can test it..

جس چیز کو ٹیسٹ ہی نہیں کیا جا سکتا اسکا مفروضہ کیونکر بن سکتا ہے

A hypothesis is a suggested solution for an unexplained occurrence that does not fit into current accepted scientific theory. The basic idea of a hypothesis is that there is no pre-determined outcome. **For a hypothesis to be termed a scientific hypothesis, it has to be something that can be supported or refuted through carefully crafted experimentation or observation.** This is called falsifiability and testability, an idea that was advanced in the mid-20th century a British philosopher named Karl Popper, according to the Encyclopedia Britannica

Encyclopedia BritannicaGod as a hypothesis, a scientific theory to be studied by the methods of empirical science (and rejected if no clear evidence is found) is neither a sensible nor a productive way to approach the Divine. Indeed, as several authors have observed, it is tantamount to blasphemy. ……….

However, the overwhelming majority of science-religion philosophers disagree with the premise that God is subject to scientific experimentation, or that a scientific examination of God is a

worthwhile approach. As Catholic philosopher John Haught observes, "thinking of God as a hypothesis reduces the infinite divine mystery to a finite scientific cause, and to worship anything finite is idolatrous" [Haught2008, pg. 43]. Similarly, British philosopher-theologian Keith Ward notes that "the question of God is certainly a factual one, but certainly not a scientific one." Instead, "[i]t lies at the very deep level of ultimate metaphysical options"

https://www.sciencemeetsreligion.org/theology/god-hypothesis.php

My understanding is that a hypothesis is not scientific unless there is a way to sufficiently test it.

Is it ever acceptable to present a hypothesis that cannot be sufficiently tested?

I can imagine a situation where one has a hypothesis (A) that

can be sufficiently tested via available research methods (e.g. a questionnaire) and another (B) that can only be sufficiently tested via other research methods that you do not have the resources to conduct (e.g. Face-to-face interviews).

Would it be

Acceptable to partially test for hypothesis B and collect some preliminary data for it in this fictitious questionnaire, despite knowing that this would be an imperfect test? But then, if the testing method is imperfect, would this truly be considered a hypothesis or something else?

https://academia.stackexchange.com/questions/76645/hypotheses-that-cannot-be-sufficiently-tested

قران کریم سے پتا چلتا ہے کہ ماضی میں بھی قومیں اور لوگ خدا کے ہونے کا ثبوت پیغمبروں سے مانگا کرتے تھے.

سورۃ البَقَرَة

اور جب تم لوگوں نے (یوں) کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے یہاں تک کہ ہم (خود) دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر سو (اس گستاخی پر) آپڑی تم پر کڑک بجلی کی اور تم (اس کا آنا) آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ (۵۵) پھر ہم نے تم کو زندہ کر اٹھایا تمھارے مر جانے کے بعد اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے۔ (۵٦)

اللہ کو پہچاننا ہے تو اسکی نشانیوں سے پہچانا جائے جو پوری کائنات میں ہر طرف بکھری پڑی ہیں. خود رب کریم کی ذات

کو پرکھ کے لئے کسی سائنس کا مفروضہ بنانا گستاخی اور فعل بد ہے.

کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا۔ (۷۷) اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں کون زندہ کرے گا۔ (۷۸) آپ جواب دے دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں پیدا کیا ہے اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے.

جواب

ا. پہلی بات تو یہ ہے کہ رب کریم کی ذات اپنے ثابت ہونے کے لئے کسی انسانی سائنس کے تجربہ کا ماڈل نہیں بن سکتی. وہ آبجیکٹ کی خصوصیات سے پاک ہے، اسکا فرمانا ہے کہ اس جیسی کوئی چیز نہیں جس پر انسان اسکو قیاس کر سکے تو تجربے کس پر کرے گا. اسکی صفات ہیں اور اسکی نشانیاں ہیں جن سے انسان اپنے رب کا ادراک کر سکتا ہے مگر ان صفات کو ماڈل تصور کر کے انکے جھوٹا یا سچا ہونے کا فیصلہ انسان اپنے تجربات کی بنا پر نہیں کر سکتا کیوں کہ انسان عقل کل نہیں ہے کہ اللہ کی ان منشاؤں کو سمجھ سکے. اگر تمام انسان ملکر بھی دعا کریں اور خدا انکی دعا رد کر دے تو بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا نہیں ہے. خدا کے لئے اپنے ہونے کے ثبوت کے طور پر کائنات کو اور اس میں موجود ہونے والے واقعیات کو انسان کی تسلی اور خواہش کے مطابق بنانے کی کوئی مجبوری نہیں. ایسے بے تکے مطالبات تو ماضی میں لوگ کرتے تھے جسے شواہد مصنف نے خدا کو تسلیم کرنے کے لئے طلب کئے ہیں.

. اللہ تعالی کی ذات کو مشرکوں کے بتوں اور یونانی دیومالائی کرداروں کے برابر ایک ماڈل کی قطار میں پرکھنے کے لئے کھڑا نہیں کیا جا سکتا. یہ دانستہ کی جانے والی گستاخی ہے. اللہ تعالی کی ذات بلند اور ممتاز ہے اور کوئی اسکا ثانی ہو ہی نہیں سکتا اور خاص طور پر جھوٹے خدا.

کیا انسان کی سمجھ کے لئے قران کریم نے جن نشانیوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اللہ پر یقین لانے کے لئے کم ہیں یا انمیں حیرت کی کوئی کمی ہے کہ وہ دیگر نشانیاں طلب کرتا ہے

سورة البَقَرَة

اور (بعضے) جاہل یوں کہتے ہیں کہ (خود) ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتے اللہ تعالیٰ یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آجاوے اس طرح وہ (جاہل) لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں جو ان سے پہلے ہو

گزرے ہیں ان ہی کا سا (جاہلانہ) قول ان سب کے قلوب (کج فہمی میں) باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ہم نے تو بہت سی دلیلیں صاف صاف بیان کر دی ہیں (مگروہ) ان لوگوں کے لیے (نافع) ہیں جو یقین (حاصل کرنا) چاہتے ہیں۔(۱۱۸)

سورة البَقَرَة

بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں (اور اسباب) لے کر اور (بارش کے) پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو ترو تازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید (اور معلق) رہتا ہے دلائل (توحید کے موجود) ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقلِ (سلیم) رکھتے ہیں۔

سورة القَصَص

اور (دلائل موسویہ دیکھ کر سن کر) فرعون کہنے لگا کہ اہل دربار مجھ کو تمہارا اپنے سوا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا تو اے ہامان تم ہمارے لیے مٹی (کی اینٹیں بنوا کر ان) کو آگ میں (پزاوہ لگا کر) پکواؤ پھر ان پختہ اینٹوں سے میرے واسطے

ایک بلند عمارت بنواؤ تاکہ میں (اس میں چڑھ کر) موسیٰؑ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو (اس دعویٰ میں کہ میرے سوا کوئی اور خدا ہے) موسیٰؑ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

سورة السَّجدَة

وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا زبردست رحمت والا۔(٦) جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔(٧) پھر اس کی نسل کو خلاصہ اخلاط یعنی ایک بے قدر پانی سے بنایا۔(٨) پھر اس کے اعضاء درست کیے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو (یعنی نہیں کرتے)۔(٩)

سورة ٱلدَّهۡر / الإنسَان

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا) ۔(١) ہم نے اُس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں تو (اسی واسطے) ہم نے اسکو سنتا دیکھتا (سمجھتا) بنایا۔(٢) ہم نے اُسکو (بھلائی بُرائی پر مطلع کرکے) رستہ بتلایا (یعنی احکام کا مخاطب بنایا پھر) یا تو وہ شکر گزار (اور مومن) ہو گیا یا ناشکر (اور کافر) ہو گیا۔

سورة الحدید

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہے قبل اسکے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔(۲۲) (یہ بات) بتلا اس واسطے دی ہے تا کہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اسپر رنج (اتنا) نہ کرو اور تا کہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔(۲۳)

In his classic Book of Animals, al-Jahiz, a prominent Muslim scholar of the ninth century, writes, reflecting the unique Islamic view of reality, that the miracles (signs) of Allah's creation are as manifest in the most insignificant as in the grandest. "I would have you know that a pebble proves the existence of God just as much as a mountain, and the human body is evidence as strong as the universe that contains our world: for this purpose the small and slight carries as much weight as the great and vast."

سورة الذّاریات

اور یقین لانے والوں کیلئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔(۲۰) اور خود تمہاری ذات میں بھی اور کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔(۲۱)

One of His signs is that He created you from dust and—lo and behold!—you became human and scattered far and wide. Another of His signs is that He created spouses from among yourselves for you to live with in tranquility: He ordained love and kindness between you. There truly are signs in this for those who reflect. Another of His signs is the creation of the heavens and earth, and the diversity of your languages and colors. There truly are signs in this for those who know. Among His signs are your sleep, by night and by day, and your seeking His bounty. There truly are signs in this for those who can hear. Among His signs, too, are that He shows you the lightning that terrifies and inspires hope; that He sends water down from the sky to restore the earth to life after death. There truly are signs in this for those who use their reason.[51]

We shall show them Our signs on the far horizons and in themselves, until it becomes clear to them that this is the Truth. Is it not enough that your Lord witnesses everything?[54]

Highlighting the signs of God's work in nature is the primary and most powerful rational method of confirming the existence of the Creator. Ibn Taymiyyah writes, "Affirming the Creator by means of signs is an obligation, as it has been revealed in the Quran and Allah has made it instinctual to his servants. Though deductive arguments may be correct, their usefulness is lacking."[55] More complicated philosophical arguments, while not necessarily incorrect, are not as potent since most common people are not trained in the terminologies and methods of philosophical argumentation. In the same passage, Ibn Taymiyyah goes on to criticize the arguments of Ibn Sīnā (d 1037), Al-Rāzī (d. 1210), and others who put forth purely philosophical arguments for the existence of God, which were weak or ineffective in his estimation.

Along these lines, the great Imāms were often asked why they believed in the Creator in the first place, and they would respond by calling attention to the signs of God.

Imām Mālik (d. 795) was asked by Caliph Hārūn Rashīd about the existence of the Creator, and Mālik told him to seek evidence in the different languages, different voices, and different melodies of creatures.[56]

Imām Al-Shāfi'ī (d. 820) was asked about the existence of the Creator and he replied, "The leaves of a berry bush all have one taste. Worms eat it and produce silk. Bees eat it and produce honey. Goats, camels, and cows eat it and deliver offspring. Deer eat it and produce musk. Yet, all of these come from one thing."[57] The simple miracle of the leaves of a bush, and every other miracle it produces, indicates that it was designed for this very purpose.

Imām Aḥmad (d. 855) was asked about the existence of the Creator and he replied, "Consider a smooth, impenetrable fortress without any doors or exits. The outside is like white silver and the inside is like pure gold. It is built in this way and, behold! Its walls crack and out comes an animal hearing and seeing with a beautiful shape and a pleasant voice."[58] Aḥmad was referring to the natural wonder of a baby chick emerging from her mother's egg.

The powerful evidence contained in God's signs requires no specialized philosophical training or knowledge to understand them and believe in them.

As we have said, it is natural and intuitive to recognize them. In a well-known story, a Bedouin—a member of the nomad tribes who were usually illiterate—was once asked about the existence of the Creator and he replied, "Glory be to Allah! The camel's droppings testify to the existence of the camel, and the footprints testify to existence of the walker. A sky that holds the stars, a land that has fairways, and a sea that has waves? Does not all of this testify to the existence of the Kind, the Knowing?"[59]

The simplicity of the teleological argument was even put into pithy poetic verse by Ibn Mu'taz (d. 908):

Strange how the God is disobeyed,

And strange the dispute of the disputer (jaḥid),

In everything there is a sign,

To show that He is One (Waḥid).[60]

After mentioning all of these anecdotes in his exegesis, Ibn Kathir (d. 1373) further comments:

The running rivers that travel from area to area with benefit, and what Allah has produced from the earth of various animals and plants of different tastes, scents, shapes, and colors, and the unity of the soil and water; all this demonstrates the existence of the Creator and His awesome power, His wisdom and mercy with His creation, His kindness, good treatment, and benevolence with them. There is no God besides Him. There is no Lord like Him. I depend upon Him and I turn to Him. The verses in the Quran indicating this are very plentiful.[61]

https://yaqeeninstitute.org/justin-parrott/the-case-for-allahs-existence-in-the-quran-and-sunnah/#.XiFbZshKgdU

اہل ایمان کے عقائد پر کفّار جدید کے وار

اپنی کتاب کے باب سوم کا عنوان مصنف رچرڈ ڈاکنز نے " وجود خدا کے حق میں دلائل " رکھا اور کوشش کی خدا پر ایمان رکھنے والے جو بھی خدا کے ہونے کا جواز پیش کرتے ہیں انکو وہ اپنے مطابق گھٹا بڑھا کر یا طنز و مزاح کے ساتھ بیان کرے. کچھ دلائل ایسے بھی ہوں گے جنکا تذکرہ کرنے کو اس نے دانستہ چھپا لیا ہو یا ایسے دلائل بھی ہونگے جنکا اسے علم ہی نہ ہو.

ظاہر ہے ان دلائل کے تذکرے کے بعد خدا کے ہونے کے دلائل کو رد کرے گا اور جہاں وہ ایسا نہیں کرسکے گا تو وہ اپنی تاویلیں دے گا اور شک پیدا کرے گا.

اس تمام عمل میں اس نے قران کریم سے استفادہ نہیں کیا لہذا اسکے علم میں ایک بہت بڑا سقم ہے کیونکہ وہ قران کریم کو بھول گیا جس میں اللہ تعالی نے وجود باری کے بارے میں انسانوں کے اشکال کا خود جواب دیا ہے اور احادیث نبوی نے انکی تشریح کی ہے.

سب سے پہلے کفّار جدید کے نمائندہ نے ان دلائل کا ذکر کیا ہے جو اہل ایمان پیش کرتے ہیں انکو مختصر جان لیا جائے.

اسکا کہنا ہے

ا. آکوئیناس نے 13ویں صدی میں خدا کے

وجود کے سلسلے میں جو "ثبوت" لکھے ان سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ان دلائل کا کھوکھلا پن با آسان ظاہر ہو جاتا

ہے۔پہلے تین تو ایک ہی بات کو مختلف

انداز سے کہنے کے طریقے ہیں، اوران کا جواب ایک ساتھ دیا جاسکتا ہے۔ تمام "ثبوت" الٹی چال کے پیش نظر لکھے

گئے ہیں۔ ہر جواب ایک اور سوال کو جنم

دیتا ہے اور یہ لامتناہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

.1ساکت محرّک۔) (The Unmoved Mover۔کسی سابقہ محرّک کے بغیر کوئی چیز حرکت میں نہیں آتی۔

اس منطق کے نتیجے میں ہم الٹے قدموں ایک "الٹ چال" پر چل پڑتے ہیں، جس سے فرار پانے کے لئے ہمیں

"خدا" کا سہارا لیناہی پڑتا ہے۔اور ہم کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ کہیں تو کسی نے سابقہ محرّک کے بغیر پہلی حرکت کی

ہو گی۔ محرّک کے بغیر حرکت کرسکنے والی یہ جنس "خدا" ہے۔

.2 'بے سبب علت' (The Uncaused Cause۔کوئی چیز خود سے اپنا سبب نہیں ہوتی۔ ہر اثر کا کوئی سابقہ سبب

ہو تا ہے۔اور ہم پھر الٹ چال کی طرف دھکیل دئے جاتے ہیں۔اس تسلسل کا اختتام پہلے سبب) First Cause (

پر ہو تا ہے، اور یہ پہلا سبب خدا ہے۔

.3سماوات سے دلیل۔) The Cosmological Argument (۔ایسا کوئی وقت رہا ہو گا جب کسی مادی شے کا

وجود نہیں تھا۔لیکن اب چونکہ مادی کائنات موجود ہے، کوئی غیر مادی ہستی پہلے سے موجود ہوئی ہو گی جس نے اس

مادی کائنات کو بنایا۔اور اس ہستی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز ان دلیلوں کو رد کرنے میں ناکام ہے. اسکا جواب سن لیجئے

" آیئے لامتناہی الٹ چال اور اس کے اختتام تک پہنچنے کے لئے خدا کا نام لینے کی عدم ضرورت کی طرف واپس چلتے ہیں۔ اس سے زیادہ کفایت شعاری تو یہ ہو گی کہ ہم Big Bang کے نقطہ واحد یا کسی اور ان دیکھے طبیعیاتی عمل کو اس تمام کار فرمائی کا ذم دار ٹھہرا دیں۔ اس کو 'خدا' کہنا نہ صرف مدد گار نہیں بلکہ فساد برپا کرنے والی غلط فہمیوں کا موجب بھی ہے۔"

خدا کے وجود کے تو تھیلس سقراط افلاطون ارسطو اور پلوٹینس جیسے جید فلاسفر بھی قائل تھے جب کچھ بھی نہ تھا تو خدا واحد تھا.

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے

إِنَّ رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالأَمْرُ تَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

سورۃ الأعراف

بے شک تمھارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ (شب) اس (دن) کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں

کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہی خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں۔(۵۴)

آپ ان نام نہاد عالم اور ماہر کہلانے والے ملحدوں اور دہریوں کی عقل کا اندازہ انہی کی تحریروں سے لگالیں. انہی کے الفاظ درج ہیں

"4.درجات سے دلیل۔) The Argument from Degree (۔ہمارا مشاہدہ ہے کہ دنیا کی چیزوں میں فرق ہے۔مثال کے طور ہر، اچھائی یا کمال کے درجات ہیں۔ لیکن ہم ان درجات کی پہچان کسی آخری حد کمال یا حد غایت (perfection) سے موازنہ کی بنیاد پر ہی کر سکتے ہیں. انسان کیوں کہ اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی لہٰذا یہ حد انسانوں پر مبنی نہیں ہو سکتی. کوئی اور حد غایت ہو گی جو درجہ کمال کا معیار متعین کرتی ہے. اور ہم اس حد کو خدا کہتے ہیں۔

یہ کیسی دلیل ہے؟یوں تو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لوگ بدبو کے مختلف درجات پر ہوتے ہیں لیکن ان کی بدبو کے درجے کا اندازہ بدبو کی حد سے لگایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا حد کمال بدبو کے کسی دائمی وجود کا ہونا لازم ہے اور اسے ہم خدا کہہ سکتے ہیں۔ اگر آپ کو بدبو کا ذکر ناگوار گزرے تو کسی اور صفت کا استعمال کر لیجئے اور اتنے ہی حماقت خیز نتیجے پر پہنچ جایئے۔"

خبث باطن اور بد اخلاقی کی انتہا ہے. کیا یہ دلیل کا جواب دلیل سے ہے. کیا اللہ کی صفات کی جو کاملیت ہے ان سب کو ایک حرام خور مجرم کی طرح فراموش کر کے آپ اس پاک ذات کی صفات میں بدبو کو شمار کریں اور بھول جائیں کہ وہ رحمان بھی ہے رحیم بھی ہے وہ حد درجہ پاک اور بلند مرتبہ بھی ہے. اسکی صفتوں کی حد کو دیکھنا ہے تو اسکے ننانویں نام

پڑھ لیجئے. کیاوہ فاطر نہیں کیاوہ بدیع نہیں کیاوہ خالق اور یوم حشر کا ملک نہیں. تمام اچھی صفات کی حدیں اسی پر ختم نہیں ہو تیں.

اللہ تعالی کا قران کریم میں فرماناہے

وَلِلّهِ الأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُواْ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَآئِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ.

سورۃ الأعراف

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے **تعلق** بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی۔(۱۸۰)

5.ترتیب سے دلیل۔) The Teleological Argument, or Argument from Design (۔دنیا میں تمام چیزیں، خصوصاً عالم حیات، اشارہ کرتی ہیں کہ ان کو مرتّب (design) کیا گیا ہے۔ کوئی بھی چیز مرتّب نہیں دکھ سکتی اگر وہ حقیقتاً مرتّب نہ ہو۔ ان کو کوئی ترتیب دینے والا ہو گا۔ اور وہ خدا ہے

****

۔ آکوئیناس نے تیر کی مثال دی تھی جو اپنے ہدف کی طرف گامزن ہے، لیکن شاید حدّت پسند طیّارہ شکن میزائل کی مثال بہتر رہتی۔

تمام دلیلوں میں سے صرف ترتیب سے دلیل ہی ہے جو آج بھی استعمال ہو رہی ہے۔ اور اس کے استعمال کرنے والوں کو کامل یقین ہوتا ہے

کہ یہ ملحد کوڈھیر کرنے کے لئے کافی اور موزوں ہے۔ اوائل عمری میں جب ڈارون نے یہ دلیل ولیم پیلی کی (William Paley's Natural Theology میں پڑھی تو وہ بھی بہت مرعوب ہوئے۔ پیلی کی بدقسمتی کہئے کہ بڑی عمر کے ڈارون نے اس دلیل کی دھجیاں بکھیر دیں.

شاید کسی کے استدلال نے کبھی اس سے پہلے مقبول عوام ایمان کو اس بے دردی سے تباہ نہ کیا ہو

۔ یہ اس قدر غیر متوقع تھا۔ ڈارون کی وجہ سے آج یہ کہنا درست نہیں کہ کوئی بھی چیز مرتّب نہیں دکھ سکتی اگر وہ حقیقتاً مرتّب نہ ہو۔ قدرتی انتخاب کے نتیجے میں ہونے والا ارتقاء اپنی انتہا درجے کی پیچیدگی اور نفاست کی وجہ سے دیکھنے میں ترتیب سے متشابہ لگتا ہے۔ اور ترتیب کے اس عکس میں

وہ اعصابی نظام بھی شامل ہے جو دیگر روز مرّہ کے کاموں کے علاوہ حصول مقاصد کی حکمت عملی کا اظہار کرتا بھی نظر آتا ہے جس سے چھوٹے سے چھوٹا کیڑا بھی محض تیر نہیں ایک حدّت پسند میزائل لگتا ہے۔

اللہ تعالی نے تو خود انسان کو ترغیب دی ہے کہ وہ اللہ تعالی کی تخلیق کردہ کائنات کے ایک ایک جزو پر غور و فکر کرے اور دیکھ لے انکو بنانے والا کس شان کا مالک ہے. قدرتی انتخاب سے پیدا شدہ ارتقا بھی تو اسکی کا تخلیق کردہ ہے. منکر مصنف کو یہ جملہ لکھتے ہوے کچھ تو شرم آنی چاہیے تھی. "قدرتی انتخاب کے نتیجے میں ہونے والا ارتقاء اپنی انتہا درجے کی پیچیدگی اور نفاست کی وجہ سے دیکھنے میں ترتیب سے متشابہ لگتا ہے۔" کسی ایک پہلو سے حاصل ہوا لنگڑا لولا علم اور اس پر اتنی اکڑ فوں

اللہ کی تمام کائنات اتنی کامل ہے کہ اس میں کوئی کمی باقی نہیں. اللہ جو ہر روز ایک نئی شان میں ہوتا ہے انسانوں کی شکلوں کو بناتا ہے جس طرح چاہے اور تمام زمانوں میں پیدا ہونے والے بیشمار انسانوں کو انفرادی شناخت عطا کرتا ہے. اللہ اکبر

اسکا فرمان ہے

وہ (خدا) بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۱) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے ۔(۲) جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے تُو خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا سو تو (اب کی بار) پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے (یعنی بلا تامل تو نے بہت بار دیکھا ہو گا . اب کی بار تامل سے نگاہ کر)۔(۳) پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ (آخر کار) نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔(۴)

سورۃ ق   شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ق. قسم ہے قرآن مجید کی۔(۱) بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی (کی جنس) میں سے (کہ بشر ہیں) ایک ڈرانے والا (پیغمبر) آگیا سو کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ (ایک) عجیب بات ہے۔(۲) جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہونگے یہ دوبارہ زندہ ہونا (امکان سے) بہت ہی بعید بات ہے۔(۳) ہم انکے ان اجزا کو جانتے ہیں جنکو مٹی (کھاتی اور) کم کرتی ہے اور ہمارے پاس (وہ) کتاب (یعنی لوح) محفوظ (موجود) ہے۔(۴) بلکہ سچی بات کو جبکہ وہ انکو پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں۔(۵) کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر کی طرف آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسکو کیسا (اونچا اور بڑا) بنایا اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا اور اسمیں

کوئی رخنہ تک نہیں۔(۶) اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جمایا اور اسمیں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں ۔(۷) جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے۔(۸)

۲. وجودیت کی دلیل اور قیاس پر مبنی دلائل اور علمی بد دیانتی

رچرڈ ڈاکنز کا کہنا ہے "خدا کے وجود کے دلائل دو اقسام میں بانٹے جاسکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو تجربے یا مشاھدے سے پہلے بنائے جاتے ہیں، یعنی قیاس پر مبنی ہیں۔ اور دوسرے وہ جو تجربے اور مشاھدے کی بنیاد پر بناے جاتے ہے. انہیں تجربی دلائل کہہ سکتے ہیں."

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نے سب سے اہم قسم کا ذکر نہیں کیا یعنی وہ معلومات جو وحی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں. دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل علم پر بات کرنے کو نظر انداز کر کے اس نے قیاسی دلائل پر لمبا مضمون لکھ دیا. یہ علمی بد دیانتی ہے. گو آگے چل کر اسنے الہامی صحیفوں سے دلیل کی بات بھی کی ہے

استہزا آمیز داستان گوئی اصل ذاتی تجربات اور اثبات خدا کا بیان

اپنے علم پر نازاں یہ ڈاکٹر اور پروفیسر کہلوانے والے منکر خود ہی سوال بناتے ہیں اور پھر خود ہی اپنی مرضی کا جواب پیش کرتے ہیں. اسی طرح کے عنوان " ذاتی تجربہ سے خدا کی دلیل" میں وہ بیان کرتے ہیں.

"میرے کالج کے ہم عصروں میں سے ایک شخص نہایت ہوشیار اور سمجھدار تھا اور مذہبی رجحانات رکھتا تھا۔ ایک بار وہ سکاٹ لینڈ کے جزیروں میں کیمپنگ کرنے چلا گیا۔ رات کے اندھیرے میں اس کی اور اس کی خاتون دوست کی آنکھ ایک آواز کی وجہ سے کھل گئی۔ شیطان کی آواز! شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی؛ یقیناً شیطان کی آواز ہی تھی۔ میرا دوست وہ واقعہ کبھی نہ بھول سکا، اور اس نے رہبانیت اختیار کرلی۔ میں جوان تھا، اور اس کہانی سے بہت مرعوب ہوا۔ میں نے یہ کہانی روز اینڈ کراؤن ان، آکسفورڈ میں ماہرین حیوانیات کی ایک محفل میں سنائی۔ ان میں سے دو

تجربہ کار ماہر پرندتھے، اور وہ دونوں خوب ہنسے اور یک آواز چلّائے: یس کس شیئر واٹر! پھر ان میں سے ایک نے میری معلومات میں یہ بتاکر اضافہ کیا کہ اونام کے پرندے کی شیطان چیخوں کی وجہ سے یہ دنیا کے مختلف کونوں میں شیطان پرندے کے نام سے جانا جاتاہے۔"

بہت سے لوگ خدامیں اس لئے یقین رکھتے ہیں کیونکہ ان کو لگتاہے کہ انہوں نے خدا، یاایک فرشتے کو، یانیلے لباس میں کسی کنواری کواپنی آنکھوں سے دیکھاہے۔ یاوہ ان کے دماغوں میں ان سے مخاطب ہوتاہے۔

آپ کہتے ہیں آپ کو ذاتی طور پر خدا کا تجربہ ہوا ہے ایسا ہے تو پھر ایسے بھی لوگ ہیں جن کو ذاتی طور پر ایک گلابی رنگ کے ہاتھی کا تجربہ ہوا ہے"

کیامذہب کا ذاتی تجربہ یہ ہوتاہے. گمراہ کرتے ہیں یہ لوگ فصول باتوں سے.

خداکے ہونے کا ذاتی تجربہ کیاہوتاہے.

ذاتی تجربہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مجھ جیسے پیچیدہ نظام حیات رکھنے والے انسان کو صرف نو ماہ کی مدت میں مکمل کیا. اسکی پیدائش کے ساتھ ہی اسکے رزق کا بندوبست کیا. دنیامیں مجھے زندہ رکھنے کے لئے ایک پیچیدہ نظام موجود تھا جس میں سورج چاند ستارے سمندر بادل دریاپہاڑ اور میٹھاپانی سب کام میں لگارکھے تھے. پھر اس دنیامیں مجھے بڑا کیا عقل دی فہم وفراست سے نوازااور اختیار دیامیں خدا پر ایمان لاکر اسکا شکر گزار بندہ بنوں یا انکار کروں اور ناشکرا بن جاؤں . ذاتی مشاہدہ تو یہ ہے کہ ہر ہر شے اپنے خدا کی عظمت اور شان بیان کرتی نظر آتی ہے.

خوبیوں والے رب کا قران کریم میں فرماناہے:

وَاللّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لاَ تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ الْسَّمْعَ وَالأَبْصَارَ وَالأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور اس نے تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تا کہ تم شکر کرو۔(۷۸)

قران کے دلائل تو ان سب سے مختلف ہیں. اللہ تعالی نے زمین اور آسمان اور انسان کے پیدا کرنے سے اپنا تعارف کروایا ہے. عدم سے وجود میں لانے والا بھی وہی ہے پھر جو وجود میں لایا ہے اس سے باقی کی سب چیزوں کو تخلیق کرتا ہے اور انکو قائم رکھنے میں انتظام کرتا ہے. جو انسان کو وہ کچھ بتلاتا ہے جو وہ اپنے طور پر نہیں جان سکتا جیسے فرشے، جنات، جنت دوزخ، انسانوں کا نیک اور بد ہونا، قیامت یر یوم حشر اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان، جس میں سے مبرم تقدیر جو اس نے لکھ رکھی ہے تبیل نہیں ہوتی.

اللہ تعالی اپنے بندے کی توجہ کائنات میں موجود اپنی نشانیوں کی طرف دلاتا ہے جسے بادلوں سے پانی کا برسنا اور زمین کی پیداوار کا ان سے نکلنا، رات اور دن کا یکے دیگر بعد آنا، سورج چاند اور زمین کا اپنے اپنے دائروں میں تیرنا اور خود انسان کی پیدائش جس کا پیچیدہ عمل محض نو ماہ میں مکمل ہوتا ہے.

اسکا فرمانا ہے:

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بدون ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان (آسمانوں) کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا ہر ایک ایک وقت معین میں چلتا رہتا ہے وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اور دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کر لو۔ (۲) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس (زمین میں) پہاڑ اور نہریں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے شب کی (تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں۔(۳) اور زمین میں پاس پاس (اور پھر مختلف قطعے ہیں اور

انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعضے دو تنے نہیں ہوتے سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک دوسرے پر پھلوں کو فوقیت دیتے ہیں ان امور (مذکورہ) میں (بھی) سمجھ داروں کے واسطے (توحید کے) دلائل (موجود) ہیں۔(۴)

اور یہ کفاریوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر خاص معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نہیں نازل کیا گیا (حالانکہ) آپ صرف ڈرانے والے (نبی) ہیں اور ہر قوم کے لیے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔(۷) اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے۔(۸) وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا (اور) عالیشان ہے۔(۹) تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب (خدا کے علم میں) برابر ہیں۔(۱۰) ہر شخص (کی حفاظت) کے لیے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کس قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کرلیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔(۱۱) وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھلاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو (بھی) بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں۔(۱۲) اور رعد (فرشتہ) اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور (دوسرے) فرشتے بھی اس کے خوف سے (تسبیح و تحمید کرتے ہیں) اور وہ بجلیاں بھی بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے۔(۱۳) سچا پکارنا اسی کے لیے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کرسکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے تاکہ وہ اس کے منہ تک

(اڑ) کر آجاوے اور وہ اس کے منہ تک (ازخود) آنے والا نہیں اور کافروں کی درخواست (ان معبودانِ باطل سے) کرنا محض بے اثر ہے۔(۱۴) اور اللہ ہی کے سامنے سب سر خم کیے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں۔(۱۵) آپ کہیئے آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے آپ (ہی) کہہ دیجیئے اللہ ہے (پھر) آپ یہ کہیئے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے آپ یہ (بھی) کہیئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہو سکتی ہے یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی (کسی چیز کو) پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے پھر ان کو پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو آپ کہہ دیجیئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہی واحد ہے غالب ہے۔(۱۶) اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے (بھر کر) اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب خس وخاشاک کو بہا لایا جو اس (پانی کے اوپر آرہا) ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور یا اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آجاتا) ہے اللہ تعالیٰ حق (یعنی ایمان وغیرہ) اور باطل (یعنی کفر وغیرہ) کی اسی طرح مثال بیان کر رہا ہے سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے کار آمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح (ہر ضروری مضمون میں) مثالیں بیان کرتے ہیں۔(۱۷)

۲۵) اللہ جس کو چاہے رزق زیادہ دیتا ہے (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں اور دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ نہیں۔(۲۶) اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجیئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں۔(۲۷) مراد

اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں آپ فرما دیجیئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کی طرف اللہ نے انسان کی توجہ دلائی ہے اور اسکو فکر و تدبر کی دعوت دی ہے. یہ ہیں وہ مظاہر قدرت جن کا ہر انسان کو تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے اور اسکی عقل با آسانی اپنے خالق و مالک کو پہچان سکتی ہے اور قلب سلیم سے اس پر ایمان لاتی ہے.

اللہ کی تخلیق اور نظریہ ارتقاء

ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے کٹر پیروکار رچرڈ ڈاکنز کا اپنی کتاب میں کہنا ہے

" میں سمجھتا ہوں کہ اس میری کتاب کا مقصد ہی لوگوں کو الحاد اور دہریت کی راہ دکھانا ہے"

اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ ساری کائنات کو ایک عظیم ہستی نے ایک پر حکمت منشا کے مطابق تخلیق کیا ہے. اس کا ثبوت اس کارخانہ قدرت میں موجود ہر چھوٹی بڑی چیز کے اندر پائی جانے والے اصول اور ان اشیاء کی اس سے موافقت ہے. یہ اللہ تعالی کی نشانیاں کہلاتی ہیں جنمیں غور و فکر اور تحقیق کی دعوت خود قران کریم میں دی گئی ہے. سورج چاند زمین اور دیگر سیاروں کا اپنے اپنے مدار میں گردش کرنا دن اور رات کا آنا جانا موسموں کا بدلنا بارش کا برسنا اور زمین کا فصلیں اگلنا اور مختلف پھلوں اور سبزیوں اور غلہ کا اگنا سب کے پیچھے ایک اصول اور قانون ہے اور ایک مقدار اور اندازہ ہے رب کائنات حکیم اور خبیر کا مقرر کیا ہوا. انسان ان چیزوں کے بارے میں جس قدر تحقیق اور جستجو اور غور فکر کرے گا ورطہ حیرت میں ڈوبتا چلا جائے گا. وہ اللہ کی سنّت میں کوئی تبدیلی نہیں پاۓ گا. وہ سائنس کے مشاہدات کو ہر حال میں قانون قدرت کی موافقت کرتا پائیں گئے کہ سائنس تو قوانین قدرت کی ایک گواہ ہے. اسکے برعکس یہ منکران خدا لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر " قدرتی

انتخاب" نامی ایک بنجر نظریہ بیچنا چاہتے ہیں جس سے انسان اپنے پیدا کرنے والے کی تمام نعمتوں کا کفران کر کے نہ صرف اپنے مرتبہ سے گر جائے بلکہ ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ ہو جائے.

ارشاد باری تعالیٰ ہے

سورۃ حٰمٓ السجدۃ / فُصِّلَت

پھر آسمان (کے بنانے) کی طرف توجہ فرمائی اور وہ (اس وقت) دھواں سا تھا سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔(۱۱) سو دو روز میں اس کے سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم (فرشتوں کو) بھیج دیا اور ہم نے اس کے قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور (استراق شیاطین سے) اس کی حفاظت کی. یہ تجویز ہے (خدائے) زبردست واقف الکل کی۔(۱۲)

سورۃ الحجّ

اور (اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو (بھی) کہ وہ دریا میں اس (خدا) کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں مگر اسی کا حکم ہو جاوے تو خیر. بالیقین اللہ تعالیٰ لوگوں (کے حال) پر بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے۔(٦٥) اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر (وقت موعود پر) تم کو موت دے گا پھر (قیامت میں دوبارہ) تم کو زندہ کرے گا واقعی انسان ہے بڑا بے قدر۔(٦٦)

اللہ کی ہستی کے منکر کہتے ہیں کہ سائنس مذہب کے فریب کا پردہ چاک کرتی ہے. ضرور کرتی ہوگی مگر جھوٹے مذاہب اور جھوٹے خداؤں کا. دین اسلام ہی صرف ایک ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری قیامت تک خود اللہ تعالی نے لی ہے. جس کو کسی بھی قسم کی تشکیک ہے وہ اپنی بات اس دین کے روبرو رکھے. اس پر حق ظاہر ہو جائے گا. اس دین کو کسی بھی طرح دوسرے مذاہب کے زمرے میں شامل نہیں کیا جاسکتا. اسکا اپنا خاص انفرادی پن ہے.

خدا کی تخلیق کے نظریہ کے برخلاف منکران خدا "قدرتی انتخاب" کا نظریہ پیش کرتے ہیں. یہ قدرتی انتخاب ہے کیا.

ڈارون نے اپنی تحقیق اور سوچ بچار کی بنیاد پر ارتقاء کا ایک میکانزم تجویز کیا جسے ڈارون کا نظریۂ ارتقاء یاڈارونزم کہتے ہیں۔۔ڈارون کا نظریہ، ارتقاء کی تشریح کا ایک زبردست نظریہ ہے۔اسے فطری انتخاب(Natural selection) کا نام دیا جاتا ہے۔یہ نظریہ چارلس ڈارون نے 1859 میں اپنی کتاب The Origin of Species میں پیش کیا تھا۔یہ بات معلوم ہے کہ ڈارون اس نظریہ تک کئی سال کی انتھک تحقیق، مطالعے اور غور وفکر کے بعد پہنچا تھا۔اس کی کتاب کا شمار ان کتابوں میں ہوتا ہے جنہوں نے انسانی سوچ کے دھارے کو بدلنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

ڈارون کے نظریہءارتقاء کالب لباب یہ ہے کہ پہلے چند ایک انواع پیدا ہوئیں پھر مختلف انواع واجناس تدریجی ترمیم MODIFICATION کے زیر اثر آہستہ آہستہ تغیر پذیر ہوتی گئیں۔یہ ترمیم باہمی مقابلے کے نتیجے میں واقع ہوئی۔جو افراد، اجناس یا انواع اس باہمی مقابلے میں بدلتے ہوئے حالات کو اپنانے اور نئے تقاضوں کو نبھانے کے اہل

ہوتے ہیں، ان کو بقاء حاصل ہو جاتی ہے اور وہ FIT FOR SURVIVAL یا" بقاکے اہل" قرار پائے۔ اس کے بر عکس جنہوں نے رجعت پسندی کا ثبوت دے کر اپنے آپ کو اس لچک کے نااہل ثابت کیا وہ لقمہء اجل ہو گئے اور وہ UNFIT FOR SURVIVAL "بقاء کے لئے نااہل" کہلائے۔ ردو قبول کا کام نیچرل سیلکشن Natural Selection " قدرت کا چناؤ" کے ہاتھ میں رہا۔ نئے حالات کو اپنانے ADAPTATION "اڈاپٹیشن" اور نئے تقاضوں سے عہدہ براء ہونے کے لئے رنگ، شکل، اعضاء، جوارح، ذہن اور قویٰ پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔ وہ متواتر قویٰ اور تبدیل پذیر ہوتے جاتے ہیں اور جن کا کام ہلکا ہوتا ہے، یا بالکل ختم ہو جاتا ہے، تو وہ کمزور ہو کر آہستہ آہستہ ناپید ہو جاتے ہیں.

قدرتی انتخاب اگر سب سے موزوں ترین مخلوق کی بقا ہو تو بھی ان کے لئے اس بقا کے لئے حالات وقوع پذیر ہونے کے اصول کس نے وضع کئیے. اللہ کا قانون ہے " ہر زندہ نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے" اب آپ دعا سے دوا سے یا کسی بھی اور طریقہ سے جیسے جناٹک کوڈ میں ردوبدل سے کسی کی عمر بڑھا لیتے ہیں تو بھی ایک تو موت سے بچت نہیں اور دوسرا جو کچھ بھی کیا اور ایک نفس وقتی طور پر موت سے بچ گیا تو یہ بھی اللہ کے ازلی علم اور مرضی ہی سے انجام پایا. اضافہ آپکی نظر میں ہے اللہ کو تو پہلے ہی علم تھا کہ اسکی موت دراصل کب ہو گی.

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوے رچرڈ ڈاکنز نظریہ قدرتی انتخاب کو عورتوں کے بارے میں شعور کے ارتقاء سے تشبیہ دیتا ہے. اسکے لئے وہ مثال دیتا ہے کہ ماضی میں زبان میں زیادہ تر مذکر الفاظ استعمال ہوتے تھے اور بقول اسکے اب شعور میں اضافہ کے بعد انسان کو احساس ہوا ہے کہ عورتوں کے حقوق کے بارے میں ایسا کرنے سے ناانصافی برتی گئی تھی. hero , mankind , history , اور اس جیسے کئی دوسرے الفاظ کیا قصداً عورت کے استحصال اور حق تلفی کے لئے استعمال کئے گئے تھے، ہر گز ایسا نہیں تھا، اسکا مقصد ہر گز انسانیت کے آدھے حصّہ

کو انکے ذکر سے محروم کرنا نہیں تھا بلکہ وہ بھی اسی میں شمار متصور تھیں. بات نیت کی ہے کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے انسان کی مختلف زبانوں میں تعصب کی وجہ سے مذکر کا استعمال کیا گیا ہے اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر ہم جس کو تحریک نسواں کی کامیابی اور شعور کی بیداری کا نام دے رہے ہیں ہو سکتا ہے آج کی بیداری شعور کل کو انسانیت کو تقسیم کرنے والا تعصب کہلائے .

نظریہ ارتقاء کو اگر عورتوں کی بیداری کی تحریک ہی کی مثال سے ثابت کرنا ہے تو پھر کچھ ذکر ہم جنس پسندوں کی آپس میں شادیاں رچانے کا بھی کر لیتے ہیں جس کا پہلے دستور نہ تھا مگر اب بہتر قدرتی انتخاب کے نظریہ ارتقاء کے مطابق انسانی شعور نئی بلندیوں کو چھونے لگا ہے. کیا ان شادیوں کی شروعات سے اب موجود نسل انسانی کا پہلے زیادہ بہتر ارتقا ہو گا. نہیں بلکہ نسل کشی ہو گی تو پھر یہ بہتر قدرتی انتخاب کیسے ہو گا. یہ انسانیت کی معراج ہے یا کسی اتھاہ گڑھے میں گرنے والا انحتاط.

بہتر قدرتی انتخاب کی ایک اور جدید مثال لے لیجیے. اب معروضی حالات کیوجہ سے نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد شادی کرنے سے کترانے لگی ہے. خاص طور پر مغرب میں. لہٰذا نوجوانوں کی قابل ذکر تعداد انٹرنیٹ پر پورنوگرافی پر اکتفاء کرنے لگی ہے. یہ انسانیات کی جدید بیماری ہے جس کے اثرات انسانی معاشرہ میں خطرناک طریقوں سے ظاہر ہو رہے ہیں. انسانی معاشرہ بدکار ہو رہا ہے. کوئی محفوظ نہیں حتی کہ نہ معصوم بچہ نہ بچی. کیا یہ بہتر قدرتی انتخاب ہے اور یہ انسانیات کا ارتقاء ہے یا کہ یہ بیماری اور مرض ہے.

رچرڈ ڈاکنز کا کہنا ہے: قدرتی انتخاب کا نظریہ صرف عالم حیات کی وضاحت ہی پیش نہیں کرتا، وہ ہمارے اندر مرتب پیچیدگی کے کسی دانستہ رہنمائی کے بغیر ہی نہایت سادہ شروعات سے پیچیدگی کی حالت تک پہنچنے کے بارے میں سائنس کی قوت وضاحت کے شعور کو بھی جگاتا ہے.

میں کہتا ہوں آپ اپنے شعور سائنس کی قوت وضاحت سے جگاتے ہیں مگر اس ارتقا کے بارے میں قران کریم نے تو چودہ سو سال پہلے فرما دیا تھا: سورة النِّسَاء

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اے لوگوں اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں

اپنی بات کو آگے بڑھتے رچرڈ ڈاکنز کہتا ہے: ڈارون سے پہلے تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ تتلی کے رنگین پر یا عقاب کی آنکھ جیسی چیزیں ہوں ہمیں ظاہری طور پر ترتیب (اللہ تعالی کی تخلیق) کا نتیجہ لگتی تھیں دراصل ایک بہت ہی طویل غیر حادثاتی قدرتی عمل کا حتمی حاصل ہیں."

میں کہتا ہوں یہ قدرت کیا ہوتی ہے قدرت سے اسکی کیا مراد ہے قدرتی عمل کیا ہوتا ہے ایسے ایک یا تمام قدرتی اعمال کی بنیاد کس نے رکھی

خواہ وہ ارتقاء ہی کی راہ سے کیوں نہ ہو کہ اشیا یا حیات اپنی حالتیں بدلتی آ رہی ہو اسکا خالق رب کریم ہی ہے.

سورۃ الحجّ

اے لوگو ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک (ادنیٰ) مکھی کو تو پیدا کر نہیں سکتے گو سب کے سب بھی کیوں (نہ) جمع ہو جائیں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو (تو) اس سے چھڑا نہیں سکتے ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر۔(۷۳) (افسوس ہے) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی تعظیم کرنا چاہیے تھی کہ (اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے) وہ نہ کی (کہ شرک کرنے لگے حالانکہ) اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب (بھی) ہے۔(۷۴)

پھر ان آیات کو پڑھ لیں. یہ قدرتی انتخاب والے کام کا فاعل کون ہے. یہ قدرتی ترتیب کیسے پیدا ہوئی. اب اگر یہ بات تم کو کسی جینٹک کوڈ یا ڈی این اے کی وجہ سے کچھ اور تفصیل سے سمجھ آ گئی ہے تو اسکی وجہ ارتقاء نہیں اللہ ان منشا ہے. جس نے بتدریج اپنے علم میں سے کچھ تم کو تفویض کیا.

سورۃ النّحل

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں (بھی) اور جو لوگ عمارتیں بناتے ہیں ان میں۔(۶۸) پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر. پھر اپنے رب کے راستوں میں چل جو آسان ہیں اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے اس میں (بھی) ان لوگوں کے لیے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں۔(۶۹)

ایسا تو نہیں تھا کہ اپنی سادہ حالت میں شہد کی مکھی پہلے اپنا فعل انجام نہیں دیتی تھی پھر قدرتی انتخاب کے مطابق وہ ایک پیچیدہ حالت کی طرف منتقل ہو گئی اور شہد کے چھتے بنانے لگی اور شہد پیدا کرنے لگی. اور فرض کرو اگر وہ بتدریج بھی ایسا کرتی تو بھی اپنے پروردگار کے چاہنے اور حکم ہی سے ایسا کرتی.

اتنی کھلی نشانیوں کے باوجود منکر خدا ڈارون کے نظریہ ارتقاء بذریعہ قدرتی انتخاب کو حتمی آلہ بیداری شعور خیال کرتا ہے. وہ مرکزی موضوع پر مستحکم دلائل قائم کرنے میں ناکام نظر آتا ہے. سچ یہ ہے کہ جس کو اللہ ہی نور نہ دے اسکے لئے کوئی نور نہیں.

قصّہ بوئنگ 747

یہ دلیل فریڈ ہوییل سے منسوب ہے بہتر ہے اسکو بیان کرنے والے دہریے رچرڈ ڈاکنز کے اپنے الفاظ ہی میں نقل کر دیا جائے تا کہ بات میں کوئی ابہام باقی نہ رہے.

"ہوئیل نے کہا تھا کہ کرّہ اَرض پر زندگی کے پیدا ہو جانے کے امکانات اتنے ہی روشن ہیں جتنے کباڑ خانے سے گزرتی آندھی کے ایک بوئنگ 747 بنانے کے" اس کے بعد اور لوگوں نے بھی اس استعارے کو پیچیدہ حیات کے ارتقاء پر تنقید کرنے کی غرض سے مستعار لیا، خصوصاً جہاں اس کا امکان مشکوک ہو۔ ایک گھوڑے، کیڑے یا آسٹرچ کے مختلف حصوں کو بغیر ترتیب کے پھینٹ دینے سے ایک مکمل طور پر باحرکت گھوڑے، کیڑے یا آسٹرچ کا پیدا ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے کباڑ خانے میں آندھی کے گزرنے سے بوئنگ 747 تعمیر ہو جائے۔ تو یہ ہے تخلیق پسند کی دلیل کا لب لباب۔ ایک ایسی دلیل جو صرف ایسا شخص ہی گڑھ سکتا ہے جو قدرتی انتخاب کے عمل کی ابجد سے بھی ناواقف ہو: جو یہ سمجھتا ہو کہ قدرتی انتخاب اتفاقات کا نظریہ ہے۔ جبکہ اصلیت اس سے بالکل الٹ ہے۔"

بجاے اسکے کہ ڈاکنز بتاتا کہ بغیر کسی خالق کے زندگی زمین پر خود بخود کیونکر وجود میں ائی وہ خدا کو بوئنگ 747 سے بھی پیچیدہ تر ہستی بتاتے ہوے اسکی موجودگی کے امکان کو رد کرتا ہے. یہ سوال گندم جواب چنا والی بات ہوئی. جس چیز کے لوازمات آپکے سامنے ہیں آپ پہلے انکے بارے میں اپنی دلیل تو لاؤ، خدا کتنا پیچیدہ ہو گا یہ زیر بحث بات کا جواب تو نہیں.

آپ خدا کی ذات پر قیاس کرنے چل پڑے کہ وہ کتنی پیچدہ ہو گی لہٰذا نا ممکن ہے کہ ہو. جب خدا کی ہستی کے بارے میں انسان کا علم محدود ہے تو اسکی پیچیدگی کو فرض کر کے اسکے ہونے کو رد کرنا کیا معنی رکھتا ہے.

نا قابل تخفیف پیچیدگی

رچرڈ ڈاکنز اپنے پسندیدہ نظریہ قدرتی انتخاب کے لئے کچھ مثالیں بیان کرتا ہے اسکی ایک مثال کو ادھر بیان کیا جاتا ہے.

"اپنی کتاب خدا ایک مغالطہ میں وہ لکھتا ہے "غیر اغلیت (جسکے وجود کے ہونے کا امکان نہ ہو) کی پہاڑی کا سفر Climbing Mount Improbable " میں میں نے اس نقطے کو ایک کہانی کے ذریعے بیان کیا ہے۔ پہاڑی کی ایک طرف اونچی چٹان ہے جس پر چڑھنا محال ہے، اور دوسری طرف چوٹی تک پہنچنے کے لئے ہموار سطح ہے۔ چوٹی پر کوئی پیچیدہ آلہ پڑا ہے، جیسے انسانی آنکھ یا جرثومے کے سوتے کی موٹر)۔ اس قدر پیچیدہ آلے کے ذریعہ خود سے اپنے آپ کو یکایک ترتیب دے سکنے کے بے معنی خیال کو علامتاًیوں بیان کیا جاتا ہے کہ جیسے کوئی اس پہاڑی کے نیچے کھڑا ہو اور ایک ہی جست میں چوٹی سر کرلے۔ اس کے برعکس، ارتقاء پہاڑی کے عقب میں جا کر آہستہ آہستہ ہموار سطح سے اوپر چڑھتا جاتا ہے اور با آسان چوٹی تک پہنچ جاتا ہے۔ لمبی چھلانگ مارنے کے مقابلے میں ہموار سطح پر چڑھنے کا نظریہ اس قدر سادہ ہے کہ انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ انسانیت کو ایک ڈارون کا انتظار کیوں کرنا پڑا کہ وہ منظر پر نمودار ہو اور اسے دریافت کرے۔ جب تک ڈارون نے یہ نظریہ دریافت کیا، نیوٹن کے "حیرت انگیز سال" کو گزرے دو صدیاں بیت چکی تھیں۔ اگرچہ نیوٹن کے کارنامے بظاہر ڈارون سے زیادہ مشکل تھے۔"

یہاں میں دین اسلام کا نکتہ نظر قران کی آیات کی روشنی میں اسطرح واضح کرنا چاہوں گا.

پہلی بات تو یہ ہے اللہ تعالی ہر بات پر قادر ہے وہ یکدم پیدا فرما دے یا بتدریج کسی چیز کے لئے تخلیق کے مراحل مقرر فرما دے.

اس نے کائنات کو چھ دن میں پیدا فرمایا جبکہ اسکے ایک دن کی مقدار ہمارے ہزاروں سالوں پر محیط ہے. اس نے انسان کو پیدا ہونے کے لئے نو ماہ کی مدت رکھی

سورۃ الأعراف

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر قرار پکڑا رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے وہ اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اپنے حکم کے تابعدار بنا کر پیدا کیے اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہان کا رب ہے (۵۴)

اسکا فرمانا ہے سورۃ الرّعد

اللہ کو معلوم ہے کہ جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں لیے ہوئے ہے اور جو کچھ پیٹ میں سکڑتا اور بڑھتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا اندازہ ہے (۸

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ. یعنی اللہ کے ہاں ہر چیز کی مقدار کا ایک اندازہ مقرر ہے. اسی کے مطابق وہ نازل ہوتی ہیں اور دنیا میں وقوع پذیر ہوتی ہیں.

پھر لاکھوں سالوں میں نظریہ ارتقاء میں آہستہ آھستہ ہونے والی قدرتی انتخاب کے برعکس نوماہ کی قلیل مدت میں ایک نہایت پیچیدہ انسان پیدا فرمادیتا ہے

سورة المؤمنون

اور البتہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا(۱۲) پھر ہم نے اِسے حفاظت کی جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا (۱۳) پھر ہم نے نطفہ کا لو تھڑا بنایا پھر ہم نے لو تھڑے سے گوشت کی بوٹی بنائی پھر ہم نے اس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے ایک نئ صورت میں بنا دیا سو اللہ بڑی برکت والا سب سے بہتر بنانے والا ہے(۱۴) پھر تم اس کے بعد مرنے والے ہو(۱۵) پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے(۱۶) اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم بنانے میں بے خبر نہ تھے(۱۷) اور ہم نے ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا پھر اسے زمین میں ٹھیرایا اور ہم اس کے لے جانے پر بھی قادر ہیں(۱۸

رچرڈ ڈاکنز اپنے اس نظریہ کو بیان کرنے کے بعد آخر میں لکھتا ہے: یہ کہانی ہمیں خبر دار کرتی ہے کہ ہر چیز کو ناقابل تخفیف حد تک پیچیدہ نہ بنائیں؛ اس کا ابلغ امکان موجود ہے کہ آپ نے تفاصیل کو غور سے نہیں دیکھا یا ان کے بارے میں دھیان سے نہیں سوچا۔ دوسری طرف، ہم سائنسدانوں کو بھی کٹر حد تک پر اعتمادی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ شاید قدرت میں واقعی کچھ ایسا ہو جو اپنی حقیقی ناقابل تخفیف پیچیدگی کی بنا پر ہمیں غیر اغلیت کی پہاڑی کی ہموار سطح کے نہ ہونے کا اشارہ دیتی ہے۔ تخلیق پسند اپنے اس اصرار میں بجا ہیں کہ اگر کسی حقیقی ناقابل تخفیف پیچیدگی کا مظاہرہ ممکن ہو تو ڈارون کی تھیوری کے تابوت میں کیل گڑھ جائے۔ ڈارون نے خود بھی کچھ ایسا ہی کہا تھا: 'اگر یہ دکھایا جاسکتا کہ کوئی ایسا پیچیدہ عضو موجود تھا جو بیشمار، ایک کے بعد ایک چھوٹی

چھوٹی تبدیلیوں کے نتیجے میں وجود میں نہیں آیا تھا، تو میرا نظریہ تباہ ہو جائے گا۔ لیکن مجھے آج تک ایسی کوئی مثال نہیں ملی'۔ڈارون کو کبھی ایسی کوئی مثال نہیں ملی، اور نہ ہی کسی کو کڑی محنت https://plato.stanford.edu/entries/ibn-arabi/ کے باوجود اس کے بعد آج تک مل سکی ہے۔ تخلیق پسندی کے اس مقدس نادر نمونے کے بہت سے دعوے دار سامنے آتے رہے ہیں۔ان میں سے کوئی بھی آج تک تفتیشی عمل کی تاب نہیں لا سکا۔ویسے بھی، اگر کوئی حقیقی ناقابل تخفیف پیچیدگی دریافت ہو بھی جائے اور ڈارون کے نظریے کو تباہ کرنے کے قابل بھی ہو، تب بھی، کون کہہ سکتا ہے کہ یہی ناقابل تخفیف پیچیدگی "ذہین ترتیب" کے نظریے کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک نہیں کرے گی؟ درحقیقت، یہ نظریہ ذہین ترتیب کے ساتھ تو ایسا سلوک کر بھی چکی ہے کیونکہ، جیسا کہ میں کہتا آیا ہوں اور کہتا رہوں گا، خدا کے بارے میں ہمارا علم کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، ایک بات تو ہم بڑے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہت بہت پیچیدہ ہو گا، اور غالباً ناقابل تخفیف بھی!

میں کہتا ہوں کیا نظریہ یکتائی ایک حقیقت نہیں.

نظریہ یکتائی: کائنات میں اربوں سیارے ہیں کسی کا کوئی ڈپلیکیٹ نہیں سب اپنی ذات میں یکتا ہیں. دنیا میں کروڑوں انسان پیدا ہوے سب یکتا ہیں کوئی اس جیسا نہیں جو پہلے پیدا ہوا ہے اور نہ اس جیسا بعد میں پیدا ہو گا. یہ پیچیدگی یونیورسل ہے. اسکا وجود کسی پیچدہ عضو کے نظریہ ارتقاء کے مطابق رفتہ رفتہ وجود میں آنے سے بھی پہلے ہے. ایک ایسا اچھوتا پن کائنات میں جاری وساری ہے جو دہرایا نہیں جاتا. کیا ایسی کیفیت کائنات میں موجود ہر شے کو لاحق ہے. . اگر ایسا ہے تو یہ عجوبہ کسی ارتقاء کا نتیجہ کیسے ہو سکتا ہے. نہیں بلکہ یہ رب کریم کی منشا کا مرہون منت ہے

ڈارون کے نظریہ ارتقاء کورد کرتی ان آیات قرانی پر ذرا غور فرمایئے.

سورۃ فَاطِر   شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے(۱)

سورۃ النُّور

اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے سو بعض ان میں سے اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور اور بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے(۴۵)

سورۃ الغَاشِیَة

پھر کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے ہیں(۱۷)

اب غور کرلیں ڈارون کب پیدا ہوا اور اللہ کا کلام کب نازل ہوا.

کائنات کے طلسم ہوش ربا میں کسی معمولی سی دریافت کی چکاچوند نے بعض لوگوں کو اندھا کر دیا

ہم آخر میں یہی کہہ سکتے ہیں اللہ تعالی حاضر و ناظر ہیں اس نظام کائنات کے خالق اور مالک ہیں اور اسکا انتظام بھی فرمارہے ہیں انسان کی عقل کی سوئی اگر آدھا سچ معلوم ہونے پر اٹک گئی ہے تو اسکو اللہ تعالی کے وجود مقدس کے انکار کا کوئی حق نہیں. اپنی کم مائیگی کو پہچانے اور اپنی بینائی کے لئے خدا کے حضور سے ایسی نظر طلب کرے جس سے سچ اور حقیقت اس پر آشکارا ہو سکے.

سورۃ المجَادلۃ

کیا آپ نے نہیں دیکھا اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (یہاں تک) کہ جو کوئی مشورہ تین آدمیوں میں ہوتا ہے تو وہ چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ میں ہوتا ہے تو وہ چھٹا ہوتا ہے اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو یا زیادہ کی مگر وہ ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر انہیں قیامت کے دن بتائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۷)

The worship of Gaps

یہ رچرڈ ڈکنز کی ایک دلیل کا عنوان ہے. اسکا الزام ہے یا چارج شیٹ جو اسکے اپنے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"تخلیق پسند بڑی بے تابی سے ہماری معلومات اور سمجھ میں دراڑ یا جھول کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اگر کوئی بظاہر شگاف نظر آجائے تو فی الفور فرض کر لیا جاتا ہے کہ اِسے پر کرنے کے لئے صرف خدا کا ہی سہارا لیا جا سکتا ہے۔ "

"جیسے جیسے سائنس ترقی کرتی ہے یہ شگاف چھوٹے ہوتے چلے جاتے ہیں اور خدا، جسے نہ تو مزید کوئی کام ہے اور نہ کوئی چھپنے کی جگہ میسر ہے، حتیٰ کہ خدا کے وجود کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

" مذہب انسان کو یہ سبق دیتا ہے کہ سمجھ کے فقدان سے اطمینان بہت فضیلت کی بات ہے"

"لاعلمی کا اعتراف اور عارضی حالت اسرار اچھی سائنس کے لئے نہایت اہم ہیں۔ لہٰذا یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ تخلیق پسند مبلغ کی سب سے اہم حکمت عملی ہمارے علم میں شگاف تلاش کرنے اور انہیں "ذہین ترتیب" سے آراستہ کرنے کی منفی حکمت ہے"

رچرڈ ڈاکنز کا کہنا ہے

"کیا مذہب ایک اشد ضروری خلاء کو پر کرتا ہے؟ عموماً ایسا کہا جاتا ہے کہ انسان کے دماغ میں خدا کی ساخت کا ایک خلاء موجود ہوتا ہے جو پر ہونا چاہتا ہے: ہمارے اندر خدا کے لئے ایک نفسیاتی چاہت ہے—ایک خیالی دوست، باپ، بڑا بھائی، رازداں اور اعتراف کرنے والا—اور اس ضرورت کو مطمئن کرنا نہایت اہم ہے قطع نظر اس بات سے کہ خدا کا

وجود ہے یا نہیں۔ لیکن، کیا یہ ممکن ہے کہ ہم جس خلاء کو "خدا" سے پر کر رہے ہیں اسے کسی اور چیز سے پر کیا جائے تو بہتر ہو گا؟ شاید سائنس؟ یا فنون لطیفہ؟ انسان دوستی؟ انسانیت پرستی؟ قبر سے آگے کی زندگیوں کو اہمیت دیے بغیر اس زندگی سے پیار؟ قدرت سے پیار، یا عظیم ماہر حشرات الارض ای او ولسن کے الفاظ میں حب حیاتیات."

پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کے ذہن میں کیا کوئی ایسا شگاف ہوتا بھی ہے جسکو پر کرنا ہوتا ہے. اس بات کے وجود کا کیا ثبوت ہے سب سے مرکزی حیثیت تو عقائد کی ہے جن میں ایک اللہ پر فرشتوں پر اور دیگر نظر نہ انے والی باتوں پر ایمان لانا شامل ہے. پھر یہ دعوی بھی غلط ہے کہ سائنس نے مذھب پر سبقت حاصل کرلی ہے. جبکہ دونوں کا میدان الگ الگ ہے اور اسکے درمیان کوئی مقابلہ نہیں ہے. بلکہ دین اسلام نے جو کہا ہے سائنس کے ذریعہ کی گئی معلومات نے دین اسلام کے عقائد کو مزید تقویت دی ہے. تسخیر کائنات کی یہ دین بھرپور حوصلہ افزائی کرتا ہے. اور سائنس سے حاصل شدہ سچائیاں دین اسلام کی کہی باتوں پر مہر تصیق ثبت کرتی نظر آتی ہیں. سائنس کو دین کا حریف ظاہر کرنا علمی بد دیانتی ہے.

دوسری بات یہ ہے کہ دین اسلام انسان کی کسی جزوی کمی یا شگاف کی خانہ پری کے لئے نہیں آیا. بکہ دین اسلام انسان کی تمام زندگی پر محیط ہے. دین اسلام جزو نہیں کل ہے. دین اسلام کو اختیار کئے بغیر انسان خسارے میں ہے. قران کریم میں اللہ تعالی کا فرمانا ہے

زمانہ کی قسم ہے (۱) بے شک انسان گھاٹے میں ہے (۲) مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی آپس میں وصیت کرتے رہے (۳) 103

تمام مذاھب کو عیسائیت کے ہم پلہ سمجھ کر ایک ہی ٹوکرے میں نہیں ڈالا جاسکتا. خاص طور پر دین اسلام اپنا الگ تشخص رکھتا ہے. اسلام سے لاعلمی ڈارون کے پیروکاروں کی بہت بڑی کمزوری ہے. سائنس جو کچھ اسلام نے چودہ سو سال پہلے کہا ہے اسکی موافقت کرتی ہے اور اسلام ہمیشہ تسخیر کائنات کو تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے

لہٰذا کون سے شگاف ہیں جنکو اسلام اپنے فائدہ میں استعمال کرتا ہے اور نہ جانے اسلام کی تعلیمات سے ٹکراتی وہ کون سی سائنس کی دریافتیں ہیں جس سے دین اسلام کا دامن تنگ ہو رہا ہے.

ذیل کی آیات پر غور کریں قران کی کہی باتوں کی سائنس موافقت کر رہی ہے

سورۃ الرُّوم

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے بنایا پھر تم انسان بن کر پھیل رہے ہو (۲۰) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں (۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا ہے بے شک اس میں علم والوں کے لیے نشانیاں ہیں (۲۲) اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل کا تلاش کرنا ہے بے شک اس میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں (۲۳) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہیں خوف اور امید دلانے کو بجلی دکھاتا ہے اور اوپر سے پانی برساتا ہے پھر اس سے زمین خشک ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے بے شک اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں (۲۴) اور اس کی نشانیوں میں سے

یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب تمہیں پکار کر زمین میں سے بلائے گا اسی وقت تم نکل آؤ گے (۲۵) اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسکے حکم کے تابع ہیں (۲۶

ہماری نظر میں انسان اور کائنات کا شہادی پہلو رہتا ہے اور اسکا روحانی پہلو ہم نظر انداز کر دیتے ہیں ان دونوں میں توازن رکھنے کی ضرورت ہے.

باشعور کہلوانے کی بدمعاشی

منکران خدا نوجوانوں کو یہ گمراہ کن تاثر دیتے ہیں کہ اگر تم سائنس کے تجربات سے ثابت چیزوں پر ہی یقین رکھتے ہو اور بن دیکھے خدا پر ایمان لانے سے انکار کر دیتے ہو تو پھر تم ہی باشعور اور زہین وفطین شخص ہو۔ انہوں نے انسانیت کی تاریخ میں ہونے والے تغیر و تبدل اور تہذیبوں کے عروج وزوال کو تو نظر انداز کر دیا اور حیات کا اپنی بقاء کی خاطر اپنی ہیت کی تبدیلی کو اپنے نظریہ کا ماخذ قرار دیکر خدا کے حاضر ناظر ہونے کا انکار کر ڈالا اور یوں مذہب کو پرانے تصورات کا مجموعہ قرار دے کر اسکا تمسخر اڑانے لگے۔ ملحدوں کے زہین سرخیلوں کا ماننا ہے کہ جو بن دیکھے خدا پر ایمان رکھے اور وحی کو خدا پیغام خیال کرے اور دین کے احکامات پر عمل کرے وہ باشعور نہیں۔ جاہل اور رجعت پسند ہے جو اپنے وقت اور زمانہ سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ ایسے لوگوں کا خیال ہے وہ خدا کو دیکھ کر یقین لائیں گئے جب سائنس خدا کے وجود کو ثابت کر دے گی۔ اپنی عقل کے ان گھمنڈی لوگوں کے گرو کیا کہتے ہیں ذرا انہی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔

ڈارون کا ارتقاء خصوصاً قدرتی انتخاب، اس سے بڑھ کر ایک اور کارنامہ بھی سر انجام دیتا ہے وہ نظریہ حیاتیات میں نظریہ ترتیب کے بھرم کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں ترغیب دیتا ہے کہ طبعیات اور فلکیات میں بھی ترتیب کی ہر تجویز کو شک کی نگاہ سے دیکھیں۔ میرے خیال میں ماہر طبیعیات لینارڈ سیکنڈ کے

ذہن میں یہی ہو گا جب انہوں نے لکھا کہ 'میں مورخ نہیں ہوں لیکن ایک رائے کا اظہار کرنے کی جسارت ضرور کروں گا: جدید فلکیات کا آغاز ڈارون اور والس سے ہی ہوا ہے۔ انہوں نے ہمارے وجود کی ایسی توجیہات پیش کیں جن میں مافوق الفطرت محرکات کو مسترد کر دیا گیا ہے.

میں ان مذہبی لوگوں سے ہمہ وقت حیران رہتا ہوں جو اپنے شعور کو جگانے کی بجائے، قدرتی انتخاب کو خدا کے ذریعہ تخلیق سے منسوب کرتے ہیں۔ وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ قدرتی انتخاب حیات سے بھرپور ایک دنیا بنانے کا نہایت آسان اور نفیس طریقہ کار ہے۔ خدا کو تو کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی.

مندرجہ بالا کتاب میں پیٹر اٹکینز اس انداز فکر کو اس کے منطقی انجام تک لے جاتے ہیں اور ایک ایسے خدا کا تصوّر پیش کرتے ہیں جو کم سے کم کام کر کے کائنات اور حیات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اٹکینز کا خدا اٹھارویں صدی کی روشن خیالی کے خدا سے بھی زیادہ کاہل ہے: حالت فرصت میں بیٹھا ہوا، خالی، بے روزگار، غیر ضروری، ناکارہ۔ قدم بہ قدم، اٹکینز کامیابی سے اس سست خدا کا کام کم کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ قطعی طور پر کچھ نہیں کرتا: ایسا خدا موجود ہونے کی زحمت نہ بھی کرے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں مجھے ووڈی ایلن کی کراہنے والی آواز سنائی دیتی ہے: 'اگر ایسا ہو کہ واقعی کوئی خدا ہو، تو میرے خیال میں وہ برا نہیں ہو گا۔ اس کے بارے میں شاید صرف اتنی سی بدترین بات کی جاسکتی ہے کہ اس کی کارکردگی اس کی قابلیت سے کہیں کم نکلی'۔

کیا نظریہ قدرتی انتخاب یہ ہے کیا یہ نظریہ ارتقاء ہے. جن لوگوں کو اپنے زہین اور فہیم ہونے کا تکبر ہے وہ ذرا پنی اس ذہانت کے ماخذ کے بوداپن پر غور کر لیں جس میں اس تھیوری سے دہریوں کے ناجائز فائدہ اٹھانے کی

نقب بھی شامل ہے. انکا یہ اغواء انکی علمی مفلسی ظاہر کرتا ہے کہ ایک معمولی دریافت کو بنیاد بنا کر خدا کا انکار کر دیا. حیف ایسا باشعور ہونے پر.

سورۃ النُّور

اور جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے جنگل میں چمکتی ہوئی ریت ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ ہی کو اپنے پاس پاتا ہے پھر اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۳۹) یا جیسے گہرے دریا میں اندھیرے ہوں اس پر ایک لہر چڑھ آتی ہے اس پر ایک اور لہر ہے اس کے اوپر بادل ہے اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہیں جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے کچھ بھی دیکھ نہ سکے اور جسے اللہ ہی نے نور نہ دیا ہو اس کے لیے کہیں نور نہیں ہے (۴۰)

جن " عقلمندوں " کا علاج قران کریم کی سادہ اور آسان آیات سے ہو سکتا ہے وہ کہتے ہیں ہمیں فلسفہ دلیل اور منطق سے مطمئن کرو.

اصول بشریت کیا ہے

Anthropic Principle :

It appears that there is a set of fundamental physical constants that are such that had they been very slightly different, the universe would have been void of intelligent life. This led to the beginning of the debate on what became known as Anthropic Principle.

The success of science in understanding the macroscopic, microscopic and cosmological worlds has led to the strong belief that it is possible to form a fully scientific explanation of any feature of the Universe. However, in the past 20 years, our understanding of physics and biology has noted a peculiar specialness to our Universe, a specialness with regard to the existence of intelligent life. This sends up warning signs from the Copernican Principle, the

idea that no scientific theory should invoke a special place or aspect to humans.

All the laws of Nature have particular constants associated with them, the gravitational constant, the speed of light, the electric charge, the mass of the electron, Planck's constant from quantum mechanics. Some are derived from physical laws (the speed of light, for example, comes from Maxwell's equations). However, for most, their values are arbitrary. The laws would still operate if the constants had different values, although the resulting interactions would be radically different.

Examples:

Gravitational constant: Determines the strength of gravity. If lower than stars would have insufficient pressure to overcome Coulomb barrier to start thermonuclear fusion (i.e. stars would not shine). If higher, stars burn too fast, use up the fuel before life has a chance to evolve.

strong force coupling constant: Holds particles together in the nucleus of the atom. If weaker than multi-proton particles would not hold together, hydrogen would be the only element in the Universe. If stronger, all elements lighter

than iron would be rare. Also, radioactive decay would be less, which heats the core of Earth.

The electromagnetic coupling constant: Determines the strength of the electromagnetic force that couples electrons to the nucleus. If less, then no electrons held in orbit. If stronger, electrons will not bond with other atoms. Either way, no molecules.

All the above constants are critical to the formation of the basic building blocks of life. And, the range of possible values for these constants is very narrow, only about 1 to 5% for the combination of constants. Outside this range, and life (in particular, intelligent life) would be impossible.

http://abyss.uoregon.edu/~js/cosmo/lectures/lec24.html

قدرتی انتخاب اورڈارون کے نظریہ ارتقاء کے ان حامیوں کو جن کے دل میں انکار خدا کا مرض ہے نہ تو ان کو ابتداءحیات کا سراغ ملتاہے اور نہ ہی اصول بشری انکی موافقت کرتا ہے۔ اصول بشری کی اہمیت کا اندازہ تو آپکو اوپر درج عبارت سے ہو ہی گیا ہو گا۔ مگر زہین ترتیب کہ مخالف خدا کے منکر ڈھٹائی سے اصول بشری کو اپنے حق میں بتاتے ہیں۔ ذیل میں انکا موافق درج ہے۔ پہلے ابتداءحیات کی بات کر لیتے ہیں۔

اس عنوان کے تحت لکھتے ہوے شروع ہی کے جملے میں ڈاکنز نے علمی بد دیانتی کی انتہا کر دی جب اس نے لکھا:
شگاف پر انحصار کرنے والے علماء دین جو آنکھوں پروں، سوطیہ موٹر اور مدافعاتی نظام کی مثالوں سے ذہین ترتیب کو ثابت کرنے میں ناکام ہو گئے ہوں اپنی آخری امید ابتداء حیات سے جوڑ لیتے ہیں.

یہ علما دین کب ثابت کرنے چلے تھے اور کب وہ ناکام ہو گئے اور کیسے ناکام ہو گے. یہ جملہ نہ جانے کیوں مصنف نے یہاں جڑ دیا ہے.

میں یہاں رچرڈ ڈاکنز کا بنیادی مواقف لکھ دیتا ہوں جو بقول اسکے اس باب کا مرکزی نکتہ ہے

"اس باب میں میری کتاب کی مرکزی دلیل موجود ہے۔ لہٰذا میں اسے چھ نکات کی صورت میں یہاں دہرانا چاہوں گا۔"

1 . انسانی ذہانت کو صدیوں سے درپیش مشکلات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کائنات کی پیچیدہ، غیر ممکن ترتیب کیسے وجود میں آئی۔ انکے پاس ابتداء حیات کا کوئی جواب نہیں کہ یہ کہاں سے کیسے وجود میں ائی.

۲ . ہماری فطری جبلّت ہمیں ظاہری ترتیب کو ترتیب کی حقیقت سے منسلک کرنے پر اکساتی ہے۔ انسان کی بنائی ہوئی چیزوں جیسے کہ گھڑی کا ترتیب کار واقعی ایک ذہین مہندس تھا۔ لیکن اس منطق کا آنکھ پر، مکڑی یا انسان پر اطلاق کرنے کی خواہش میں بہت کشش ہے۔

یہاں یہ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ خدا کی پہچان کا میلان انسان کی فطرت میں داخل ہے. ایسا کیوں ہے اسکا جواب ہمیں قران کریم سے ملتا ہے.

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى شَهِدْنَا أَن تَقُولُواْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ

سورۃ الأعراف

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہاہاں ہو ہم اقرار کرتے ہیں کبھی قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی (۱۷۲)

3. لیکن یہ کشش جھوٹی ہے، کیونکہ نظریہ ترتیب فوراایک مزید بڑی مشکل کو جنم دیتا ہے، کہ ترتیب کار کو کس نے ترتیب دیا۔ ہم نے جس مسئلے سے شروعات کی وہ شماریاتی غیر امکان کی وضاحت کا تھا۔ حل کے طور پر کسی مزید غیر ممکن چیز کو پیش کر دینا مسئلے کا حل نہیں بلکہ مسئلے کو مزید الجھا دیتا ہے۔ ہمیں آسمان کنڈا نہیں بلکہ تعمیراتی نظام درکار ہے۔ کیونکہ ایسا نظام ہی بتدریج سادگی سے غیر ممکن پیچیدگی کی جانب سفر کر سکتا ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے بھی وہ ہی تھا اور اخیر میں بھی وہی ہو گا

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

سورۃ الحدید

وہی سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ ہے اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے (۳)

4 . آج تک دریافت ہونے والا سب سے طاقتور اور جامع نظام ڈارون کا نظریہ ارتقاء ہے جو قدرتی انتخاب کے ذریعہ کام کرتا ہے۔ ڈارون اور اس کے بعد آنے والوں نے ہمیں دکھایا کہ جاندار، اپنی حیران کن شماریاتی غیر امکان اور ظاہری ترتیب سمیت، ایک بتدریج ارتقائی عمل کے نتیجے میں اپنی آج کی حالت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اب ہم بہت یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ترتیب کا فریب نظر بس یہی ہے۔ ایک فریب۔

یہ انکا گمان ہے کہ خدا خالق نہیں مگر یہ کہ انواع قدرتی انتخاب کے ذریعہ ارتقاء پذیر ہیں جبکہ قران کریم میں بیشمار آیات اللہ تعالی کے فاعل ہونے پر دلیل ہیں

5 . ابھی تک ہمارے پاس طبیعیات کی وضاحت کے لئے کوئی تعمیراتی نظام نہیں ہے۔ شاید کسی قسم کا کثیر کائنات کا نظریہ طبیعیات کے لئے اسی نوعیت کی وضاحت فراہم کر سکے جیسی ڈارون نے حیاتیات کے لئے فراہم کیا۔ اس قسم کی وضاحت بظاہر ڈارون کے نظریے کے مقابلے میں کم اطمینان بخش ہے کیونکہ یہ خوش قسمتی پر بہت زیادہ انحصار کرتی ہے۔ لیکن اصول بشری ہمیں اس سے کہیں زیادہ خوش قسمتی کو فرض کرنے کا حق فراہم کرتا ہے جتنا کہ ہماری الہامی صلاحیت ہمیں فراہم کرتی ہے.

یعنی یہ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ سائنس کا بہت اہم حصّہ ڈارون کے نظریہ قدرتی انتخاب کی موافقت نہیں کر رہا

.

6. ہمیں طبیعیات کے لئے بھی ایک بہتر تعمیراتی نظام کی دریافت کی امید نہیں چھوڑنی چاہئے، جو اتنا ہی طاقتور ہو جتنا ڈارون کا نظریہ ارتقاء حیاتیات کے لئے ہے۔ لیکن ایک اطمینان بخش تعمیراتی نظام کی عدم موجودگی کے باوجود، جب انہیں اصول بشری کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، تو کسی آسمانی کنڈے کی ذہین ترتیب، پاس موجود کمزور نظام بھی کار کی وضاحت سے کہیں بہتر وضاحتیں فراہم کرتا ہے۔

اگر ہم اوپر دیئے گئے نقاط پر غور کریں تو سب سے پہلا سوال تو یہی ہے کہ کسی عقیدہ کو پرکھنے کی کسوٹی حیاتیات کی بابت بات کرنے والا نظریہ "قدرتی انتخاب" ہی کیوں ہو. اگر پہلی زندگی کا جواب نہیں مل پا رہا اور اللہ کی بات پر یقین نہیں لانا تو بھی کان کو الٹے ہاتھ سے پکڑنے کی کوشش میں لگے رہیں. یہی چیستان انسانی خود آگہی یا یہ اپنی ذات کا جو عرفان ہے اسکے بارے میں بھی ہے. اگر ان سوالات کے جوابات دین اسلام کے پاس ہیں تو پھر بہتر نہیں کہ انکو مان لیا جائے.

وہ ڈارون کا نظریہ ہو یا بشریت کے اصول کا نظریہ ہو طبیعات کے قوانین ہوں کوئی بھی خدا کے نہ ہونے کو ثابت نہیں کرتا. دین اسلام کی تعلیمات سائنس کی تمام دریافتوں کا خیر مقدم کرتی ہیں. جس قدر بھی انسان زندگی اور کائنات کے متعلق پیچیدہ انکشافات ہوں وہ اللہ رب العزت کی موجودگی ہی کو ظاہر کرتے ہیں. جن باتوں کو سائنس آج بھی دریافت نہیں کرسکی وہ بھی منجانب اللہ ہی ہیں. کائنات میں انسان کی موجودگی اور زمین پر زندگی کے آثار سائنس دانوں کے لئے حیران کن ہیں.

جب وہ دیکھتے ہیں یہ زمین اپنے وجود اور اس پر موجود حیات کے لئے کتنی نازک ڈور سے بندھی ہے. اسکا سورج سے فاصلہ اسکی دوری اور محوری گردشیں اس کی گردش کو درست رکھنے میں چاند کا کردار. اسکی زندگی کو کسی

سیارے کی ٹکر سے تباہ ہونے سے بچانے کے لئے سیارے جوپیٹر کا رول جو اپنی کشش ثقل سے ہر زمین پر بڑھنے والے سیارے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے. یہ سب ایک حکیم وخبیر رب کائنات کے ہونے کا پتا دیتے ہیں.

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا

سورۃ الفُرقان

وہ جس کی آسمانوں اور زمین میں سلطنت ہے اور اس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ کوئی سلطنت میں اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اندازہ پر قائم کر دیا(۲)

انسان خدا کو کیوں مانتا ہے

لادین سوال اٹھاتے ہیں کہ وہ کون سے محرکات تھے جو انسانوں کے مذہب کو اختیار کرنے کی وجہ بنے. کیا انسانوں نے تسلی اور سکون حاصل کرنے کی خاطر مذھب اختیار کیا. کیا اسلئے اختیار کیا کہ یہ گروہ کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرتا ہے. کیا مذہب انسان کی اپنے آپ کو سمجھنے کی خواہش پوری کرتا ہے انہی باتوں کو لیکر رچرڈ ڈاکنز کہتا ہے: "یہ جانتے ہوئے کہ ہم ڈاروینی ارتقاء کا نتیجہ ہیں، ہمیں قدرتی انتخاب کی طرف سے پڑنے والے اس دباؤ پر سوال اٹھانا چاہئے جو مذہب کا محرّک بنا۔

یہ سوال ڈارون کے اقتصادی تحفظات کے تناظر میں مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ مذہب خاصہ نامعقول اور مسرف ہے۔ جبکہ ڈاروینی انتخاب عادتاً اسراف کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے. قدرت بہت ہی سخت محاسب ہے وہ پائی پائی کا حساب رکھنے والی، پل پل گھڑی دیکھنے والی، جو مختصر ترین زیاں پر بھی سزا دیتی ہے۔ جیسا کہ ڈارون نے وضاحت بھی کی ہے، 'یہ بے رحمی سے، رکے بغیر، ہر روز ہر گھڑی پوری دنیا میں ہر کمی بیشی کی جانچ پڑتال کے کام میں مصروف رہتی ہے؛ برے کو رد کرتی ہے اور اچھے کو محفوظ اور جمع کرتی ہے؛ جہاں موقع ملے خاموشی سے ہر جاندار کی بہتری کا کام سرانجام دیتی چلی جاتی ہے'۔ اگر کوئی جنگلی جانور عادتاً کسی بیکار حرکت میں ملوث رہتا ہے تو قدرتی انتخاب اس کے

ایسے حریف کو سراہے گا جو اپنا وقت اور قوّت زندہ رہنے اور افزائش نسل میں صرف کرتے ہیں۔ قدرت بیکار نفس کے کھیلوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ ہمیشہ ایسا نہیں لگتا ہے، لیکن قدرت کے ماحول میں سنگدل افادیت پسندی کا دور دورہ رہتا ہے۔

یہ قدرت کیا چیز ہے جو رچرڈ ڈاکنز کی دلیل میں ہر وہ کام کرتی نظر آتی ہے جو صرف خدا ہی کی شان ہے.

شروع ہی سے ایک مذہب تھا دین حنیف اور وہ تھا ایک خدا واحد پر ایمان اور اسکی تعلیم خدا کے ان نیک بندوں نے دی تھی جو اللہ کے پیغمبر تھے اور جو الہامی ہدایات لوگوں تک پہنچاتے تھے. نہ تو وہ مذہب ایجاد کرنے والے تھے.

اللہ کے نازل کردہ احکامات کی اپنی برکات ہیں جن سے ایمان لانے والے مستفید ہوتے ہیں. اسکے بعد جو نفع بخش چیزوں کو بقا حاصل ہونے کی بات ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے حوالے سے کی گئی ہے تو یہ باتیں اور یہ اصول تو صدیوں پہلے انسان کو اللہ تعالی نے بتلا دیے تھے قران کریم میں فرمایا ہے

سُورَةُ الرّعد

أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ أَوۡدِيَةُۢ بِقَدَرِهَا فَٱحۡتَمَلَ ٱلسَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًاۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيۡهِ فِى ٱلنَّارِ ٱبۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ أَوۡ مَتَـٰعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهُ ۥۚ كَذَٲلِكَ يَضۡرِبُ ٱللَّهُ ٱلۡحَقَّ وَٱلۡبَـٰطِلَۚ فَأَمَّا ٱلزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءًۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى ٱلۡأَرۡضِۚ كَذَٲلِكَ يَضۡرِبُ ٱللَّهُ ٱلۡأَمۡثَالَ (١٧

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب خس و خاشاک کو بہالا یا. اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور یا اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آ جاتا) ہے اللہ تعالیٰ حق (یعنی ایمان وغیرہ) اور باطل (یعنی کفر وغیرہ) کی اسی طرح مثال بیان کر رہا ہے سو جو میل

کچیل تھاوہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے کار آمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح (ہر ضروری مضمون میں) مثالیں بیان کرتے ہیں۔(۱۷

انسانوں کے گروہوں میں توہم پرستی، جھوٹے خداؤں کا وجود، اور بہت ساری قسم کی کلٹ آج بھی پائی جاتی ہیں. کچھ مذاہب جن کی بنیاد وحی پر تھی انکی تعلیمات یا تو مٹ گئیں یا غیر مصدقہ ہو گئیں. تاریخ سے انکے بارے میں پکے شوائد بھی نہیں ملتے. ایک دین اسلام ہے جو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے. اسکے رسول حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ ہوں یا ان پر وحی کے ذریعہ نازل ہونے والے احکامات الٰہی کسی کے بارے میں بھی کوئی ابہام نہیں یا یہ شک نہیں کہ شائد انمیں ردوبدل ہو گئی ہو یا کچھ باتیں رہ گئی ہوں. دین اسلام کو ہم ہرگز بھی دوسرے ادیان کے ساتھ کھڑا نہیں کرسکتے. لٰہذا ہم الگ شناخت کے لئے اسکو مذہب نہیں دین اسلام کہیں گئے. اور الحاد، کفر، دہریہ پن کو کسی اور مذہب سے نہیں دین اسلام کی کسوٹی پر پرکھیں گے اور انکی چالوں کا پردہ چاک کریں گئے. انشااللہ اللہ نے انسانوں پر اپنا کرم کیا انکو ہدایات بخشیں. اللہ کی تعلیمات کے خلاف جو چلا وہ گمراہ ہوا. لوگوں کو اللہ کی طرف اللہ ہی کی جانب سے قائم کردہ حجت سے بلایا جاسکتا ہے

دین اسلام انسانی زندگی کو مقصدیت عطا کرتا ہے، جبکہ ڈارون کا نظریہ قدرتی انتخاب انسانی زندگی کا مقصد آفرینش نسل بیان کرکے اسکو بے مقصد چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اپنی حقیر زندگی پر خیالوں کی تاریکی میں بھٹکتا پھرے. انسان کا ارتقاء اسکے اعمال کی شمولیت کے بغیر نامکمل ہے آخر اسکے وجود کے ہونے کا حتمی نتیجہ اسکے اعمال ہی تو ہیں. پسندیدہ اعمال کے لئے عقیدہ اور ایمان ضروری ہیں. اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور اچھے اعمال کا ماخذ عقیدہ اور ایمان ہے. اچھا عمل وہ ہے جس کی فہمائش انسان کا خالق ان سے کرتا ہے اور انکو پسندیدہ کہتا ہے.

انسان حیاتیات کی زبان میں کروموسوم، ڈی این اے یا جین اور طبی وجود کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے. اس میں روح بھی ہے جس کی طرف ابھی حیاتیات کی رسائی نہیں ہوئی. اسکے اعمال اسکے مادی جسم کے الگ ہونے کے بعد بھی اسکی ذات کے ساتھ باقی رہتے ہیں. یہ وہ تبدیلی ہے جس میں کوئی تغیر نہیں آسکتا.

مذھب کے جو ظاہری اور ثانوی فوائد اہل مذھب گنواتے ہیں منکر خدا رچرڈ ڈاکنز انکو "پلاسیبو" کا نام دیتا ہے یعنی جھوٹی تسّلی دینا. جیسے یہ سوال کہ کیا مذھب ذہنی پریشانیاں دور کرنے کا سبب بنتا ہے، یا دعا سے شفا کا ملنا مگر اس طرح پر بھروسہ بقول اسکے انسان کی نفسیات پر اچھا اثر تو ڈالتا ہے جسے کہ کسی ڈاکٹر کا پر اعتماد طریقہ سے اپنے مریض کو یقین دلانا کہ وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا مریض کے حوصلہ کو بلند کر دیتا ہے. مگر ڈاکنز نقلی گولی کے طور پر بھی مذھب کی افادیت ماننے کو تیار نہیں. اسکی طرف سے اس ساری بحث کا مقصد اپنے قاری کو اللہ کے وجود کے بارے میں شک میں ڈالنا ہے اور اسکے ذہن کو اپنے خیالات سے مسموم کرنا ہے. اسی ضمن میں مصنف کا مزید کہنا ہے کہ امریکا میں سفید فام لوگ اپنے سیاہ فام غلاموں کو اگلے جہاں میں بہتر ملنے والی زندگی کے خواب دیکھا کر مطمئن رکھتے تھے.

مذہب کی خاطر جان دینے کو بھی وہ اسی زمرے میں شمار کرتا ہے. وہ مذھب کو انسانی تاریخ میں جنگوں خون خرابے جانی ومالی نقصان وقت اور وسائل کو ضائع کرنے کا ذمہ دار سمجھتا ہے.

مصنف یہ سوال بھی اٹھاتا ہے کہ انسان آخر مذھب اختیار ہی کیوں کرتا ہے؟

علم سلوک اور بیالوجی کے پروفیسر اور ایک دہریہ کے طور پر وہ یہ سب سوال اٹھا سکتا ہے. اور اپنے نکتہ نظر کو نوجوان نسل کے آگے رکھ سکتا ہے

ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ دین اسلام کی روشنی میں ایسے سوالوں کا جواب کیا ہے

خدا کے نہ ہونے کے دلائل کا تو ذکر نہیں البتہ اب بات مذھب کی خامیاں تلاش کرنے پر آگئی ہے.

انسان اور دیگر حیوان سبھی اپنا طبعی وجود زندہ رکھنے کی جدوجہد کے لئے مجبور ہیں. سب ہی آفرینش نسل کے لئے بھی فطری میلان رکھتے ہیں. مگر انسان کو اللہ تعالی نے جو اپنی ذات کے ہونے کا عرفان بخشا ہے تو وہ اپنے پیدا کیے جانے کا مقصد جاننا چاہتا ہے. وہ یہ بھی جاننا چاہتا ہے کہ اسکا آخری انجام کیا ہو گا. اگر اسکو کسی نے پیدا کیا ہے تو وہ جاننا چاہے گا کہ کیوں پیدا کیا ہے. وہ اس بات کا بھی مشاہدہ کرتا ہے کہ ان زمین پر اسکے زندہ رکھنے کے حالات پیدا کیئیے گے ہیں.

اپنی عقل کے مطابق اپنی حیثیت کا اسنے تعین کرنے کی کوشش کی اور یوں عقیدہ کی ابتدا ہوئی. وہ اپنی زندگی میں سورج، چاند، دریا، بیل گائے کی اہمیت کو دیکھ کر انکو اپنا خدا بنا بیٹھا اور انکو پوجنے لگا. یونانیوں نے انسانی شکل سے خدا تصور کر لئے اور لوگوں نے اپنے مرے اباواجداد کو پوجنا شروع کر دیا.

وہ کون سی سائنس اور طریقہ ہو سکتا ہے جو انکو ایک حقیقی خدا کے وجود سے آگاہ کرے؟ وہ خدا جس نے انسان کو اور تمام کائنات کو تخلیق کیا ہے اور وہ انکا انتظام بھی کرتا ہے. ایسا خدا اگر ہے تو وہ انسانوں سے کیا چاہتا ہے؟

یہ وہ ضرورت تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے انسانوں پر اپنی عنایات کرتے ہوے انہی میں میں انکے نیک اور پرہیز گار لوگوں میں سے اپنے رسول بنائے، انسانوں کی رہنمائی فرمائی اور انکو وہ باتیں بتلائیں جو وہ اپنے علم سے حاصل نہیں کر سکتے تھے. جب اس کائنات میں سب کچھ ہی اللہ کی نشانیاں ہیں اور عجوبے ہیں تو پھر اگر اس نے انسانوں ہی میں سے اپنی وحی کے لئے چند کو چن لیا تو اس میں حیرانگی کی کون سی بات ہے. اللہ تعالی نے انسانوں کی رہنمائی فرمائی اور انکو وہ بتلا دیا جو وہ نہیں جانتے تھے.

سورۃ العلق

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے سب کو پیدا کیا(۱) انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا(۲) پڑھیئے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے(۳) جس نے قلم سے سکھایا(۴) انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا

سورة البَقَرَة

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الم ۚ(۱) یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے(۲) جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں(۳) اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں(۴) وہی لوگ اپنے رب کے راستہ پر ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں(۵

سورة النِّسَاء

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر یقین لاؤ اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جو پہلے نازل کی تھی اور جو کوئی اللہ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور قیامت کے دن کا تو وہ شخص بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا(۱۳۶

اسلام کی چودہ سو سال پہلے بیان کردہ سچائیاں اور جدید ملحدوں کا عقل کی ٹارچ لے کر حقیقت کی تلاش میں بھٹکنا

رچرڈ ڈاکنز اپنے الفاظ میں

" ارتقائی نفسیات کے اہم اور بڑھتے ہوئے شعبہ علم و تحقیق سے نفسیاتی ضمنی پیداوار کا تصّور پیدا ہو جانا قدرتی ہے. .....ماہر نفسیات پال بلوم جو "مذہب بطور ضمنی پیداوار" کے نظریے کے اہم وکیل ہیں، وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ بچّوں میں ذہن کے ثنویاتی dualistic نظریہ کی طرف قدرتی رحجان ہوتا ہے. مذہب اس جبلی ثنویت کی ضمنی پیداوار ہوتا ہے. اس کے مطابق انسان خاص طور پر بچے قدرتی طور پر ثنویاتی ہوتے ہیں.

ایک ثنویت پسند مادے اور ذہن کی بنیادی تفریق کا اعتراف کرتا ہے۔ اس کے برعکس وحدت پسند یہ مانتا ہے کہ ذہن دراصل مادے کا ہی مظہر ہے. ....

بلوم یہ بھی تجویز کرتا ہے کہ ہم قدرتی طور پر نظریہ تخلیق کے حامی واقع ھوے ہیں. ..خاص طور سے بچّوں کی ہر چیز کو مقصدیت کی خاصیت سے نوازنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں، جیسے کہ ماہر نفسیات ڈیبرا ا کیلمن اپنے مقالے " کیا بچے 'بدیہی توحید پرست' ہوتے ہیں؟ میں کہتی ہے ہر چیز کے ساتھ مقصد منسلک کرنے کو teleology یا نظریہ مقصدیت (کہا جاتا ہے۔ بچّے جبلی طور پر مقصدیت پسند ہوتے ہیں اور اکثر اوقات اس نظریے سے باہر نہیں نکل پاتے۔

رچرڈ ڈاکنز آگے کہتا ہے

جبلی ثنویت ہمیں ذہنی طور پر "روح" میں یقین رکھنے پر آمادہ کرتی ہے، ایک ایسی روح جو ہمارے جسم کا حصہ ہونے کی بجائے صرف اس میں قیام کرتی ہے۔ جسم سے غیر منسلک ایسی روح کے بارے میں یہ تصوّر کرنا مشکل نہیں کہ یہ جسم کی موت کے بعد " کہیں اور " نقل مکان کر جاتی ہے۔ ہم کسی ایسی خدائی کا تصوّر بھی با آسانی کر

سکتے ہیں جو کامل روح ہے، اور پیچیدہ مادے سے اخذ ہونے والی خصوصیت کی بجائے مادے سے علیحدہ وجود رکھتی ہے۔ بچکانہ مقصدیت پسندی مذہب کی جانب ہماری راہ ہموار کر دیتی ہے۔ اگر ہر چیز کسی مقصد کے تحت بنی ہے، تو پھر وہ مقصد کس کا ہے؟ یقیناً خدا کا، اور کس کا؟

یہ بچے میں قدرتی رجحان جس کی طرف یہ اشارہ کرتے ہیں اور اسکے بارے میں غلط اندازے لگاتے ہیں. نیز روح اور جسم کے بارے میں غلط سلط تجزیے کرتے پھرتے ہیں. اور پھر سرے ہی سے بہت کچھ کا انکار کر دیتے ہیں قران کریم میں ہمیں انکے بارے میں رہنمائی ملتی ہے. ذرا ملاحضہ فرمائیں

سورۃ الأعراف

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہاہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں کبھی قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی(۱۷۲) یا کہنے لگو ہمارے باپ دادانے ہم سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے کیاتو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا(۱۷۳) اور اسی طرح ہم کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوٹ آئیں(۱۷۴) اور انہیں اس شخص کا حال سنادے جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ ان سے نکل گیا پھر اس کے پیچھے شیطان لگاتو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا(۱۷۵)

مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے کہاہم کو عبد الرزاق نے خبر دی، کہاہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بچہ ایسا نہیں ہے جو

فطرت پر نہ پیدا ہوتا ہو۔ لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں جیسا کہ تمہارے جانوروں کے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ کیا ان میں کوئی کن کٹا پیدا ہوتا ہے؟ وہ تو تم ہی اس کا کان کاٹ دیتے ہو۔

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلاَّ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ، كَمَا تُنْتِجُونَ الْبَهِيمَةَ، هَلْ تَجِدُونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ حَتَّى تَكُونُوا أَنْتُمْ تَجْدَعُونَهَا ". قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ وَهْوَ صَغِيرٌ قَالَ { اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ }

Reference	: Sahih al-Bukhari 6599, 6600
In-book reference	: Book 82, Hadith 6

:as saying (ﷺ) Abu Huraira reported Allah's Messenger

The mother of every person gives him birth according to his true nature. It is subsequently his parents who make him a Jew or a Christian or a

Muslim . Had his parents been Muslim he would have also remained a Muslim. Every person to whom his mother gives birth (has two aspects of his life) ; when his mother gives birth Satan strikes him but it was not the case with Mary and her son (Jesus Christ).

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، - يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ - عَنِ الْعَلاَءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " كُلُّ إِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَأَبَوَاهُ بَعْدُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ فَإِنْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَمُسْلِمٌ كُلُّ إِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ يَلْكُزُهُ الشَّيْطَانُ فِي حِضْنَيْهِ إِلاَّ مَرْيَمَ وَابْنَهَا " .

Reference	: Sahih Muslim 2659 a
In-book reference	: Book 46, Hadith 40

سورۃ بنی اسرائیل / الإسراء

اور یہ لوگ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دو روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے (۸۵) اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے تیری طرف وحی کی ہے اسے اٹھا لیں پھر تجھے اس کے لیے ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے (۸۶) مگر یہ

صرف تیرے رب کی رحمت ہے بے شک تجھ پر اس کی بڑی عنایت ہے (۸۷)
کہہ دو اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں تو ایسا نہیں
لا سکتے اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو (۸۸) او
رہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر ایک قسم کی مثال بھی کھول کر بیان
کر دی ہے پھر بھی اکثر لوگ انکار کیے بغیر نہ رہے (۸۹

کیا مذہب کو جانچ کے لئے کہ آیا یہ سچا ہے اسکو باقی تمام علوم کے روبرو ایک مفروضہ کی صورت میں پیش کیا جائے گا؟ تاکہ پھر انکی گواہی پر جناب حضرت انسان جن کو اپنی عقل و دانش پر بہت گھمنڈ ہے فیصلہ کریں کہ انہوں نے اللہ پر ایمان لانا ہے یا شک میں رہنا ہے. ہاں اپنی حقیقت اسکو یاد ہی نہیں رہتی کہ وہ اچھل کر نکلنے والے پانی کی ایک بوند کی پیدائش ہے. مذہب کو بائیولوجی فزکس میتھ کیمسٹری فلسفہ دلیل اور منطق کے حضور میں پیش کیا جائے گا اور ان تمام علوم کی روشنی میں اسکی سچائی جانچی جائے گی. کیا باقی علوم کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جاتا ہے. کیا فزکس کے اصولوں کا تقابل بائیولوجی کے ساتھ کیا جاتا ہے. کیا میتھ کے کلیوں پر نفسیات کو پرکھا جاتا ہے.

کسی مذہب کا اگر آپ نے جائزہ لینا ہے تو اسکو کامن سینس کے روبرو پیش کیا جاسکتا ہے ایک مذھب کا موازنہ دوسرے مذاھب سے کیا جاسکتا ہے. مذھب کسی انسانی ذہن کی کسی کیفیت کی فطرتی پیداوار نہیں جیسا کہ منکران خدا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں

مذھب کسی بھی صورت کسی انسانی ذہنی ارتقاء کی پیداوار نہیں ہے. یہی وجہ ہے رب کریم نے واضح طور پر اپنے دین کا علان کھل کر اپنے رسولوں کے ذریعہ کروایا اور ان پر وحی نازل فرمائی تاکہ یہ خلجان اور شک دور ہو جائے کہ ایسے دین کے عقائد کسی قدرتی ذہنی عمل کا نتیجہ ہوتے ہیں. ان معروضات کی روشنی میں آپ ملحدوں اور

دھریوں کے ان خیالات کو ذرا غور سے پڑھیں یہ کس طرح آج کے نوجوان کو گمراہ کر رہے ہیں. ان دہریوں کی یہ باتیں نہایت عیارانہ ہیں جن کے گہرے اثرات کو سمجھنے کی ضرورت ہے.

Here is how Religion is judged by Behavioural science standards:

کیا مذہب کسی ذہنی خلجان کی پیداوار ہے

ارتقائی نفسیات کے طرفدار ماہرین کا کہنا ہے کہ ذہن کے مختلف حصّے مختلف معاملات دیکھتے ہیں جیسے سماجی میل جول کا حصّہ خاندانی معاملات کا حصّہ یا ہمدردی والا حصّہ اور یہ کہ مذہب انہی مختلف حصّوں کے مس فائر کی ضمنی پیداوار ہے۔ اور کچھ کا کہنا ہے انسان کا بچہ شروع ہی سے مادہ اور ذہن کے بارے میں دوئی کا فطرتی تصور رکھتا ہے جس کی ضمنی پیداوار مذہب ہے۔ انہی میں سے کچھ کا خیال ہے کہ جسم اور ذہن ایک ہی چیز ہیں اور جو کچھ ذہن میں ہوتا ہے وہ جسم کے اندر ہونے والے کیمیاوی اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ پھر دانیال ڈنٹ نے طبعی مواقف ڈیزائن کا مواقف اور ارادہ کے مواقف کی بات کی۔

نفسیاتی ماہرین کی مذہب کے بارے میں مختلف تھیوریاں کہ یہ کسی ذہنی عمل کا نتیجہ ہیں یا اس کی ضمنی پیداوار ہے ان سب نظریات کو وحی کا نازل ہونا کلّی طور پر رد کرتا ہے۔ وگرنہ تو ان لوگوں نے شکوک پیدا کرنے والے مختلف نظریات کے زریعہ دین کو ایک ذہنی مفروضہ قرار دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی

بات دراصل یہ ہے کہ انسانی دماغ اور ذہن اللہ تعالی کی تخلیق کا ایک نادر نمونہ ہے. اور یہ حیرا نکن کام انجام دیتا ہے. یہ ایک جدید ترین مواصلاتی آلہ ہے، جو تخلیقی کام بھی سر انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے اور باہر سے آنے والی معلومات سے متاثر بھی ہوتا ہے. اس کی کچھ تفصیل یہاں درج ہے.

ذہن دماغ کا غیر مادی پلیٹ فارم ہے. یہ الہام القاوجدان ٹیلی پیتھی مسمریزم اور خواب جیسی صلاحیتوں سے ہمکنار ہے.

ہمارا لاشعور بھی ہمارے ذہن پر اثر انداز ہوتا ہے تو انسان کو ہر طرح اور نئی قسم کے خیالات وہم اور خواب نظر آتے ہیں. انسان کا وجدان تخلیقی صلاحیت کا حامل بھی ہوتا ہے، جس مسلہ پر ہم بہت سوچ بچار کرتے ہیں تو ہمارا لاشعور بھی اس سلسلہ میں متحرک ہو جاتا ہے اور حل پیش کرتا ہے. خواب ہماری اندرونی نفسیات اور کیفیات کا مظہر بھی ہوتے ہیں اور خوابوں کی ایک قسم وہ بھی ہوتی ہے جن میں باہر سے قدرت کی طرف سے کوئی پیغام ہوتا ہے. جیسے حضرت یوسف کو سنائے جانے والے خواب کا ذکر قران کریم میں ملتا ہے جو بعد میں سچے ثابت ہونے.

ہمارا ذہن باہر سے پیغامات موصول کرنے کا حیرت انگیز آلہ بھی ہے. ٹیلی پیتھی اور مسمریزم کو تو سائنس بھی تسلیم کرتی ہے. حضرت موسی اور فرعون کا واقعہ مسمریزم اور خدائی معجزے کے فرق کو ظاہر کرتا ہے. جو کام جادوگروں نے کیا وہ نظر بندی تھی جسکی وجہ سے رسیاں سانپ معلوم دینے لگیں حتی کہ حضرت موسیٰ کو بھی، ا عصا کا سانپ معجزہ جو باقیوں کو نگل گیا. کچھ یہی حال وحی کا ہے، وہ اللہ کی طرف سے پیغام ہوتا ہے کسی انسان کے اپنے ذہن کی کسی کیفیت کا نام نہیں.

رچرڈ ڈاکنز نے پر زور طریقہ سے ایک کے بعد ایک نکتہ اٹھاتے ہوے اور مثالوں سے اپنا موقف واضح کرتے ہوے نیز جگہ جگہ داستان گوئی سے اپنی باتوں کو دلچسپ بناتے ہوے ہر انداز سے اپنی سی کوشش کی ہے کہ وہ نئ نسل کو انکے دین سے پھیر کر گمراہ کر دے. اگر مصنف بائیولوجی اور behavioural science کا ماہر ہے تو اس نے اس مہارت کا استعمال بھی بہت ہوشیاری سے کیا ہے. جینز اور ممس اسکا دل پسند مضمون ہے اور ان کی معلومات کو اس نے مذھب پر منطبق کیا ہے

اسکا کہنا ہے جینز جس طرح اپنی نقل تیار کرتے ہیں بلکل اسی طرح کا سو فیصد نہ سہی مگر ایسا ہی کچھ ثقافتی عدا د میں بھی روا ہو تا ہے یعنی کلچر ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہو تا ہے اور مذھب بھی اسی کا ایک مظہر ہے جو ایک طریقہ سے پیدا ہو تا ہے پھر ارتقاء پذیر ہو تا ہے.

اسکا کہنا ہے

The cultural equivalent of genetic drift is a persuasive option, one that we cannot neglect when thinking about the evolution of religion.

The central question for meme theory is whether there are units of cultural imitation which behave as true replicators, like genes. I am not saying that memes necessarily are close analogues of genes, only that the more like

genes they are, the better will meme theory work; and the purpose of this section is to ask whether meme theory might work for the special case of religion.

The following is a partial list of religious memes that might plausibly have survival value in the meme pool, either because of absolute 'merit' or because of compatibility with an existing memeplex: • You will survive your own death. • If you die a martyr, you will go to an especially wonderful part of paradise where you will enjoy seventy-two virgins (spare a thought for the unfortunate virgins). • Heretics, blasphemers and apostates should be killed (or otherwise punished, for example by ostracism from their families). • Belief in God is a supreme virtue. If you find your belief wavering, work hard at restoring it, and beg God to help your unbelief. (In my discussion of Pascal's Wager I mentioned the odd assumption that the one thing God really wants of us is belief. At the time I treated it as an oddity. Now we have an explanation for it.) • Faith (belief without evidence) is a virtue. The more your beliefs defy the evidence, the more virtuous you are. Virtuoso believers who can manage to believe

something really weird, unsupported and insupportable, in the teeth of evidence and reason, are especially highly rewarded.

• Everybody, even those who do not hold religious beliefs, must respect them with a higher level of automatic and unquestioned respect than that accorded to other kinds of belief (we met this in Chapter 1). • There are some weird things (such as the Trinity, transubstantiation, incarnation) that we are not meant to understand. Don't even try to understand one of these, for the attempt might destroy it. Learn how to gain fulfilment in calling it a mystery. • Beautiful music, art and scriptures are themselves self replicating tokens of religious ideas.* Some of the above list probably have absolute survival value and would flourish in any memeplex. But, as with genes, some memes survive only against the right background of other memes, leading to the build-up of alternative memeplexes. Two different religions might be seen as two alternative memeplexes. Perhaps Islam is analogous to a carnivorous gene complex, Buddhism to a herbivorous one. The ideas of one religion are not 'better' than those of the other in any absolute sense, any more than carnivorous genes are 'better'

than herbivorous ones. Religious memes of this kind don't necessarily have any absolute aptitude for survival; nevertheless, they are good in the sense that they flourish in the presence of other memes of their own religion, but not in the presence of memes of the other religion. On this model, Roman Catholicism and Islam, say, were not necessarily designed by individual people, but evolved separately as alternative collections of memes that flourish in the presence of other members of the same memeplex. Organized religions are organized by people: by priests and bishops, rabbis, imams and ayatollahs. But, to reiterate the point I made with respect to Martin Luther, that doesn't mean they were conceived and designed by people. Even where religions have been.

باب6 : اخلاقیات کی بنیاد: ہم اچھائی کیوں کرتے ہیں

Strange is our situation here on Earth. Each of us comes for a short visit, not knowing why, yet sometimes seeming to a divine purpose. From the standpoint of daily life, however, there is one thing we do know: that man is here for the sake of other men above all for those upon whose smiles and well-being our own happiness depends. ALBERT EINSTEIN

آئین سٹائن کا اوپر درج مقولہ درست ہے مگر یہ نامکمل بات ہے. دعوی تو سبھی کرتے ہیں انسانی بھلائی کے کام کرنے کا مگر یا تو وہ جھوٹ ہوتا ہے یا زبانی جمع خرچ ہوتا ہے اسکا کوئی طریقہ کوئی اصول کوئی لائحہ عمل وہ نہیں بتاتے. انسان کے دنیا میں آنے کا مقصد اللہ تعالی نے قران کریم میں بیان فرمایا ہے:

سورۃ ھُود

اور وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے اور اس کا تخت پانی پر تھا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھا کام کرتا ہے اور اگر تو کہے کہ مرنے کے بعد اٹھوگے تو منکرین یہ کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے (۷)

یہ بات بھی ہے کہ ایمان لانے کے بعد ایک مسلمان کو حقوق العباد کی ادائیگی پر بہت زور ہے. اعمال میں بہت سے احکامات اسی سے متعلق ہیں. اور ان کی بنیادی وجہ اللہ کا اپنی مخلوق کی بہتری چاہنا ہے. اسی بہتری کی خاطر اسلام نے قوانین دیے ہیں. سود زنا شراب اور جواء سے منع فرمایا گیا ہے کہ اس میں اپنا اور دوسرے انسانوں کا استحصال اور نقصان ہے. اسی طرح سے حق حقوق کا خیال رکھا گیا ہے. وارثت کی تقسیم کے قوانین انسانی حقوق کا تحفظ کرتے ہیں. خون بہا یعنی دیت کے قوانین انسانوں کے آپسی تعلقات میں توازن اور بہتری کی خاطر ہیں.

انسان کا مقصد حیات کیا ہے اس کی پوری تصویر تو قران کریم کی تعلیمات کی روشنی ہی میں ظاہر ہوتی ہیں. پھر یہ بات بھی ہے کہ انسان کو اپنا مقصد حیات جو معلوم ہو اس پر اسکا پورا یقین بھی ہو کہ ایسا ہی ہے. انسان کا مقصد حیات یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کو اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان لے اور اسکی آیات میں غور و فکر سے اپنے ایمان کو مضبوط کرے. اس بات کا یقین کر لے کہ موت کے بعد بھی زندگی ہے اور یوم حساب بھی ہے تا کہ جو کام اس

نے اس دنیامیں کیے ہیں اسکا اسکو بدلہ دیا جاسکے. کیونکہ تمام تر آسمانی ہدایت کے باوجود انسان دوسرے انسانوں پر ظلم بھی کرتا ہے انکے حق حقوق بھی سلب کرتا ہے اور مظلوموں کو اس دنیامیں انصاف بھی نہیں ملتا لہذا اس دنیامیں رہتے ہوے یہ بھی انسان کا مقصد ہے کہ وہ عمل کرتے ہوے اس بات پر ایمان رکھے کہ یوم حشر بھی برپا ہونا ہے جہاں اس سے مواخذہ ہو گا. دوسرے انسانوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں یہ چیز میں ممد و معاون ہے. مقصد حیات یہ بھی ہے کہ جو آگے ہونے والا ہے اسکی بھی انسان کو خبر ہو جیسا کہ قران کریم میں فرمایا گیا ہے

سورۃ التکویر

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب سورج کی روشنی لپیٹی جائے (۱) اور جب ستارے گر جائیں (۲) اور جب پہاڑ چلائے جائیں (۳) اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں (۴) اور جب جنگلی جانور اکھٹے ہو جائیں (۵) اور جب سمندر جوش دیئے جائیں (۶) اور جب جانیں جسموں سے ملائی جائیں (۷) اور جب زندہ در گور لڑکی سے پوچھا جائے (۸) کہ کس گناہ پر ماری گئی تھی (۹)

اس چھوٹی سی زندگی میں انسان کے لئے سب سے بہترین کام اللہ کو سجدہ کرنا ہے اس سے بہتر مقصد حیات کیا ہو سکتا ہے

کیا دعائیں قبول ہوتی ہیں

کروناوائرس پھیلا تو ملحدوں نے سوشل میڈیا پر ایسی تصویر ڈالیں جنمیں ایک طرف مولویوں کو کرونا سے بچنے کے لئے رورو کر دعائیں مانگتے دکھایا گیا ہے تو دوسری طرف ایک سائنس دان کو لیباٹری میں ویکسین دریافت کرنے کے لئے تجربات میں مصروف دیکھایا گیا ہے اور اس تصویر کو دیکھنے والے سے سوال کیا گیا ہے کہ کروناوائرس جیسی مہلک بیماری کا علاج ملاؤں کی دعاؤں سے ہو گا یا ویکسین کی دریافت سے. نوجوانوں کے ذہنوں میں شک ڈالنے اور انکو خدا کے وجود سے انکاری بنانے کے لئے آج کل کے جدید کفّار نے کہا دیکھو خدا ہوتا تو تمہاری دعائیں قبول بھی کرتا. دعا کا تمسخر اڑایا جاتا ہے اور اسکے قبول ہونے کے اثر سے انکار کیا جاتا ہے. پڑھنے اور دیکھنے والا کہتا ہے بات تو ٹھیک ہی ہے میرا ذاتی مشاہدہ بھی یہی کہتا ہے کہ بہت ساری دعائیں قبول نہیں ہوتیں. ایسی ہی باتوں کو مزید تقویت دینے اور خدا کے وجود کے انکار کی دلیل دینے کے لئے آجکل کے کفّار نے دعاؤں کے بارے میں ایک تجربے کا انعقاد کیا. جس کا احوال انکے تمسخر اڑانے سمیت انہی کی زبانی کچھ یوں ہے:

حالیہ دور میں مایاناز ماہر طبیعیات رسل سینآرڈ (برطانیہ کے تین مشہور مذہبی سائنسدانوں میں سے ایک) نے ٹیمپلٹن فاؤنڈیشن کے سرمایے کی مدد سے کی جانے والی ایک تحقیق کی حوصلہ افزائی کی ہے جس کا مقصد تجرباتی طریقے استعمال کرتے ہوئے اس سوال پر غور کرنا ہے کہ بیمار لوگوں کے لئے دعا کرنے سے ان کی صحت بہتر ہوتی ہے

ایسے تجربات اگر صحیح طرز پر کئے جائیں تو انھیں " دہرا اندھا" ہونا ہو گا. انہیں کسی ترتیب کے دو گروہوں میں بانٹا گیا، ایک تجرباتی گروہ جس کے لئے دعائیں مانگی گئیں، اور ایک پابند گروہ جس کے لئے کوئی دعا نہیں مانگی گئی۔

ڈاکٹروں، مریضوں، تیمارداروں اور تجربہ کرنے والوں میں سے کسی کو علم نہیں تھا کہ کونسے مریض کس گروہ میں ہیں۔ صرف دعا مانگنے والوں کو ان مریضوں کے نام بتادئے گئے تھے جن کے لئے دعا کرنا تھی۔ اگر یہ بھی نہ کیا جاتا تو وہ دعا کیونکر مانگ سکتے۔ لیکن اس بات کا پھر بھی خیال رکھا گیا کہ انہیں صرف پہلا نام اور خاندان نام کا پہلا حرف ہی بتایا جائے۔ بظاہر خدا کو مریض کا بستر تلاش کرسکنے کے لئے اتنی معلومات کو کافی سمجھا گیا۔

ایسے تجربات کرنے کا خیال بھی تمسخر کے خطرے سے پاک نہیں، اور اس منصوبے کو بھی اس کے جائز حصے کے تمسخر سے نوازا گیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے باب نیوہارٹ نے اس پر مزاحیہ خاکہ بنایا تو نہیں تھا، لیکن مجھے نہ جانے کیوں اس کی آواز کچھ یوں سنائی دیتی ہے:

اوہ اچھا اچھا میں سمجھا۔ میری... کیا کہا آپ نے، مالک؟ آپ میری علالت دور نہیں کرسکتے کیونکہ میں پابند گروہ میں ہوں؟ کیا کہا مالک؟ ایوانز صاحب کو ہر روز ایک... خالہ کی دعائیں کافی نہیں تھی۔ لیکن مالک وہ ساتھ والے بستر میں ایوانز صاحب اوہ، اچھا۔ انہوں نے.... ہزار دعائیں موصول ہو رہی ہیں؟ لیکن مالک ایوانز صاحب تو ایک ہزار لوگوں کو جانتے تک نہیں ہیں جنہوں نے انکے کے نام کی دعائیں کی تھیں۔ لیکن آپ کو کیسے پتا کہ وہ دعائیں جان کے لئے تھیں " جان ای" تو اوہ اچھا.... ایلیسوور کے لئے نہیں تھیں؟.... آپ نے اپنے عالم الغیب سے دریافت کرلیا کہ دعائیں کس جان ای کو ملنی ہیں۔ لیکن مالک

بہادری سے تمسخر کو نظر انداز کرتے ہوئے محققین ثابت قدم رہے، اور باسٹن کے قریب واقع ایک باڈی اینڈ مائنڈ میڈیکل انسٹیٹیوٹ میں ماہر امراض قلب ڈاکٹر ہربرٹ نیلسن کی قیادت میں چوبیں لاکھ ڈالر بھی خرچ کرڈالے.... چھ ہسپتالوں ایک ہزار آٹھ سو دو مریضوں کو چنا گیا. مریضوں کو تین گروہوں میں بانٹ دیا گیا۔ گروہ نمبر ایک کے

دعا کروائی گئی اور انکو بتایا نہیں گیا گروہ نمبر دو کے لئے کوئی دعا نہیں ملی گروہ نمبر تین کے لئے دعا کروائی گئی اور انکو بتا بھی دیا گیا.

تین چرچوں کی جماعتوں سے دعائیں کروائی گئیں۔ ایک منیسوٹا میں تھا، ایک میساچوسٹس میں اور ایک مسوری میں، لیکن سب ان ہسپتالوں سے فاصلے پر تھے جہاں مریض رکھے گئے تھے۔ جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا، دعا کرنے والوں کو صرف مریضوں کا پورا نام اور خاندان نام کا پہلا حرف بتایا گیا تھا۔ یہ ایک اچھی تجرباتی عادت ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کہ منصوبے کے تمام تجربات کے لئے ایک ہی معیار رکھا جائے، اس لئے یہاں تمام دعاؤں میں یہ الفاظ کامیاب آپریشن اور مشکلات سے آزاد جلد از جلد صحتیابی" شامل کروائے گئے:

تجربات کے نتائج اپریل دو ہزار چھ کے امریکن ہارٹ جرنل میں پیش کئے گئے اور بالکل واضح تھے۔ جن مریضوں کے لئے دعا کی گئی اور جن کے لئے دعا نہیں کی گئی ان میں کوئی فرق نہ نکلا۔

آپ کو قطعاً حیران نہ ہونا چاہئے کہ علماء دین نے اس تحقیق کی مخالفت کی کیونکہ وہ پریشان تھے کہ اس کے نتائج مذہب کو تضحیک کا نشانہ بنانے کے کام آئیں گے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے عالم دین رچرڈ سوائین برن نے تحقیقاتی منصوبے کی ناکامی کے بعد لکھتے ہوئے کہا کہ منصوبہ اس لئے ناکام ہوا کیونکہ خدا۔ کسی ایک شخص کے مقابلے میں کسی دوسرے شخص کے لئے صرف اس لئے دعاؤں کا جواب اسی صورت میں دیتا ہے کہ وہ نیک نیتی سے کی گئی ہوں دعا کرنا کہ اس کا نام کسی دوہرے اندھے تجربے میں دعا کے حق میں نکل آیا تھا مناسب نہیں ہے۔ خدا کو چال سمجھ آجاتی۔ باب نیو ہارٹ کا نام لے کر میں نے جو مزاح کیا اس کا مقصد یہی واضح کرنا تھا، اور سوائین برن بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہے۔ وہ خدا کی بنائی دنیا میں دکھ اور تکلیف کی توجیہ پیش کرتا ہے:

میری تکلیف مجھے اپنی بہادری اور صبر کا مظاہرہ کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اور آپ کو میری تکلیف کے ساتھ ہمدردی دکھانے اور اس کا مداوا کرنے کا موقع دیتی ہے۔ اور معاشرے کو یہ فیصلہ کرنے کا موقعہ دیتی ہے کہ وسائل

کس طبی تحقیق پر خرچ کئے جائیں اور کس پر نہ کئے جائیں۔ اگرچہ ہمارے اچھے خدا کو ہماری تکلیف کا بہت افسوس ہوتا ہے، لیکن اسکا مقصد ہے کہ ہر شخص صبر، ہمدردی اور فراخدلی کے جذبات کا مظاہرہ کرسکے، اور اس طرح ایک اخلاقی کردار اپنا سکے۔ کچھ لوگوں کو اپنی ہی خاطر بیمار ہونے کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور کچھ لوگوں کو اس لئے بیمار ہو جانے کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ کچھ دوسرے لوگ چند اہم مسائل میں انتخاب کرسکیں۔ کچھ لوگوں کو صرف اسی سے راغب کیا جاسکتا ہے کہ وہ اہم فیصلے کرسکیں۔ جبکہ اور لوگوں کے لئے بیماری اتنی کارآمد نہیں ہوتی۔"

جن معاملات کو اللہ تعالی نے اسباب اور انکے قوانین کے تابع کرر کھا ہے انکا پورا کرنا اولیت رکھتا ہے اور دعا کا مقام بھی اسکے ساتھ ہے. نبی کریم صرف دعا مانگ کر اللہ کی نصرت کے امیدوار نہیں ہوئے مگر یہ کہ انہوں نے مقدور بھر اسباب اختیار کیے. جنگ بدر کی مثال لیجئے تین سو تیرہ کے ساتھ کم تر ساز و سامان کے ساتھ بدر کے میدان میں پہنچے اور وہاں پر نصرت کے لئے اللہ سے دعاء کی.

مکّہ میں مسلمان گرم ریت پر گھسیٹے گئے طائف کے سفر میں ااپ کو پتھر مار کر زخمی کر دیا گیا مسلمان پناہ کی خاطر حبشہ گئے. یہ سب کیا تھا کیا نبی کریم دعاء نہیں کرتے ہونگے ضرور کرتے ہونگے مگر اللہ پر بھروسہ بھی کرتے تھے کہ وہ خالق اور ملک ہے جو وہ کرتا ہے وہی درست ہے اس کی مشیت ہی اولی ہے. اس کی ہمارے لئے بنائی اچھی اور بری تقدیر پر ہمارا ایمان ہونا چاہیے

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہماری ضرورتوں سے وہ ہم سے بڑھ کر آگاہ ہے. اس نے ہمارا خیال اسوقت بھی رکھا جب ہم سوچنے اور سمجھنے کے قابل بھی نہ تھے. اب بھی جو اس نے ہمارے نصیب میں لکھا ہے وہ کہیں جاتا نہیں اور جو ہمارے نصیب میں نہیں وہ آتا نہیں.

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کو دعاء کے قبول یا نا قبول ہونے کے ثبوت دینے کا پابند نہیں چاہے سارے انسان ہی اکٹھے ہو کر یہ کام کیوں نہ کریں. وہ جو کرتا ہے اسی کا اعتبار ہے.

تم اللہ کی سنّت میں کوئی تبیلی نہیں پاؤ گئے. پس انسان کا کام ہے اس کی رحمت کا امیدوار رہے. جو اس پر توکل کرتا ہے وہی اسکا پسندیدہ ہے.

اس تمہید کی روشنی میں سب سے پہلے تو یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ دعا کی افادیت ہے یا نہیں سے پہلے ہم یہ یقین کر لیں آیا خدا ہے یا نہیں. اگر خدا کے ہونے پر ہی یقین نہیں ہے تو دعا کس سے کرنی ہے. حیرت کی بات ہے انسان جس کی موجودگی کے شواہد دنیا میں عارضی ہیں اس کو اپنے ہونے پر یقین ہے مگر جس کی وجہ سے اسکا اپنا وجود ہے یعنی وہ ذات جو اسکی قیوم ہے یعنی اسکے ہونے کو ممکن بنائے ہوے ہے اس پر یقین نہیں ہے. پس سب سے پہلے تو ہمیں اپنے وجود پر یقین کے ساتھ ساتھ ہمیں اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرنے کی ضرورت ہے.

جب کچھ بھی نہ تھا اسی رب کی وحدہ ہو لا شریک ذات تھی. پھر اس نے کائنات بنانے کا ارادہ فرمایا تو واجب الوجود یعنی مرتبہ عقلی وجود میں آیا اور اسکے بعد ظاہر الوجود یعنی کائنات یا شخص اکبر بھی جسکا نام ہے وہ وجود میں آیا.

انسان کے ساتھ اسکے رب کا کیا تعلق ہے اور وہ اسکے کتنا قریب ہے اسکو حضرت شاہ ولی اللہ رہ نے اللہ کی معرفت کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے. اللہ کی ذات مرتبہ عقل یعنی اللہ کی صفات اور کائنات یا شخص اکبر.

شاہ صاحب کا فرمانا ہے انسان کے لئے انس راہ کی ابتداء بھی عجز و حیرت ہے اور انتہا بھی عجز و حیرت ہے.

شاہ صاحب اسکی مثال ایک سانچہ یا ٹھپہ سے دیتے ہیں جس میں جو نقش کھدا ہوا ہے وہ جب مٹی پر لگا تو وہی نقش مٹی پر کنداں ہو گیا. جو ٹھپہ ہے وہ مرتبہ عقل ہے اور جو کنداں ہو گیا ہے وہ کائنات ہے. اس مثال سے آپکو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالی کائنات کے مادی وجود سے کس قدر پاک ہے. اسکے باوجود اسکا اپنی مخلوق کے ساتھ اتنا قریبی تعلق ہے کہ وہ انکی شہ رگ سے بھی قریب ہے.

جو شہ رگ سے بھی قریب ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ آپکی دعا کو نہ سنے.

سورۃ البَقَرَۃ

"اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ میری طرف سے فرما دیجیے) میں قریب ہی ہوں (اور باستثنا نامناسب درخواست کے) منظور کرلیتا ہوں (ہر) عرضی درخواست کرنے والے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے سو ان کو چاہیے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں امید ہے کہ وہ لوگ رشد (وفلاح) حاصل کر سکیں گے۔(۱۸۶)

سورۃ النَّمل

یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور (اس کی) مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے (یہ سن کر بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (مگر) تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو۔(۶۲)

اسی بات کو آگے بوتے بڑھاتے ہوئے حضرت شاہ اسماعیل شہید فرماتے ہیں:

"تمام امکانی حقائق کو تھامنے اور برقرار رکھنے والی قوت ایک ہی ہے یعنی وہ واحد ذات ہی انکی قیوم ہے."

لاھوت یعنی حق تعالی کا علم عین اسکی ذات ہے. لاھوت کا ساری کائنات سے وہی تعلق ہے جو کسی چیز کو علمی صورت سے ہو سکتا ہے یعنی سارے حقائق خواہ ابہام واطلاق سے موصوف ہوں یا یقین یا تحصیل کی شان رکھتے ہوں یا افراد و اشخاص ہوں ان سب کو اللہ تعالی اپنے علم فعلی سے جانتے ہیں. علم کی یہ قسم صرف لاھوت کے ساتھ مختص ہے ممکن یا مخلوقات کو اس میں سے کوئی حصّہ نہیں ملا.

خالق اپنی مخلوق کی ضرورتوں کو ان سے زیادہ اور مکمل جانتا ہے. جو دعا ہم کرتے ہیں وہ بلاشبہ اس تک پہنچتی ہے. دعا کو قبول کرلینا یا نہ قبول کرنا یہ اللہ تعالی کا استحقاق ہے. وہ ہماری ضرورتوں اور اسکو پورا کرنے میں پنہاں مصلحتوں کو ہم

سے بہتر جانتا ہے. اس کے کیے کی اس سے کسی کو پوچھنے کی جرات نہیں. دعائیں پوری بھی ہوتی ہیں اور نہیں بھی پوری ہوتیں. قران کریم میں دعاؤں کے منظور ہونے کا ذکر ہے. فرمایا

سورۃ آل عمران

اس موقع پر دعا کی (حضرت) زکریا نے اپنے رب سے. عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئیے مجھکو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد۔ بے شک آپ بہت سننے والے ہیں دعا کے۔(۳۸) پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰؑ کی جن کے احوال یہ ہونگے کہ وہ کلمتہ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہونگے اور مقتداء ہونگے اور اپنے نفس کو (لذات سے) بہت روکنے والے ہونگے اور نبی بھی ہونگے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہونگے۔(۳۹) زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہو گا حالانکہ مجھکو بڑھاپا آپہنچا اور میری بی بی بھی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں (لڑکا) ہو جاوے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کریں کر دیتے ہیں۔(۴۰)

سورۃ المآئدۃ

عیسےٰ ابنِ مریم نے دعا کی کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمایئے کہ وہ ہمارے لیے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد میں سب کے لیے ایک خوشی کی بات ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جاوے اور آپ ہم کو عطا فرمایئے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں۔(۱۱۴) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنے والا ہوں پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد ناحق شناسی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دونگا۔(۱۱۵)

عرض کیا اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کر دیجیئے اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجیئے۔(۲۶) اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجیئے۔(۲۷) تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔(۲۸) اور میرے واسطے میرے

کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجیئے۔(۲۹) یعنی ہارونؑ کو کہ میرے بھائی ہیں۔(۳۰) ان کے ذریعے سے میری قوت کو مستحکم کر دیجیئے۔(۳۱) اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کر دیجیئے۔(۳۲) تا کہ ہم دونوں آپ کی خوب کثرت سے پاکی بیان کریں۔(۳۳) اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں۔(۳۴) بیشک آپ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔(۳۵) ارشاد ہوا کہ تمہاری (ہر) درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ۔(۳۶) اور ہم تو (ایک دفعہ اور بھی) (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کر چکے ہیں۔(۳۷)

سورۃ الانبیاء

اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی یونسؑ کا تذکرہ کیجیئے جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چل دیئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر (اس چلے جانے میں) کوئی داروگیر نہ کریں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ (سب نقائص) سے پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں۔(۸۷) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب وبلا سے) نجات دیا کرتے ہیں۔(۸۸)

اور زکریاؑ کا ذکر کیجیئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھ کو لاوارث مت رکھیو (یعنی مجھ کو فرزند دیجیئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں۔(۸۹) سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان کو یحییٰ فرزند عطا فرمایا اور ان کی خاطر سے ان کی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھیں) اولاد کے قابل کر دیا یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے امید وبیم کے ساتھ ہماری عبادت کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔(۹۰)

ان آیات کی روشنی میں دعا کرنا اور اسکی قبولیت ثابت ہے. لہٰذا اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ تعالی کے سامنے اپنی عرض داشتیں ضرور پیش کرنی چاہیں اور بیشک اسکی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں.

سورۃ الاعراف

اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلّل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی (البتہ یہ بات) واقعی (ہے کہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں۔(۵۵) جو (دعا) میں حدّ ِ(ادب) سے نکل جائیں اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اُس سے ڈرتے ہوئے اور امیّدوار رہتے ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے۔(۵٦)

دعا در اصل ایک طرح کی عبادت ہے

حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: الدُّعاءَ هوَ العِبادَةُ، ثمَّ قرأَ: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ(صحيح الترمذي:3372)

ترجمہ: دعاہی عبادت ہے، پھر آپ نے آیت پڑھی: «وقال ربكم ادعوني أستجب لكم إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين» تمہارا رب فرماتا ہے، تم مجھے پکارو، میں تمہاری پکار یعنی دعا کو قبول کروں گا، جو لوگ مجھ سے مانگنے سے گھمنڈ کرتے ہیں، وہ جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوں گے۔

اللہ کے نزدیک دعا سب سے معزز چیز ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ليسَ شيءٌ أكرَمَ على اللَّهِ تعالى منَ الدُّعاءِ(صحيح الترمذي:3370)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز و مکرم کوئی چیز نہیں ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ دعا کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا، نبی ﷺ فرمان ہے:

إنَّ اللَّهَ حيِيٌّ كريمٌ يستحي إذا رفعَ الرَّجلُ إليهِ يديهِ أن يردَّهما صفرًا خائبتينِ(صحيح الترمذي:3556)

ترجمہ: اللہ «حيي كريم» ہے یعنی زندہ وموجود ہے اور شریف ہے اسے اس بات سے شرم آتی ہے کہ جب کوئی آدمی
اس کے سامنے ہاتھ پھیلا دے تو وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو خالی اور ناکام ونامراد واپس کر دے۔

ہاں یہ بات جان لینے کی ضرورت ہے کہ دعا کی قبولیت کی شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں چنانچہ نبی ﷺ کا یہ فرمان ملاحظہ فرمائیں:

ما من مسلمٍ يدعو بدعوةٍ ليس فيها إثمٌ ، ولا قطيعةُ رَحِمٍ ؛ إلا أعطاه بها إحدى ثلاثَ : إما أن يُعجِّلَ له دعوتَه ، وإما أن يدَّخِرَها له في الآخرةِ ، وإما أن يَصرِفَ عنه من السُّوءِ مثلَها . قالوا : إذًا نُكثِرُ . قال : اللهُ أكثرُ .(صحيح الترغيب:1633)

ترجمہ: جب بھی کوئی مسلمان ایسی دعا کرے جس میں گناہ یا قطع رحمی نہ ہو، تو اللہ ربّ العزت تین باتوں میں سے ایک ضرور اُسے نوازتے ہیں: یا تو اس کی دعا کو قبول فرما لیتے ہیں یا اس کے لئے آخرت میں ذخیرہ کر دیتے ہیں اور یا اس جیسی کوئی برائی اس سے ٹال دیتے ہیں۔ صحابہؓ نے کہا: پھر تو ہم بکثرت دعا کریں گے۔ تو نبیؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ بخشنے (عطا کرنے) والا ہے۔

گویا دعا کبھی رائیگاں نہیں جاتی، کبھی فوراً قبول کر لی جاتی ہے، کبھی اس کی قبولیت میں تاخیر ہو سکتی ہے، کبھی اسے آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دی جاتی ہے تو کبھی اس کے بدلے برائی دفع کی جاتی ہے۔ آخری پیرا تحریر مقبول احمد سلفی

دعا کا ایک بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ درخواست گزار اپنے خالق ومالک بادشاہ کی خاص نظر میں آجاتا ہے. جس سے مانگنے کا حق ہے اسی سے مانگتا ہے اور اسی کا اپنا سرور ہے. رب کریم کا فرمانا ہے:

سُورَةُ فَاطِر

۞ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ (١٥

اے لوگو تم اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے

کیا اخلاقیات کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں

ملحدین کا خیال ہے اخلاقیات کا مذھب سے کوئی تعلق نہیں. لہٰذا اچھا یا برا انسان ہونے کے لئے کسی خدا کی ضرورت نہیں. نیز انکا کہنا ہے اخلاقیات کا حتمی ہونا ضروری نہیں.

یہ ایک اشتعال انگیز نکتہ نظر ہے اور خدا کے انکار کی انکی ایک دلیل.

یہ درست ہے کہ اخلاقیات آفاقی ہوتی ہیں اور ہر انسان بلا تفریق مذھب و قوم ان اخلاقیات پر یقین رکھتا ہے. مثال کے طور پر جھوٹ بولنے کو ہر انسانی معاشرہ میں برا جانا جاتا ہے. کسی ضرورت مند کی مشکل میں مدد کرنا اچھا عمل تصور ہوتا ہے. مگر اخلاقیات یہ کہاں ظاہر کرتی ہے کہ خدا کا انکار کر دیا جائے. خدا کا وجود ہی تو ہے جس نے انسان کی فطرت میں اچھائی اور برائی کی پہچان رکھ دی، بلا تفریق کہ کوئی شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں. قران کریم میں اللہ تعالی فرماتے ہیں

سورۃ الشمس

اور قسم ہے (انسان کی) جان کی اور اس ذات کی جس نے اسکو درست بنایا۔(۷) پھر اس کی بد کرداری اور پرہیز گاری (دونوں باتوں) کا اس کو القا کیا۔(۸) یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (جان) کو پاک کر لیا۔(۹) اور نامراد ہوا جس نے اس کو (فجور میں) دبا دیا۔(۱۰)

اخلاقیات کا ایک پہلو اپنے پروردگار کی یاد آوری ہے، اس ضمن میں اللہ تعالی کا تصرف اپنی تخلیق کردہ مخلوقات میں کس حد تک ہے، قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے

سورۃ بنی آسرآئیل / الإسرَاء

تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ بڑا حلیم ہے بڑا غفور ہے۔(۴۴)

تمام مخلوقات اور انکی فطرتوں اور جبلتوں کا خالق اللہ تعالی ہے. انکی اس کیفیت کو کسی قدرتی انتخاب کے یاڈارون کے نظریہ ارتقاء کا نتیجہ قرار دینا کم فہمی اور گمراہ کن تصور ہے.

انسان نے اگر یہ معلوم کر لیا کہ انسان کی فلاں فلاں خصوصیت کس کس وقت پر رونما ہو گی تو کون سا تیر مارا؟ کیا جنیٹک کوڈ کو سمجھنے کی اہلیت حاصل ہو جانے اور قدرت کے رازوں سے واقفیت ہو جانے سے اللہ تعالی کی شان میں کوئی کمی آتی ہے؟ بلکہ ہر نئی دریافت اللہ کی شان اور انسان کے ایمان میں مزید اضافہ کا باعث بنتی ہے. اب اگر وہ استعداد جو اللہ نے انسان کو اپنی منشا سے بخشی ہے کی بنا پر وہ اللہ کی بنائی اشیا کے ڈیزائن میں کچھ تبدیلیاں بھی کر لیتا ہے تو کیا وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ اللہ کے ارادہ سے باہر ہے؟ یقینا ایسا نہیں ہے. پھر چاہیے تو یہ کہ انسان ان عنایات اور چیزوں کو مسخر کرنے کی قدرت ملنے پر اللہ تعالی کا شکر گزار ہو، وہ ان چیزوں کی کی خصوصیات کو مخصوص نتائج کی وجہ سمجھ لے؟ اور اس مغالطے میں ذات اعلیٰ صفات رب کریم کا انکار کر بیٹھے، اس سے بڑھ کر احمقانہ پن اور کیا ہو گا. بجا فرمایا اللہ تعالی نے:

سورۃ یسٓ

کیاآدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا۔(۷۷) اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں کون زندہ کرے گا۔(۷۸)

پھر یہ منکر اور ملحد باتیں بناتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھنے والا خدا ہے ہی نہیں تو پھر ہم اچھائی کیوں کریں؟ اسکا جواب تلاش کرنے کے لئے وہ نئے جواز تلاش کرتے تا کہ اپنے پیروکاروں کو اخلاقیات پر قائم رہنے کی وجوہ بیان کر سکیں. کہتے ہیں وہ اچھائی ہی کیا جو خدا کے خوف یا خدا سے لالچ کی وجہ سے کی جائے. کیا یہاں ڈارون کی تھیوری انکی رہنمائی نہیں کرتی کہ انسانی فطرت کے ساتھ سزا اور جزا کا کیا تعلق ہے، کیا دنیا میں انسان کے ساتھ جو کچھ بھی ہوتا ہے اسمیں سزا اور جزا ہوتی ہے یا نہیں. ؟ کیا محنت سے کام کرنے کی جزا خوشحالی نہیں؟ کیا کم چوری اور سستی کی سزا بدحالی نہیں؟ کیا کوئی ریاست سزا اور جزا کے بغیر چل رہی ہے؟ اللہ کے ہاں بھی سزا اور جزا ہے اور ایسا ہونا انصاف کا شدید تقاضا ہے

.

سورة الزّلزَلة

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی۔(۱) اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔(۲) اور اس حالت کو دیکھ کر کافر آدمی کہے گا اس کو کیا ہوا۔(۳) اس روز سب اپنی (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی۔(۴) اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہو گا۔(۵) اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (موقف حساب سے) واپس ہوں گے تا کہ اپنے اعمال (کے ثمرات) کو دیکھ لیں۔(۶) سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا۔(۷) اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔(۸)

اخلاقیات کے قرانی تصور کے علاوہ کسی اور اخلاقیات کی بنیاد کے وجود میں لانے کی ملحدوں کی کوششیں نامعقول ہیں

مذہبی صحیفوں میں درج مافوق الفطرت واقعات اور مظاہر پر ملحدین کے اعتراضات

ملحدین اور دہریوں نے آسمانی صحیفوں میں درج واقعات پر توھین آمیز طریقہ سے انکو مذاق کانشانہ بناتے ہوے طنزاور تنقید کی ہے. کچھ صحیفوں میں درج ناشائستہ حکایتوں کی بھی انہوں نے نشان دہی کی ہے. ضروری ہے کہ انکے اعتراضات کو شائستگی کے دائرہ میں رہتے ہوے بیان کیاجائے تاکہ انکاپھر جواب دیاجائے. ایک قابل اعتبار معیار ٹھہرانے کے لئے ہم انکے دیگر مذہبی کتابوں کے حوالوں کے جواب میں قران کریم کو بطور حوالہ جات استعمال کریں گئے کیونکہ ایسی کئی حکایات کاذکر قران کریم میں بھی ہے.

رچرڈڈاکنز لکھتاہے

"خدانے ابراہیم کو حکم دیاکہ وہ منتوں مرادوں کے بعد پیداہونے والے اپنے بیٹے اسحاق کی قربانی پیش کرے۔ بایں ہمہ ابراہیم نے ایک قربان گاہ بنائی، اس میں لکڑیاں جمع کیں، اور اسحاق کے ہاتھ پیر باندھ کر لکڑیوں پر لٹا دیا۔ ابراہیم خنجر کاوار کرنے ہی والا تھاکہ ایک فرشتہ نے بڑے ڈرامائی انداز میں مداخلت کرتے ہوئے یہ خوشخبری دی کہ خدانے اپنا ارادہ بدل دیاہے: خداتویونہی "مذاق" کر رہاتھا، اور ابراہیم کے ایمان کاامتحان لے رہاتھا۔ دور جدید کاماہر اخلاقیات یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ ایک بچّہ اس قسم کے نفسیاتی صدمے سے کیسے نجات پاسکے گا۔ جدید اخلاقیات کے نقطہ نظر سے یہ شرمناک قصہ بیک وقت بچّوں کے استحصال، دو مختلف

اطراف میں غنڈہ گردی، اور تاریخ میں پہلی بار نیور مبذگ بر دفاع' میں تو صرف احکامات کی بجا آوری کر رہا تھا' کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کے باوجود یہ قصہ تینوں مذاہب کی عظیم ترین بنیادی روایات میں سے ایک ہے۔"

آگے کہتا ہے

"حریف خدا بعل ہمیشہ سے عبادت گزاروں کو بہکانے والا رہا ہے۔ اسرائیلی عبادت گزاروں کو بعل کے حضور قربانی پیش کرنے کے لئے موآبی عورتوں کے ذریعہ ورغلایا گیا۔۔ حسب معمول، خدا کا رد عمل قہر آلود تھا۔ اس نے موسیٰ کو حکم دیا کہ 'سب کے سر لو اور انہیں

اپنے پروردگار کے حضور سورج کے سامنے لٹکا دو، تا کہ تمہارے پروردگار کا غیض و غضب اسرائیل سے دور ہو سکے'۔ ایک بار پھر، حریف خدا سے راہ و رسم بڑھانے کی پاداش میں خدا کے شدید ظالمانہ نقطہ نظر پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہا جا سکتا ہے۔"

دہریے بائبل کے حوالے سے حضرت نوح علیہ سلام کی کشتی کی مثال دیتے ہیں کہ ایک کشتی میں کیسے سب جانور سوار کر لئے گئے. وہ یہ بھی کہتے ہیں خدا کو انسانوں کی حرکات ناپسند تھیں تو اس سے ایک خاندان کے علاوہ باقی سب انسانوں کو بچوں اور جانوروں سمیت غرق کر دیا. دہریہ کہتا ہے" ایک معبود ہستی کو، جس کے ذہن پر تخلیق اور ابدیت جیسے مسائل چھائے ہوئے ہوں، اسے انسان کی چھوٹی چھوٹی بد معاشیوں سے بھلا کیا علاقہ ہو گا. ہم انسان خواہ مخواہ اپنے آپ کو اتنی اہمیت دے لیتے ہیں کہ اپنی معمولی 'غلطیوں' کو بڑھا چڑھا کر آسمانی درجے پر بیٹھا دیتے ہیں۔"

اس بارے میں قران کریم کہتا ہے

سورۃ ھُود

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب کے قریب) آ پہنچا اور زمین میں سے پانی ابلنا شروع ہوا ہم نے نوحؑ سے فرمایا کہ ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس (کشتی) میں چڑھالو اور اپنے گھر والوں کو بھی (چڑھالو) باستثناء اس کے جس پر (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے اور (گھر والوں کے علاوہ) دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔(۴۰) ا

سورہ نوح

(آخر) نوح نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی (دین حق کی طرف) بلایا۔(۵) سو میرے بلانے پر (دین سے) اور زیادہ بھاگتے رہے۔ اور (وہ بھاگنا یہ ہوا کہ) میں نے جب کبھی ان کو (دین حق کی طرف) بلایا تا کہ آپ انکو بخش دیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور (نیز زیادتی کراہت سے) اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹ لئے اور اصرار کیا اور (میری اطاعت سے) غایت درجہ کا تکبر کیا۔(۷) پھر (بھی) میں نے ان کو باآواز بلند بلایا۔(۸) پھر میں نے ان کو (خطاب خاص کے طور پر) علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا۔(۹) اور (اس سمجھانے میں) میں نے (ان سے یہ کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔(۱۰) کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا۔(۱۱) اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہادے گا۔

(۱۲) (میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ) تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو (ورنہ شرک نہ کرتے)
۔(۱۳) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔(۱۴) کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات
آسمان اوپر تلے پیدا کئے۔(۱۵) اور ان میں چاند کو نور (کی چیز) بنایا اور سورج کو (مثل) چراغ (روشن کے)
بنایا۔(۱۶) اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا۔(۱۷) پھر تم کو (بعد مرگ) (زمین) ہی میں
لے جاوے گا اور (قیامت میں پھر اسی زمین سے) تم کو باہر لے آوے گا۔(۱۸) اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو
تمہارے لئے (مثل) فرش (کے) بنایا۔(۱۹) تاکہ تم اسکے کھلے رستوں میں چلو۔(۲۰) (اور یہ سب حکایت
عرض کرکے) نوح نے کہا کہ اے میرے پرودگار ان لوگوں نے میرا کہا نہیں مانا اور ایسے شخصوں کی پیروی کی
کہ جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا۔(۲۱) اور (یہ روسائ ایسے ہیں) جنہوں نے (حق کے
مٹانے میں) تدبیریں کیں۔(۲۲) اور جنہوں نے (اپنے تابعین سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ
چھوڑنا اور نہ (بالخصوص) وَدّ کو اور نہ سُواع کو اور نہ یغوث یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔(۲۳) اور ان (رئیس
)لوگوں نے بہتوں کو (بہکا بہکا کر) گمراہ کر دیا اور (اب آپ) ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے۔(۲۴)
(ان لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ) اپنے ان ہی گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر (بعد غرق) دوزخ میں داخل
کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کوئی حمایتی میسر نہ ہوئے۔(۲۵) اور نوح نے (یہ بھی) کہا کہ اے میرے
پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ۔(۲۶) (کیونکہ) اگر آپ ان کو (روئے زمین پر
) رہنے دینگے تو آپ کے بندوں کو گمراہ کر دینگے اور (آگے بھی) ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی۔
(۲۷) اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل
ہیں ان کو (یعنی اہل وعیال باستثناء زوجہ و کنعان) اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخشد یجئے اور ان
ظالموں کی ہلاکت اور بڑھایئے۔(۲۸)

سورۃ العنکبوت

اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا سو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار برس رہے (اور قوم کو سمجھاتے رہے) پھر (جب اس پر بھی وہ باز نہ آئے تو) ان کو طوفان نے آ دبایا اور وہ بڑے ظالم لوگ تھے۔(۱۴) پھر ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو بچالیا اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان والوں کے لیے موجب عبرت بنایا۔(۱۵)

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالی جو کرتے ہیں اسکی کوئی پوچھ نہیں وہ جو چاہے کرسکتے ہیں. اور انسان جو کرے اسکی پوچھ ہے. قران کریم میں ایسے کئی واقعات کا ذکر آیا ہے جس کو انسان اپنی عقل کے بل پر نہیں سمجھ سکتا اسکے لئے اللہ کے رسولوں اور وحی پر ایمان لائے بغیر چارہ نہیں ہے. کون سی عقل انسان سے جنّت سے نکلنے زمین پر اترنے مرنے کے بعد بھر زندہ ہونے یوم قیامت جنّت اور دوزخ فرشتوں اور خود اللہ کی ذات بابرکت کو اپنی کوشش سے ثابت کرسکتی ہے. ایسے واقعات پر تنقید کرنے والے اگر فہم و تدبر کی نظر رکھتے تو محسوس کرتے کہ تمام کی تمام کائنات ہی حیرت کدہ ہے.

حضرت نوح کی کشتی میں بہت سارے انسانوں اور جانوروں کا سما جانا ہو حضرت ابراہیم پر آگ کا ٹھنڈا پڑ جانا ہو. حضرت عیسی کی بن باپ کے پیدائش ہو حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنا ان تمام باتوں کو کرنے پر اللہ تعالی قادر ہیں. کیا انسان کی اپنی پیدائش جو نو مہینہ میں مکمل ہوتی ہے ایک معجزہ سے کم ہے. کون سی ادا ہے اس خالق کائنات کی جس پر انسانی عقل دھنگ نہیں رہ جاتی بس دیکھنے والی آنکھ اور محسوس کرنے والا قلب ہونا چاہیے.

ایک اور بات جس کی طرف ہم انسانوں کی توجہ جاتی ہے وہ ہے عذاب میں چھوٹے بڑے سب کا مارا جانا جس پر کافروں کو بہت اعتراض ہے کہ یہ کیسا خدا ہے جو کہ بے قصور معصوم جانوں کو بھی اپنے عذاب میں ہلاک کر دیتا ہے. یہ بات کر کے وہ خود کو اللہ سے بھی زیادہ رحم دل ظاہر کرتے ہیں. حالانکہ اللہ تعالی اپنی مخلوق کو بہتر جانتا ہے اور ان وجوہات سے بھی وہی واقف ہے جن کی وجہ سے تاریخ میں وہ قومیں تباہ ہوئیں جن کا ذکر آسمانی صحیفوں میں ملتا ہے. اگر یہ باتیں رسولوں نے اپنی عقل سے گھڑھنی ہوتیں تو پھر انکا ذکر آسمانی صحیفوں میں نہ ملتا. آخر ایک آدمی ایسی باتیں کیوں لکھے گا جس کو عقل تسلیم نہ کرے.

اللہ تعالی نے قران کریم میں حضرت نوح کی عمر نو سو پچاس سال بتلائی ہے تو پہلے انسانوں کی عمر ہم سے بہت زیادہ ہوتی تھی. اس طویل عرصہ تک لوگوں نے نصیحت اور ہدایت قبول نہیں کی سو انکا انجام برا ہوا.

سورۃ البَقَرَة شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے الم (۱) یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں راہ بتلانے والی ہے خُدا سے ڈرنے والوں کو۔ (۲) وہ (خدا سے ڈرنے والے) لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چُھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ دیا ہے ہم نے اُن کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (۳) اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں (کتاب) پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہو اور ان (کتابوں) پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں۔ (۴) یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو اُن کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے. اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب۔ (

ہر زمانے میں انسانی سوچ اور حس کا بدلتا انداز

لوگوں کا ہر آنے والے زمانہ میں حقائق کو دیکھنے کا انداز بدلتا رہتا ہے. کل جو بات گناہ کبیرہ تھی بدلتے وقت کے ساتھ لوگوں اسکے بارے میں بے فکر ہو جاتے ہیں. کل عورت کی آواز میں بے حیائی کے عشقیہ اشعار والا گانا ریڈیو پر سن کر عورت حیاء سے سرخ ہو جاتی تھی آج انہی شریف بیبیوں کی اولادیں کسی طرح کی بے حیائی محسوس کئے بغیر ہر طرح کی برہنہ ویڈیوز اور فحش کلامی سنتی ہیں.

جو ملحد اور دہریہ الذہن لوگ ہیں وہ اسکو مثبت تبدیلی سمجھتے ہیں جو ایک اللہ پر یقین رکھنے والے لوگ ہیں وہ اسکو انسانیت کا انحطاط کہتے ہیں.

ایسے ہی مظاہر کی اثرات کو دیکھ کر ملحد اپنے نکتہ نظر سے اس کی تشریح کچھ یوں کرتے ہیں

جنگوں میں ظلم وستم کے بارے میں انسانی معیار میں تبدیلی .

عورتوں کے حقوق اور آزادی کو لے کر وقت بدلنے کے ساتھ انسانی سوچ میں تبدیلی

ہم جنس پسندوں کو لے کر معاشرے کا نرم رویہ اور انکو آپس میں شادیوں کی اجازت

دین اسلام جن باتوں کو منع کرتا ہے منکر خدا جو کہتے اور جو چاہتے ہیں وہ اسکے بلکل الٹ اور اسکی ضد ہے.

رچرڈ ڈاکنز کا کہنا ہے. روح عصر کے اس اجتماعی انداز میں ترّقی کے بارے میں تفصیلی وضاحت فراہم کرنا نفسیات اور عمرانیات میں میری غیر پیشہ ورانہ قابلیت سے باہر ہے۔ میرے مقاصد کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ ایک مشاہدہ شدہ حقیقت ہے کہ یہ بڑھتی ضرور ہے، اور اس کا محرّک مذہب نہیں ہے اور صحیفے تو قطعی نہیں۔

.... ۔وجہ جو بھی ہو، روح عصر کی ترّقی کا صریح رجحان اس دعوے کو جھٹلانے کے لئے کافی ہے کہ اچھا بننے کے لئے یا اچھائی کی پہچان کرنے کے لئے ہمیں کسی خدا کی ضرورت ہے۔

زمانہ بدلتا ہے انسان کی سوچ بدلتی ہے مگر اسکے اثرات کے بارے میں مومن اور کافر کی رائے میں زمین آسمان کا فرق ہے. یہ کون سی چیز ہے جو درمیان میں لکیر کھینچ دیتی ہے. وہ ایمان ہے.

زمانے کے بدلتے رنگ کے بارے میں اہل ایمان اور کفّار کے استدلال میں زمین آسمان کا فرق ہے. بہتر قدرتی انتخاب کے نظریہ کی بنیاد پر ملحد اور منکر خدا یہ خیال کرتے ہیں کہ وقت کے ارتقاء کے ساتھ انسانوں کے رویوں میں مثبت تبدیلی رونما ہو رہی ہے. مثال کے طور پر انکا کہنا ہے کہ آج کا انسان ظلم اور بربریت کے بارے میں پہلی نسلوں سے بہتر تصورات رکھتا ہے. آج کا انسان مہذب ہو رہا ہے. وہ ہٹلر اور سٹالن کی بربریت کو برا خیال کرتا ہے حالانکہ چنگیز خان کی بربریت کے مقابلے میں ہٹلر اور سٹالن کم ظالم تھے اور اسی طرح آج کا انسان ہٹلر اور سٹالن کے مقابلے میں کم ظالم ہے. یہی انسانیت بہتر قدرتی انتخاب کے نظریہ کے تحت بہتری کی طرف گامزن ہے.

اسی طرح وہ انسانوں کی غلامی کی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں. کس طرح اٹھارویں صدی کے اسکالر تک غلاموں کے بارے میں تعصب بھرے الفاظ استعمال کرنے کو معیوب خیال نہیں کرتے تھے جبکہ آج کے زمانہ کے اخلاقی پیمانہ کے مطابق ان مفکرین کے الفاظ نسل پرستانہ تھے.

عورت کی آزادی کو لیکر بھی انکے خیالات کچھ اسی قسم کے ہیں. عورت وقت کے ساتھ ساتھ اپنے حقوق لے پائی ہے. ایک دو صدیوں پہلے تک تو اسکو ووٹ کا حق بھی حاصل نہیں تھا. جبکہ آج وہ آزادی کے بہکاوے میں آکر استحصال کا شکار ہو رہی ہے. جب آج کی عورت کہتی ہے میرا جسم میری مرضی تو ملحد اس سوچ کی دل و جان سے توصیف کرتے

ہیں. ایک ملحد تو یہاں تک کہتا ہے کہ اگر جہادی کلچر ختم کرنا ہے تو انکی عورتوں کو آزادی نسواں کے ذریعہ باغی بناؤ، جہادی خود ہی ختم ہو جائیں گئے.

منکر خدا اور ملحد آزادی حقوق کے نام پر ہم جنس پرستی کے بھی پر زور حامی ہیں. اسی طرح کے لوگوں کی کوششوں سے اب مغرب میں مرد سے مرد کی شادی کو قانونی حیثیت حاصل ہو رہی ہے.

انسانی نفس کی خواہشات کی تکمیل ان ملحدوں کی نظر میں آزادی کی تکمیل ہے

جو نظریات یہ ملحد رکھتے ہیں اہل ایمان کے خیالات اس کے بلکل برعکس ہیں

اہل ایمان کے نظریات کی بنیاد بہتر قدرتی انتخاب کے انسانی نظریہ کی بجاے اللہ کی ہدایت پر ہے جو وحی کی صورت میں نازل کی گئی ہے.

قران میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

سورۃ الجاثیۃ

سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے. اور خدائے تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اسکی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

(۲۳)

سورۃ الانعام

اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے دین کو لہو لعب بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے

منکر اور ملحد اپنی عقل کے بل پر جن باتوں کو ترقی سمجھتے ہیں قران کی روشنی میں اہل ایمان کو وہ انسانیت کا انحطاط نظر آتا ہے.

کیا بڑھتی ہوئی نشہ کی تباہ کاریاں، جنسی بے راہروی جس سے اب معصوم بچے تک محفوظ نہیں رہے کیا فحش فلموں سے نوجوانوں کی بڑی تعداد کا ذہنی بیمار پڑ جانا انسانیت کا زوال نہیں. عورت کی آزادی کے نام پر انکو برہنہ کر دینا اور بازار کی زینت بنا دینا انسانی نسلوں کی تباہی کا سامان نہیں؟

اسلام میں ہر پسندیدہ بات کی اجازت ہے خواہ وہ عورت کی عزت و تکریم ہو

یا مرد کا مقام ہو-اسلام پسند نہیں کرتا دونوں میں سے کوئی بھی اپنے شرف انسانیت کے مقام سے گر جائے.

سورۃ الأعرَاف

آپ فرمایئے کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو ان میں جو علانیہ ہیں وہ بھی اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگاؤ جس کی تم سند نہ رکھو۔(۳۳)

دور جدید کے کفّار کی ایک مکارانہ دلیل

منکر خدا رچرڈ ڈاکنز کا کہنا ہے

بنیاد پرستوں کو یقین ہوتا ہے کہ وہ صحیح ہیں، کیونکہ انہوں نے سچ ایک الہامی کتاب میں پڑھا ہوتا ہے اور وہ پہلے سے ہی جانتے ہیں کہ وہ اپنے عقیدے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ الہامی کتاب کا سچ ایک کلیہ ہے، استدلال کا نتیجہ

نہیں۔ کتاب سچی ہے، اور اگر شواہد کتاب سے اختلاف کریں تو شواہد کو رد کر دیا جائے گا، نہ کہ کتاب کو۔ اس کے بر عکس، میں بحیثیت ایک سائنسدان جو بھی مانتا ہوں وہ اس لئے نہیں کہ میں نے اسے کسی الہامی کتاب میں پڑھا تھا بلکہ اس لئے کہ میں نے ثبوت اور شواہد کا مطالعہ کیا تھا۔ یہ واقعی بالکل ہی علیحدہ مسئلہ ہے۔ ارتقاء کے بارے میں لکھی جانے والی کتابیں اس لئے نہیں مانی جاتیں کہ وہ مقدس ہیں بلکہ اس لئے مانی جاتی ہیں کیونکہ وہ ناقابل فہم تعداد میں شواہد پیش کرتی ہیں جو ایک دوسرے کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ اصولی طور پر کسی بھی قاری کے لئے ان شواہد کا مطالعہ ممکن ہے۔ جب سائنس کی کوئی کتاب غلط ہوتی ہے تو کوئی نہ کوئی اس غلطی کو پکڑ ہی لیتا ہے، اور آنے والی کتابوں میں اس غلطی کی تصحیح کر لی جاتی ہے۔ یہ ایک نمایاں حقیقت ہے کہ مقدس کتابوں کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوتا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم باقی مذاہب کے حوالے سے نہیں بلکہ دین اسلام کو معیار مانتے ہوے بات کریں گئے.

دین اسلام کا مخاطب انسان ہے. دین اسلام تمام انسانوں کی بھلائی چاہتا ہے.

لہٰذا جن معاملات پر اسلام توجہ دیتا ہے انکی فضیلت اور اہمیت سائنس سے کہیں بلند و بالا ہے. اللہ کے الہامی پیغام کا کسی اور علم سے موازنہ کرنا درست نہیں. سائنس کا میدان تو فقط ان چیزوں کو دریافت کر لینا ہے جن کا مکلف خود خدا نے انسان کو بنایا ہے. انسان کو نئی باتیں دریافت کرنے کی قدرت اللہ ہی کی بخشی ہوئی ہے.

سچے عقائد جن کا ماخذ وحی ہے وہ اپنے آپ میں اس بات کا اعلان ہے کہ یہ وہ علم ہے جو انسان اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا. ان الہامی باتوں کو سائنس سے پرکھا نہیں جا سکتا. لہٰذا منکران خدا کا یہ نکتہ ہی غلط ہے کہ وہ

خدا کو سائنس سے برامد شدہ شواہد کی بنیاد پر ہی مانیں گئے. الہام سے معلوم باتیں کسی بھی سائنس کی دریافت سے غلط ثابت نہیں ہوتیں. دین اسلام جو ایک سچا دین ہے مظاہر قدرت یا ان پر تحقیق و جستجو کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی دریافتوں سے موافقت رکھتا ہے ان دونوں کے درمیان کسی بھی بات میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا. کائنات کی ہر شے خدا کی عظمت کی گواہی دیتی ہے.

لہذا دین کے احکامات اور حکمتیں جن کا ماخذ وحی ہے اس میں کجی نہیں ہوتی اور جب کجی ہی نہیں تو سائنس کی طرح کل کو غلطی درست کرنے کی ضروت بھی نہیں پڑتی.

خدا کا ایک ہونا، پیغمبروں پر وحی کی حقیقت کا سچ ہونا، فرشتوں، یوم قیامت غائب اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان یہ سب کوئی سائنس انسان کو نہیں بتلا سکتی. نہ سائنس کی اتنی اونچی اڑان ہے کہ وہ ان پر تجربات کر کے نتائج اخذ کر سکے. یہ وہ حقائق ہیں جن میں تبدیلی نہیں ہو سکتی. نہ ہی ان باتوں کو غلط ثابت کرنے کی انسان کی عقل اور علم میں طاقت ہے. اللہ کی طرف سے اتاری گئی سچی کتاب قران کریم سے قدرتی یا سائنس کے شواہد کبھی اختلاف نہیں کر سکتے. بلکہ ہر آنے والے دن میں انسانی علم میں جو اضافہ ہوتا ہے وہ اہل ایمان کے یقین میں اور اضافہ کرتا ہے. کائنات کی ہر شے میں غور و فکر، جستجو اور تحقیق کی حوصلہ افزائی تو خود دین اسلام کرتا ہے. اس کو تسخیر کرنے کی صلاحیت اللہ تعالی ہی نے تو انسان کو عطا کی ہے.

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰہَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

وہ لوگ اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔

ایک رب پر ایمان لانے اور اسکے احکامات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے جو اچھے نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ خود اللہ اور دین کے برحق ہونے کا جیتا جاگتا ثبوت ہوتا ہے.

کسی جگہ پر آگ ہونے کی خبر کا سننا، پھر آگ کا خود مشاہدہ کرنا اور پھر اس آگ میں خود داخل ہونا حقیقت کے علم کے مختلف درجے ہیں. دین کو اپنے اردگرد محسوس کرنا اور اسکے فیوض اور برکات سے مستفیض ہونا حق الیقین ہے. یہ بات کافر کے نصیب میں کہاں

جن اصولوں کا ذکر اللہ تعالی نے کیا ہے وہ اپنی ذات میں قانون کا درجہ رکھتے ہیں جن میں ردوبدل ممکن نہیں. قران کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَمَن لَّمۡ يَجۡعَلِ ٱللَّهُ لَهُۥ نُورًا فَمَا لَهُۥ مِن نُّورٍ

اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں

(میسر ہو سکتا)۔(۴۰) سورہ نور

ایک اور چھوٹی سی آیت پر غور کیجئے اور دیکھئے یہ بات کس قدر گہری اور جامع ہے اور کس طرح کائنات میں اللہ تعالی کے مقرر کردہ پیمانہ سے اسکا تعلق ہے

فرمایا:

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَى وَمَا تَغِيضُ الأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ بِمِقْدَارٍ

اللہ کو معلوم ہے کہ جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں لیے ہوئے ہے اور جو کچھ پیٹ میں سکڑتا اور بڑھتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا اندازہ ہے

اس آیت کے آخری حصّہ پر غور کریں، "ہر چیز کی اسکے ہاں ایک مقدار ہے"

آپ ساری کائنات میں چیزوں کو اللہ مقرر کردہ اندازوں کے تابع پائیں گئے ان میں تھوڑی سی بھی کمی بیشی انسانوں کے لئے مضر ہے.

اللہ تعالی بارش ایک مقدار میں نازل فرماتے ہیں کم ہو جائے تو انسان قحط اور پیاس سے مر جائے، زیادہ ہو جائے تو سیلاب سے سب کچھ تباہ ہو جائے.

اسی طرح زمین سے سورج کا ایک اندازہ مقرر فرمایا کہ کچھ میٹر اور زمین سورج کے قریب ہوتی تو انسان گرمی سے مر جاتا اور اگر کچھ تھوڑا اور دور ہوتی تو برف میں جم جاتا. چاند ایک خاص مقرر کردہ فاصلے پر ہے. کچھ یہی حال جو پیٹر سیارے کا ہے کہ اسکا حجم کی کشش ثقل زمین پر چیزوں کے آکر گرنے سے روکتی ہے، انکو اپنی طرف

کھینچ لیتی ہے. ماں کے جسم میں بھی ایک خاص مدت تک ٹھہرنے کا وقت اللہ نے مقرر فرمایا. لٰہذا تمام مظہر قدرت اور ان سے حاصل ہونے والی معلومات یا جو معلومات انسان کو آئندہ حاصل ہو نگی وہ اپنے رب کے ہونے اور اسکی بزرگی کا اظہار اور اعلان کرتی رہیں گیں

ماں باپ اور مولوی بہت دور کہیں پیچھے رہ گئے، زمانہ اور نئ نسل آگے نکل گئ اتنی آگے کہ اسکو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے ابلیس اور اسکے چیلے دہریے اس پر اپنے جال ڈالنے لگے.

ایسا ہی ایک جال انکو یہ باور کروانا ہے کہ اے نوجوان بچپن میں تمہاری مذھبی ذہن سازی ہوئی ہے اور یہ تمہاری آزادانہ رائے قائم کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے کے حق پر ڈاکہ تھا. بچپن میں تمہیں کسی عقیدے پر قائم کر کے تم پر ظلم کیا ہے، یہ وہ جرم ہے جو تمھارے والدین اور بزرگوں نے کیا ہے. پس اب جبکہ تم خود مختار اور آزاد ہو تو اپنے بڑوں کے خلاف اور انکے عقائد اور مذھب کے خلاف بغاوت تمہارا حق ہے. تمیں کسی مذھب کا پابند بنا کر تمہارا استحصال کیا گیا ہے، اب تمہیں اسکا مداوا کرنے کی خاطر ان عقائد پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور بچپن میں اخذ کردہ مذہبی عقائد کو رد کر دینا چاہیے.

یہ شیطانی کام جدید ذریعہ ابلاغ سے لیا جا رہا ہے. مولوی تو جمعہ کے دن کچھ دیر خطاب کرتا ہے اور نوجوان کی مرضی ہے وہ مسجد جائے نہ جائے مگر ابلیسی سبق تو اب چوبیس گھنٹے اس تک ڈائریکٹ پہنچتا ہے.

کوئی بھی جب اپنے ماضی پر نظر ڈالتا ہے تو دہریوں کی کہی باتیں اسکو درست معلوم دیتی ہیں. واقعی اسکے والدین اسکو دین کی باتیں بتلاتے تھے واقعیات سناتے تھے اور نماز کی تلقین کرتے تھے، اچھے اور برے اعمال کے

آخرت میں بدلہ ملنے کی باتیں بتلاتے تھے۔ یہ سب جب وہ اپنے ذہن میں تازہ کرتا ہے تو سوچتا ہے یہ کافر بات توٹھیک ہی کہہ رہاہے میرے ساتھ ایسا ہوا تو ہے۔ اپنے ذاتی تجربے کی وجہ سے اسکو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہوتا کہ وہ مان لے کہ بچپن میں وہ اس ظلم کا شکار ہوا ہے۔

کفّار نے یوں ایک تیر سے دو شکار کر لئے۔ ایک تو نوجوان کو اپنے والدین اور بزرگوں کا گستاخ بنادیا کہ وہ انکو قصوروار سمجھنے لگاہے اور دوسرے جن عقائد اور جس مذہب کی انہوں نے تعلیم و تربیت دی تھی اسکے بارے میں شک کا شکار ہو جاتا ہے۔

اب وہ شاکی نوجوان جب اپنے والدین اور بزرگوں سے ان بولڈ سوالات کا جواب مانگتا ہے جو اس نے انٹرنیٹ سے حاصل کیے ہوتے ہیں جو انکے مذہب اور عقیدہ کے بارے میں ہوتے ہیں تو وہ ایسے سوالات کے جوابات نہیں دے پاتے اور اپنے بچے کو ایسے توھین آمیز سوالات کرنے سے منع کرتے اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں تو اپنے مذہب کے بارے میں بچے کے شک میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسکو انٹرنیٹ پر پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ مذہب پسند لوگوں کے پاس دلیل اور شواہد نہیں ہوتے اور وہ سوالات کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ وہ سوال پوچھنے سے منع کرتے ہیں۔

یہ اور دیگر عناصر کی وجہ سے ایسا نوجوان دین سے باغی ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی اس کیفیت کو اپنے پیاروں سے چھپا کر رکھتا ہے کہ وہ کہیں اس سے ناراض نہ ہو جائیں۔

اسی بات کو کہتے ہوے دہریہ رچرڈ ڈاکنز کچھ اس طرح رقم دراز ہے

جن میں لوگ مجھے بتاتے ہیں کہ کیسے میری کتابیں پڑھنے کے نتیجے میں انہوں نے مذہب کو ترک کر دیا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں سے اکثر اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو بتانے کی ہمت نہیں رکھتے، یا جہاں کسی نے ایسی ہمت کی ہے تو انہیں سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ درج ذیل واقعہ ایک عام مثال ہے۔ خط لکھنے والا امریکہ میں مقیم طب کا ایک طالب علم ہے۔

مجھے آپ سے خط و کتابت کرنے کی خواہش اس لئے ہوئی کیونکہ مذہب کے بارے میں میرے خیالات آپ سے ہم آہنگ ہیں، اور یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ امریکہ میں ایسے خیالات اکیلا کر دیتے ہیں۔ میں ایک عیسائی خاندان میں پلا بڑھا اور اگرچہ مذہب کا تصوّر میرے حلق سے اتر نہیں پاتا، مجھے کسی کے سامنے اس بات کا اعتراف کرنے کی حال ہی میں ّہمت ہوئی. جس کی وجہ سے اسپر دہشت سی طاری ہو گئی۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ لادینیت کا اعتراف حیران کن ہو سکتا ہے، لیکن اب تو ایسا لگتا ہے جیسے میں اس کے لئے کوئی اجنبی ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ اب وہ مجھ پر اعتماد نہیں کر سکتی کیونکہ میری اخلاقیات مجھے خدا سے نہیں ملتیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ہم اس مشکل رکاوٹ کو پار کر پائیں گے یا نہیں، اور میں مزید ایسے لوگوں پر جو مجھ سے قریب ہیں یا مجھے عزیز ہیں اپنے خیالات آشکار کرنے سے اس لئے نہیں جھجک رہا کہ مجھے کہ کوئی رد عمل ہو گا۔ میں نے آپ کو یہ خط صرف اس امید میں... لکھا ہے کہ آپ میری مایوسی کو سمجھ سکیں اور اس میں شریک ہو سکیں۔ صرف مذہب کی وجہ سے کسی ایسے کو کھو دینے کا تصوّر کیجئے جسے آپ نے چاہا ہو اور جس نے آپ کو چاہا ہو۔ میرے بارے میں اس کے اس تاثر کے علاوہ کہ میں اب خدا سے عاری ایک کافر بن چکا ہوں، ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے انتہائی موزوں تھے۔ میری آپ بیتی مجھے آپ کے اس جملے کی یاد دلاتی ہے کہ لوگ عقیدے کے نام پر عجیب و غریب حرکات کر جاتے ہیں۔ میری بات سننے کا شکریہ۔

ایک اور عورت کی آپ بیتی ڈاکنز کی کتاب سے

مجھے ایک چالیس سالہ امریکی خاتون کا خط موصول ہوا جس کی تربیت رومن کیتھولک انداز میں ہوئی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ سات سال کی عمر میں اس کے ساتھ دو ناخوشگوار واقعات پیش آئے تھے۔ اس کے علاقے کے پادری نے اپنی گاڑی میں اس کے ساتھ جنسی دست درازی کی تھی۔ اور انہی دنوں اس کی ایک عزیز سہیلی کی موت واقع ہوئی اور وہ جہنم وارد ہو گئی کیونکہ اسکا تعلق ایک دوسرے عیسائی فرقہ سے تھا۔ یا کم از کم اس کے والدین کے چرچ کے سرکاری نظریے کے مطابق اسے یہی بتایا گیا تھا۔ زمانہ بلوغت میں پہنچنے تک، بچّوں کے ساتھ رومن کیتھولک جسمانی اور ذہنی زیادتی کی ان دو مثالوں میں سے اسے دوسری کئی گنا زیادہ نقصان دہ لگنے لگی تھی۔ اس نے لکھا کہ پادری کے ہاتھوں چھوئے جانے کے واقعے کا

سات سالہ ذہن پر بس "گندی حرکت" کا اثر رہا، لیکن میری سہیلی کے جہنم میں چلے جانے کا خیال مجھ میں بے پناہ، منجمد خوف پیدا کر دیتا۔ پادری کی غلیظ حرکت نے تو میری نیند حرام نہیں کی لیکن کئی بار پوری رات میں خوف کے عالم میں یہ سوچ کر جاگتی رہی کہ جن لوگوں سے میں پیار کرتی ہوں وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے، مجھے ایسے ڈراونے خواب آتے رہے۔

جل مٹن جہنم سے خائف رہنے کے ماحول میں بڑی ہوئی، بالغ ہوتے ہی عیسائیت سے فرار ہو گئی، اور اب ایسے لوگوں کا نفسیاتی علاج اور مدد کرتی ہے جن کے ذہنوں کو بچپن میں اسی طرح نقصان پہنچایا گیا ہے: 'اگر میں اپنے بچپن کو یاد کروں تو مجھے اس میں صرف خوف کا غلبہ نظر آتا ہے۔ اور جہاں حال میں مذمّت کا نشانہ بننے کا خوف تھا وہاں مستقبل میں ہمیشہ ہمیش کے لئے لعنتی گناہ گار قرار دیے جانے کا خوف بھی تھا۔ اور بچّے کے ذہن میں

دہکتی آگ اور تکلیف میں پستے ہوئے دانتوں کے مناظر حقیقت اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ قطعاً تشابہات نہیں ہیں'۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ مجھے بتائے کہ بچپن میں اسے جہنم کے بارے میں کیا بتایا گیا تھا، اور اس کا جواب سن کر مجھے اتنا ہی دکھ ہوا جتنا اس کی ہچکچاہٹ کے دوران اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو دیکھ کر ہوا تھا: 'کتنی عجیب بات ہے! اتنا جب آپ مجھ سے یہ سوال.... جب آپ.... مجھ پر اثر انداز ہونے کی.... وقت گزر جانے کے بعد بھی اس میں اتنی طاقت ہے۔ جہنم ایک خوفناک جگہ ہے۔ وہ خدا کی طرف سے مکمل طور پر مسترد کر دیے جانے کی حالت ہے۔ ایک حتمی فیصلہ ہے، اصلی آگ ہے، اصلی تکلیف ہے، اصلی تشدد ہے، اور یہ سب ایک لامتناہی سلسلے میں جاری رہتا ہے، لہٰذا اس سے کوئی چھٹکارا ممکن نہیں'۔ اس کے بعد اس نے مجھے اس باہمی حمایت کے گروہ کے بارے میں بتایا جسے وہ ان لوگوں کی مدد کے لئے چلاتی ہے جو اسی کے جیسے بچپن گزارنے کے باوجود بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، اور مجھے تفصیل سے بتایا کہ زیادہ تر لوگوں کے لئے فرار کتنا کٹھن مرحلہ تھا: 'مذہب چھوڑنے کا عمل نہایت حیرت ناک حد تک مشکل ہوتا ہے۔ آپ اپنے سارے معاشرتی تعلقات اپنے پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں، ایک پورا نظام حیات جس میں آپ کی نشو نما ہوئی ہے؛ آپ عقائد کا اب آپ ان.... ایک نظام پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں جسے آپ برسوں سے سینے سے لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ عموماً رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے

یہ ایک گھمبیر صورت حال ہے جس میں آئندہ وقت میں اور بھی اضافہ متوقع ہے. نوجوانوں کو ان شیطانی پھندوں سے نکالنا ہو گا. انکے شک دور کرنے ہونگے. یہ ایک انتھک محنت کا کام ہے جس کی طرف بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے

حقیقت اس کے برعکس ہے جو یہ دہریے بیان کرتے ہیں. کیا مذھب کے بارے میں ایک بچہ اپنے والدین سے جو سیکھتا ہے اس میں اتنی ہی مذھبی شدت پسندی ہوتی ہے ؟ کیا والدین اپنے بچوں کی ذہن سازی دنیاوی حوالوں سے نہیں کرتے ؟ کیا والدین شوق سے بچوں کو انگلش میڈیم مشنری اسکولوں میں نہیں بھیجتے؟ کیا وہاں ان بچوں کی ذہن سازی نہیں ہوتی ؟ وہاں جو تعلیم انکو دی جاتی ہے اور جو ذہنی تربیت اور مائنڈ انجینیرنگ کی جاتی ہے اسکا مقصد انکو دنیا میں رائج مغربی استحصالی سرمایادارانہ نظام کا مفید کل پرزہ بنانا ہوتا ہے. کیا یہ سب قابل قبول ہے ؟ یہ انجینیرنگ تو کئی سال جاری رہتی ہے. کیا تمام ملک اپنے نوجوانوں کی فوجی ذہن سازی نہیں کرتے کہ وہ ضرورت پڑنے پر اپنے ملک پر اپنی جان دے دیں. کیا ذریعہ ابلاغ اور سینکڑوں ٹی وی چینل رات دن ذہن سازی نہیں کرتے ؟ کیا فیشن شو، مورننگ شو ڈرامے اور فحاشی سے لبریز پروگرام ذہن سازی نہیں کرتے ؟

والدین بچپن میں اپنی اولاد کو وہی کچھ بتلاتے ہیں جو وہ خیال کرتے ہیں کہ انکے بچوں کے حق میں درست ہے. والدین سے زیادہ اپنے بچوں کا خیر خواہ اور کون ہو گا ؟

والدین کی اچھی تعلیم و تربیت کے بعد ایک نوجوان اپنی عقل و فہم سے اپنے عقائد کو پرکھنے اور انکے بارے میں اپنا آزادانہ فیصلہ کرنے میں آزاد ہے. یہ تاثر پیدا کرنا غلط ہے کہ والدین کی مذھبی تعلیم و تربیت کوئی انہونا کام ہے یا کہ کوئی غیر معمولی عمل ہے.

نوجوان اپنے علم مشاہدات اور فہم کے ساتھ اپنے اپنے ایمان کو مزید مضبوط کر سکتا ہے.

يُؤْتِى ٱلْحِكْمَةَ مَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ ٱلْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِىَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ

(اللہ) دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں۔ اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے اُس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (یعنی جو عقل صحیح رکھتے ہیں)۔

انسانی معاشرے کی ایک اور قبیح خرابی بچوں کے ساتھ جنسی بدفعلی ہے. کئی لوگوں پر انکی قوت بھیمیہ کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس امید پر کہ بچے ڈر اور بدنامی کے خوف سے بات نہیں کریں گئے اور یوں وہ کسی بھی سزا سے بچ نکلیں گئے انکو بچوں کے ساتھ گندی حرکتیں کرنے پر دلیر کرتا ہے. انسان کی اس کمزوری کا تعلق کسی خاص طبقہ سے جوڑنا ناانصافی ہو گی ہاں مذہب سے اپنا تعلق رکھنے والے اگر اس میں ملوث ہوں تو وہ زیادہ بدنام ہوتے ہیں اور پھر انکی وجہ سے مذہب کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے. حالانکہ مذہب اسلام تو ناجائز جنسی تعلق کی کڑی سزائیں مقرر کرتا ہے. جس پر کفّار اور دہریہ لوگ اسلام پر تنقید کرتے ہیں. اسلام کی سخت وعید اور کڑی سزاؤں کے باوجود مغربی معاشروں کی طرح اسلامی ممالک میں بھی بچے اس جنسی دست درازی سے محفوظ نہیں اور شرم کا مقام یہ ہے کہ خطیب اس اہم معاملے پر کم ہی گفتگو کرتے ہیں. اس قبیح فعل کے بچوں پر نہایت ہی بھیانک نتائج مرتب ہوتے ہیں، انکی عزت نفس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے. ایسا ذہنی صدمہ انکی مستقبل میں فطرتی اور بھرپور نشوونما کے راستہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے. ایسا صدمہ انکو اپنے دین اور عقائد سے بھی باغی بنا سکتا ہے. بچوں کی یہ خاموش تباہی ایک اسلامی معاشرے کے علماء اور مفکرین کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے. انکو بچوں پر جنسی زیادتی پر سخت رد عمل اختیار کرنے کی فوری ضرورت ہے. ان معملات میں پہلو تہی اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے. افسوس کا مقام ہے کہ دہریہ لوگ انسانوں کی اس گندگی کو مذھب کے کھاتے میں ڈال کر اسکو بدنام کرتے ہیں. جرم پر سزا کا ڈر ہی انسان کو ایسی تباہ کن اثرات والی دست درازی

سے روک سکتا ہے۔ کیا ہر ریاست اپنے مجرموں کو سزائیں نہیں دیتیں پھر جو سزائیں دین اسلام نے قائم کی ہیں ان پر اعتراض کیسا

تمام انسانوں کی خصلت ایک جیسی نہیں ہوتی، کچھ پر بہیمیت بہت زیادہ غالب ہوتی ہے انکو جرم سے روکنے کے لئے سزا کا ہونا لازمی ہے۔ کوئی معاشرہ قانون اور سزا کے نظام کے بغیر نہیں ہے۔ کچھ لوگ اللہ کی وعید اور جہنم میں سدا جلتے رہنے کی سزا پر بہت سارے اعتراضات کرتے ہیں اور ایسی سزا کو بہت سخت کہتے ہیں۔ اگر اللہ جو اس جہاں اور انسانوں کا خالق اور مالک ہے اس نے اس جہنم سے ڈرایا ہے تو ہمیں ڈر جانا چاہیے۔ اور ایسے اعمال سے باز آجانا چاہیے جو ناپسندیدہ ہیں اور جو انسان کو سدا کے لئے شقی بنا دیتے ہیں اب اگر وہ اپنے اعمال سے پکا شقی بن گیا ہے تو اسکا ٹھکانہ بھی پھر سدا کے لئے جہنم ہی ہو گا۔ دین اسلام میں اللہ سے امید اور خوف میں توازن کی بات کی ہے۔ دہریوں کا یہ نکتہ نظر غلط ہے کہ مذھب کی سزا کے خوف سے انسانی زندگی ڈپریشن کا شکار رہتی ہے۔ انسان اللہ کے احکامات پر عمل کرے تو پر امید رہ سکتا ہے، ایسی ہی حالت کی امید قران کریم نے ان الفاظ میں دلائی ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

کہہ دو اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے (۵۳

اگر انسان نے راہ راست ہی اختیار نہیں کرنی اور نہ ہی توبہ کرنی ہے بلکہ اپنے رب کا اسکے احکامات کو سرے سے ماننے ہی سے انکار کر دینا ہے

تو اسکا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں رہنا ہو گا.

تمام برقعوں کی ماں

فرد اور سماج کے تعلقات کو لیکر اسلام کی تمام تعلیمات کو دیکھ لیجئے، ان میں ایک ہی بنیادی اصول کار فرما ہے کہ اسلام ہر قسم کی ناانصافی اور استحصال کے خلاف ہے. اسلام انسان کو وہ مقام عطا کرنا چاہتا ہے جسکا وہ بحیثیت اشرف المخلوقات حقدار ہے. تمام انسانی معاشروں میں ہونے والے مظالم میں سے ایک عورت کا استحصال بھی ہے. اجنبی عورت کے حسن وجمال کو لذت آمیز نظر سے دیکھنا مردوں کی عام عادت ہے. اسلام مردوں کو نظر نیچی رکھنے کا کہتا ہے وہیں عورت کو بھی اپنے زینت کے مقام کو چادر سے ڈھانپنے کا کہتا ہے. پردہ بے حیائی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور اسلام عورت کو تکریم عطا کرتا ہے.

کم ظرف لبرل اور لادین لوگ پردہ کی کسی اور طرح سے تاویل کرتے ہیں. اپنے پر فریب الفاظ سے خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں. اسکا ایک مظاہرہ دور جدید میں ملحدوں کے سردار رچرڈ ڈاکنز نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"ہماری سڑکوں پر نظر آنے والے نہایت افسوسناک مناظر میں سے ایک منظر اس عورت کا ہے جو سر تا پا ایک سیاہ بے وضع لبادے میں ڈھکی ہوتی ہے. اور باہر کی دنیا کو ایک باریک چاک سے دیکھتی ہے. برقعہ محض عورتوں کے استحصال کا ایک ہتھیار اور انکی خوبصورتی اور آزادی پر کئے جانے والے خانقاہی جبر کا ذریعہ ہی نہیں ہے بلکہ شدت

آمیز مردانہ ظلم اور سہمی ہوئی عورت کا نشان بھی ہے. میں اسکے باریک چاک کو کسی اور چیز کی علامت کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہوں."

میں پوچھتا ہوں اسلام میں پردہ کی تاریخ کیا کہتی ہے؟ کیا ایک مسلمان کی نیت اپنی عورتوں پر ظلم اور انکا استحصال کرنے کی ہوتی ہے؟. کیا پردہ کی حقیقت وہ بیان کر سکتا ہے جو پردہ کرنے والے سماج میں رہتا ہے یا وہ جو ایک مسلمان معاشرے کا حصّہ ہی نہیں.

اسکے باوجود اگر وہ نیک نیتی سے غور و فکر کرتا تو سچائی تک پہنچ جاتا مگر اسکا شیطانی مقصد تو ایک اخلاق باختہ معاشرہ تشکیل دینا ہے.

برقعہ کے چاک کو ملحدوں کا سردار رچرڈ ڈاکنز اس تشبیہ کے لئے اختیار کرتا ہے کہ ہم صرف محدود سوچ کے ساتھ زندگی کا ادراک رکھتے ہیں اور زندگی کے کینوس کا جو بڑا اسپیکٹرم ہیں اس سے ناواقف رہتے ہیں اور ایسا اسکے خیال میں سب برقعوں کی ماں ہے

بقول رچرڈ ڈاکنز:

Imagine a gigantic black burka, with a vision slit of approximately the standard width, say about one inch. If the length of black cloth above the slit represents the short-wave end of the invisible spectrum, and if the length of black cloth below the slit represents the long-wave portion of the invisible spectrum, how long would the burka have to be in order to accommodate a one inch slit to the same scale? It is hard to represent it sensibly without invoking logarithmic

scales, so huge are the lengths we are dealing with. The last chapter of a book like this is no place to start tossing logarithms around, but you can take it from me that it would be the mother of all burkas. The one-inch window of visible light is derisorily tiny compared with the miles and miles of black cloth representing the invisible part of the spectrum, from radio waves at the hem of the skirt to gamma rays at the top of the head. What science does for us is widen the window. It opens up so wide that the imprisoning black garment drops away almost completely, exposing our senses to airy and exhilarating freedom.

سائنس کے جو بھی امکانات ہوں انسان کی جو بھی استبداد اور صلاحیت ہوں یہ لادینیت کی میراث نہیں ہیں نہ یہ ڈارون کے کسی نظریہ کی دین ہیں جو چھپا ہوا ہے اور جو ظاہر ہو چکا ہے یہ ایک سپیکٹرم کا حصّہ اور انسان فطرتی طور پر اسکی تسخیر کی امنگ رکھتا ہے

خالق کائنات میں یہ جذبہ اسکے اندر رکھ دیا ہے. پس وہ معلوم کرتا چلا جائے گا اور اسکی نتیجہ پر پہنچے گا یہ سب ایک پیدا کرنے والے

کی حیرا نکن تخلیق اور کرشمہ سازی ہے. اسکی نشانیاں ہیں جو انسان کو اسی کا راستہ دیکھاتی ہیں نہ کہ سب کچھ جان کر بھی بے نیل و مراد چھوڑ دیتی ہیں. کیا سائنس کی دریافتوں کا ماحاصل خالی انسان کی حیرت رہ جاتا ہے.

مسلمان عورت کے برقع کے چاک کے نظر کو محدود کرنے پر طنز کرنے اور پھر اسکی تشبیہ انسان کی محدود زاویہ کی حد تک زندگی کو جانچنے کی اہلیت کو سائنس سے دور کرنے کی ترغیب دینے والے منکر خدا یہ بھول جاتے ہیں کہ سب

سے بڑا پردہ جو انکی آنکھوں پر پڑا ہے اس میں تو کوئی چاک بھی نہیں ہے. انکی اسی کیفیت کو قران کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

سو کیا یہ (منکر) لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے ہو جاویں کہ ان سے سمجھنے لگیں یا ان کے کان ایسے ہو جاویں کہ ان سے سننے لگیں بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی کچھ) آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔(۴۶)22

بے شک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہیں اُن کے حق میں خواہ آپ اُن کو ڈرائیں یہ نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لاویں گے۔ (۶) بند لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لیے سَزا بڑی ہے۔(۷)2

بالیقین آسمانوں اور زمین کا (ابتداءً) پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے۔(۵۷) اور بینا نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور (دوسرے) بدکار باہم برابر نہیں ہوتے تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔(۵۸)40

اور ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔(۷۰) جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامۂ اعمال سمیت بلاویں گے پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا ایسے لوگ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا

نقصان نہ کیا جاوے گا۔(۷۱) اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ راہ گم کردہ ہو گا۔(۷۲)17

پس اللہ کا انکار کرنے والوں کو سائنس کی ترقی اور دریافتوں پر بیجا اکڑنے کی بجائے اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور اپنی آنکھوں پر پڑا گمراہی کا پردہ ہٹانے کی فکر کرنی چاہیے جو انکو مادی زندگی میں انسانی کامیابیاں تو گنواتا ہے مگر انسانی زندگی کے اصل مقصد اور انسان کے حتمی انجام سے غفلت میں رکھتا ہے. اسلام تو خود بار بار اللہ کی تخلیقات میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور تسخیر کائنات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے. عیسائیت کا رویہ اگر اسکے برعکس رہا ہے تو اسلام سے اسکا موازنہ نہیں کیا جاسکتا. اصل بات یہ ہے کہ اہل یورپ نے مذہب اور خدا کو صرف عیسایت کے زاویہ سے دیکھا اور سمجھا ہے. اسلام کے بارے میں انکا رویہ اتنا متعصبانہ ہے کہ اسلام کے بارے میں سنجیدگی سے جاننے کی انہوں نے کوشش ہی نہیں کی.

مذہب انسان کے لئے تسّلی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے

سب سے پہلے تو انسان کو اپنی حدود اور ودیعت کی گئی صلاحیتوں کا تعین کرلینا چاہیے.

انسان نے کائنات میں کچھ بھی پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود تخلیق شدہ ہے.

وہ رزق دینے والا نہیں بلکہ خود بھی رزق کھانے والا ہے.

اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوا اور نہ اسکو پتا ہے کب مرے گا

وہ غائب کی باتیں نہیں جانتا مگر اتنا کچھ جو اللہ نے انسانوں کو بتلایا ہے

وہ ایک محقق اور کھوجی ضرور ہے جو ہر چیز کے پیچھے پوشیدہ اسباب جاننا چاہتا ہے. سائنس اسکی یہی ضرورت پوری کرتی ہے. جو معلوم نہ تھا اسکو پہلے وہ اسکو معلوم کرتا ہے. جو ہولے ہولے وہ معلوم کرتا ہے ضروری نہیں وہ حتمی سچائی ہو. جیسے جیسے انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اپنی کاوش سے معلوم کی گئیں اسکی سچائیاں بھی بدلتی جاتی ہیں.

لادینوں کے موجودہ پیشوا رچرڈ ڈاکنز کا خیال ہے مذہب, خدا کا وجود تخلیق کر کے انسان کو تسلی دینے کی ضرورت پوری کرتا ہے بالکل ویسے ہی جیسے ایک بچہ اپنے کسی کھلونے کو خیالوں میں اپنا دوست اور اپنا ہمراز بنالیتا ہے اور اس سے تسلی اور بھروسہ حاصل کرتا ہے.

کیا دین اسلام ایک بچے کے کھلونے کے مماثل ہے جس سے انسان تسلی حاصل کرنے کا کام لیتا ہے.

اس سوچ کو شیطان کا شاطرانہ وسوسہ نہیں تو اور ہم کیا کہیں گے. کیا دین اسلام کی تشبیہ یوں دی جانی چاہیے. کیا دین اسلام کو اختیار کرنا انسان کا اپنی کسی کمزوری کو پورا کرنے کی غرض سے ہے

رچرڈ ڈاکنز کا کہنا ہے

" دوست اور رازدار کے لئے ایک بنکر (کھلونا): یقیناً یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو خدا سر انجام دیتا ہے—ایک ایسا خلاء جو خدا کے چلے جانے سے باقی رہ جائے گا۔"

آگے چل کر وہ لکھتا ہے:

"شاید بہتر یہ ہو گا کہ بنکر (کھلونے) اور خداؤں کو ایک دوسرے کے اب وجد تصوّر کرنے کی بجائے دونوں کو ایک ہی نفسیاتی رجحان کے ضمنی پیداوار کے طور پر دیکھا جائے۔ خداؤں اور بنکر میں ذہنی سکون فراہم کرنے کی صلاحیت مشترک ہے، اور وہ آپ کو نت نئے خیالات کے بارے میں سوچنے کے لئے ایک اچھی سلیٹ فراہم کرتے ہیں"

مصنف نے یہ بار خدا پر ایمان رکھنے والے پر ڈال دیا ہے کہ وہ ثابت کریں

خدا پر یقین بچپن میں کسی کھلونے کو دوست بنانے اور اس پر بھروسہ کرنے سے مختلف ہے.

پہلی بات تو یہ ہے کہ بچہ کے انفرادی دماغی طرز عمل اور ایک عاقل بالغ آدمی کے غور وفکر کے بعد ایک اللہ پر ایمان لانا اور اس پر بھروسہ کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے.

ایک خدا پر ایمان ایک عاقل بالغ آدمی کے سوچے سمجھے عقائد کا حصّہ ہے کسی بچہ پر ہونے والا کوئی دماغی نفسیات کا اثر نہیں. یقینا یہ بچہ کی طفلانہ سوچ سے مختلف بات ہے.

زندہ انسان کا عقیدہ بہتے دریا کی مانند ہے جس کی ہر وقت تجدید ہو رہی ہوتی ہے.

انسان کا اپنے رب کے ساتھ تعلق اور نسبت کوئی ذہنی خلجان نہیں بلکہ اسکی برکات اہل ایمان پر انکے رب کا انعام ہے. جس کے ثمرات انکو اس دنیا میں بھی ملتے ہیں اس بارے میں ایک بے ڈھنگی مثال دیکر مصنف دراصل پڑھنے والے کے دل میں شک کا مرض پیدا کرنا چاہتا ہے جو اسکا اصل مقصد ہے اہل ایمان نوجوان کو اس طرح کے پھندوں سے آگاہ اور ہوشیار رہنا ہو گا

بات یہ ہے کہ انسان کا دماغ تو ایک کل پرزہ کی مانند ہے جس کا کام

اپنے فعل کی انجام دہی ہے. اپنے ارادہ میں تو ہر فرد خود مختار ہے وہ کسی کھلونے سے تسلی حاصل کرے کسی بت سے یا خدا واحد سے. اگر انسان اللہ سے امید رکھتا ہے اور اس ہی سے تسلی حاصل کرتا ہے تو اس میں مضائقہ کیا ہے.

خوب فرمایا ہے رب کریم نے قران پاک میں:

ابراهیمؑ نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے۔(۵۶)15

کیاان لوگوں کو(احوال میں غور کرنے سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دے دیتا ہے اور وہی(جس کے لیے چاہتا ہے) تنگی بھی کر دیتا ہے اس(بسط وقدر) میں ایمان والوں کے واسطے نشانیاں ہیں۔(۵۲) آپ کہہ دیجیئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے(کفروشرک کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین خدا تعالیٰ تمام(گزشتہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔-۵۲-۳۹

اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسفؑ اور ان کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔(۸۷)12

﴿وَلَقَد خَلَقنَا الإِنسٰنَ وَنَعلَمُ ما تُوَسوِسُ بِهِ نَفسُهُ ۖ وَنَحنُ أَقرَبُ إِلَيهِ مِن حَبلِ الوَريدِ ١٦﴾... سورة ق "اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو وسوسہ تک اس کے دل میں گزرتا ہے ہم اسے بھی خوب جانتے ہیں اور ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں"

﴿وَإِنَّ الشَّيٰطينَ لَيوحونَ إِلىٰ أَولِيائِهِم لِيُجٰدِلوكُم ۖ وَإِن أَطَعتُموهُم إِنَّكُم لَمُشرِكونَ ١٢١﴾... سورة الانعام "بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وسوسہ ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقینا تم مشرک ہوگے"

شیطان انسان کو دھوکہ دینے کے لئے ان کے سامنے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں سے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ لَءاتِيَنَّهُم مِن بَينِ أَيديهِم وَمِن خَلفِهِم وَعَن أَيمٰنِهِم وَعَن شَمائِلِهِم ۖ وَلا تَجِدُ أَكثَرَهُم شٰكِرينَ ١٧﴾... سورة الاعراف "پھر میں ان کے پاس ان کے سامنے اور پیچھے

اور دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو ان میں سے زیادہ تر کو شکرگزار نہیں پائے گا"

لیکن ان کا غلبہ اور اقتدار انہی پر ہوتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے اور اسے دوست بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُ لَيسَ لَهُ سُلطـٰنٌ عَلَى الَّذينَ ءامَنوا وَعَلىٰ رَبِّهِم يَتَوَكَّلونَ ٩٩ إِنَّما سُلطـٰنُهُ عَلَى الَّذينَ يَتَوَلَّونَهُ وَالَّذينَ هُم بِهِ مُشرِكونَ ١٠٠ ﴾... سورة النحل

"بے شک ان لوگوں پر اس (شیطان) کا کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور اپنے ربّ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اس کا قابو تو انہی پر ہے جو اسے اپنا دوست بناتے ہیں اور جو اس (اللہ) کے ساتھ شرک کرتے ہیں"

نوجوانوں کو گمراہ کرنے اور دین اسلام سے بے حس بنانے کی خاطر

شیطانی گروہ نے جو اکو پریشر ٹائپ سوئیاں اسکے جسم میں چھبو رکھی ہیں

انکو ایک ایک کرکے نکالنا ہو گا

کیا آپکو دین اسلام کی سچائی کا اس بات سے اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ حضرت عیسیٰ کی بن باپ ولادت کی گواہی دیتا ہے. اسلام حضرت عیسیٰ کی اس بات کی بھی تصدیق کرتا ہے کہ "میں تم لوگوں کے لیے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسے پرندے کی شکل ہوتی ہے پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ (جاندار) پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص (جذام) کے بیمار کو اور زندہ کر دیتا ہوں مُردوں کو خدا کے حکم سے۔ اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا (کر) آتے ہو اور جو رکھ آتے ہو بلاشبہ ان میں (میری نبوت کی) کافی دلیل ہے تم لوگوں کے لیے اگر تم ایمان لانا چاہو" مگر عیسائیت کے تین خدا ہونے کے عقیدے کی سختی سے تردید کرتا ہے.

پہلے زمانوں کے کفّار دین حق کے بارے میں جو اعتراضات کیا کرتے تھے کچھ ایسے ہی اعتراضات جدید علوم کو سہارا بنا کر آج کل کے منکرین خدا کر رہے ہیں.

یہ کفر بھی کریں الزام بھی لگائیں استہزا بھی کریں حجتیں بھی کریں اور مسلمان انکے آگے اپنے عقائد کا دفاع کرتے رہیں. ملحدوں کو یہ حق دیا کس نے ہے

باب علم

آج کے دور میں اللہ کے وجود کے منکروں نے کہا، ہم تو صرف اسی بات کو تسلیم کریں گئے جس کا ثبوت ہو اور جو سائنس کے اصولوں سے ثابت کی جاسکتی ہو. ہم کسی اللہ کے نبی یا پیغمبر کی کہی بات کا یقین نہیں کریں گئے

کیونکہ اسکا کوئی ثبوت نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکو سائنس سے ثابت کیا جاسکتا ہے.

اس سے پہلا مسلہ تو یہی پیدا ہوا کہ علم حاصل کرنے کے انسان کے پاس کون کون سے ذارئع ہیں.

جب اہل ایمان نے وحی کو علم ملنے کے ذریعہ میں شمار کیا تو منکران نے وحی کو علم کا ذریعہ ماننے سے انکار کر دیا.

اللہ کے وجود کے اثبات یا انکار کے سلسلہ میں یوں علم وحی پر یقین کی یا یقین نہ کرنے کی بنیادی اہمیت ہے

یہ اللہ تعالی کے جامع فی علم ہونے کی شان ہے کہ اسکو ماضی حال مستقبل کے تمام واقعیات کی خبر ہے جو کچھ بھی تھا ہے یا ہو گا وہ لوح محفوظ میں درج ہے. انسان کو اتنا ہی علم حاصل ہو سکتا ہے جس قدر اللہ کی طرف سے چاہا گیا ہے

ہمیں جاننا چاہیے کہ علم کیا ہے اور علم حاصل کرنے کے کون سے ذارئع ہیں

علم کیا ہے؟ یہ سوال اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ علم کی تاریخ پرانی ہے اور اتنا ہی جدید ہے جتنا کہ آج کا ارتقائی علمی و تحقیقی عمل ہے، قدیم یونان کے فلسفہ دانوں نے یہ سوال اٹھایا کہ علم کسے کہتے ہیں؟ علم حاصل کیسے کیا جاتا ہے؟ علم حاصل کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟ علم حاصل کرنے کے کیا فوائد حاصل ہوسکتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ جس کے بعد فلسفہ کی ایک شاخ وجود میں آئی جسے "ایپسٹومولوجی" (Epistemology) کہتے ہیں۔

Epistemology is the study of the nature of knowledge, justification, and the rationality of belief. Much debate in epistemology centers on four areas: (1) the philosophical analysis of the nature of knowledge and how it relates to such concepts as truth, belief, and justification,[1][2] (2) various problems of skepticism, (3) the sources and scope of knowledge and justified belief, and (4) the criteria for knowledge and justification. Epistemology addresses such questions as: "What makes justified beliefs justified?",[3] "What does it mean to say that we know something?",[4] and fundamentally "How do we know that we know?"

epistemology is also concerned with what we believe. This includes 'the' truth and everything else we accept as 'true' for ourselves from a cognitive point of view.

INTUITIVE KNOWLEDGE takes forms such as belief, faith, intuition, etc. It is based on feelings rather than hard, cold "facts."

AUTHORITATIVE KNOWLEDGE is based on information received from people, books, a supreme being, etc. Its strength depends on the strength of these sources.

LOGICAL KNOWLEDGE is arrived at by reasoning from "point A" (which is generally accepted) to "point B" (the new knowledge).

EMPIRICAL KNOWLEDGE is based on demonstrable, objective facts (which are determined through observation and/or experimentation).

علم کے حصول کے سلسلہ کے ذارئع کے بارے میں حضرت شاہ اسماعیل شہید اپنی کتاب عبقات میں فرماتے ہیں انسان تین طریقوں سے علم حاصل کرتا ہے محسوسات سے معلومات اخذ کرنا دوسرا طریقہ وہ ہے جس میں ان چیزوں سے جن کا علم مجہول اور نامعلوم ہے معلومات سے علم حاصل کیا جاتا ہے علم کا تیسرا طریقہ غیب سے علم حاصل کرنا ہے.

آگے فرماتے ہیں

جو علم محسوسات سے حاصل ہوتا ہے اگر اس کا تعلق کسی ایسی جزئی صورت سے ہو جو مادی عوارض اور اوصاف سے موصوف ہو تو اس وقت دیکھا جائے گا کہ مادے کا عالم اور جاننے والے کا اس کے سامنے رہنا اس میں ضروری ہے یا نہیں اگر مادے کا سامنے رہنا ضروری ہو تو اس علم کا نام احساس ہے اور اگر مادہ کے سامنے رہے بغیر اس جزئی صورت کا علم پایا جائے تو اس کا نام

تخیل ہے۔ اور جزئی صورت کا مادی عوارض سے اگر متصف نہ ہو جو علم اس سے متعلق ہو گا اسکا نام توہم ہے. لیکن جزئی ہونے کی بجاے اگر صورت کلی ہو تو جو علم اس سے متعلق ہو گا اسکا نام تعقل ہے.

علم کا وہ طریقہ جس میں نامعلوم چیزوں کا علم معلومات کے ذریعہ سے حاصل کیا جاتا ہے اسکا نام نظر ہے اور اگر اچانک ذہن اس تک پہنچے تو اسکا نام حدس ہے.

علم غائب میں وحی تحدیث تفہیم ذوق علم معرفت مشاہدہ وجدان کشف شامل ہیں مگر بعض دفعہ وحی کے سوا سارے
علوم جو غیب سے حاصل ہوتے ہیں انکی تعبیر کشف اور الہام سے لوگ کرتے ہیں.
مختصر یہ کہ جس علم کو اہمیت حاصل ہے اسکے اسباب کل تین ہیں:
تعقل یعنی معلومات سے ذہن کیانا معلوم امور کی طرف ذہن کا منتقل ہونا
دوسرا ذریعہ نقل اور کشف تیسرا ذریعہ ہے.
شاہ صاحب کا فرمانا ہے ان تینوں میں غلطی کی گنجائش رہتی ہے.

علم کے بارے میں بحث کرتے ہوے معترضین کہتے ہیں دین اسلام کے عقائد کے بارے میں مسلمانوں کو سوال
پوچھنے کی اجازت نہیں ہے. مثال کے طور پر خدا کے ہونے پر، رسالت پر احکامات الہیہ پر یا نیک ہستیوں کے افعال
اور اقوال پر. یا قرآنی آیات کی
حکمت پر. یہ ایک بالکل غلط خیال ہے.

اللہ تعالی نے انسان کو اپنا تعارف کروایا ہے تو بیشمار مثالوں کے ذریعہ اسکو سوچنے سمجھنے اور مشاہدہ کرنے کی دعوت دی ہے. کائنات کی ہر شے کا سرا خدا کی ذات بابرکت پر جا کر ختم ہوتا ہے. سب کو تخلیق کرنے اور پھر انکو تھامے اور قائم رکھے ہوے اللہ ہی کی ذات ہے. ہماری دنیا ایک باریک اور نازک توازن پر قائم ہے. دنیا کے سارے نظام میں خدا کی مشیت کا پہلو عیاں نظر آتا ہے. اللہ تعالی کی ان تمام نشانیوں اور شواہد کے باوجود انسانوں کی ہدایت کے لئے وحی کا نزول ہوا کہ خدا کے واحد ولاشریک ہونے کو انسان کے وہم وگمان پر نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ انسان پر کھلی حجت قائم ہو جائے کہ اسکا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور وہ واحد ہے. مبادہ کوئی انسان خدا کو انسانی ذہن کی اختراع قرار دے اور کل کو کہے کہ میں تو بے قصور ہوں.

خدا کے وجود کے منکروں نے تو یہاں تک حجت بازی کی کہ پوچھنے لگے کہ اگر خدا ہے تو پھر اسکو کس نے پیدا کیا ہے.

اسکا جواب تو بہت جامع طور پر سورت اخلاص میں ہے فرمایا:

آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیئے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمال ذات اور صفات میں) ایک ہے۔(۱) اللہ ایسا بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں)۔(۲) اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔(۳) اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔(۴)

اس واشگاف تعارف کے بعد انسان کو اختیار ہے کہ وہ خدا پر ایمان لے آے یا پھر تلاش کرتا پھرے کہ خدا کو کس نے پیدا کیا ہے. اپنے ذہنی خلجان میں الجھتا رہ کر بھٹکتا رہے اور اپنا وقت برباد کرتا رہے حتی کہ اسکا عمل کرنے کا زمانہ گزر جائے اور موت اسکو آن لے.

سائنس انسان کے علم کا ایک جزو ہے جو اپنے اصول رکھتی ہے اور انکے تحت انکشاف اور کسی چیز کو دریافت کرتا ہے .سائنس کوئی چیز تخلیق نہیں کر سکتی. منکران خدا سوال اٹھاتے ہیں کیا خدا کو ایک مفروضہ تصور کرتے ہوے سائنس کے طریقہ کار سے ثابت کیا جا سکتا ہے. سائنس کی یہ مجال نہیں کہ وہ اپنی بے مائیگی اور پسماندگی کی اپنی اس حالت میں خدا کی ذات کو مفروضہ سمجھ کر انسانی جانچ کے سائنس کے ضابطوں کے سامنے لاے اور پھر اسے ثابت کرنے کی کوشش کرے. باالفرض سائنس اگر ثابت بھی کر دے تو بھی جنکے دلوں میں مرض ہے اور عقل میں فتور وہ پھر یہ سوال کریں گئے کہ اچھا تو پھر خدا کو کس نے پیدا کیا ہے. ظن اور تخمینے لگانے والے انسان کو اپنی اوقات میں رہنے کی ضرورت ہے. سوال کو بدترین گستاخی کے گناہ میں نہیں بدل جانا چاہیے.

جن چیزوں تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی انکے بارے میں وحی پر ایمان لانا ہو گا. خدا پر اسکے فرشوں پر جنت و دوزخ پر یوم قیامت پر مر کر جی اٹھنے پر یوم حشر پر اچھی اور بری تقدیر پر اور اللہ کے پیغمبروں پر. کچھ لوگ استہزا کے

انداز میں قران کریم کی آیات میں کجی نکالتے ہیں. کہتے ہیں یہ کیسی بات ہوئی کہ پرندے اور چیونٹیاں باتیں کرتے ہیں. انکا اشارہ قران کریم میں بیان کردہ اس واقعہ کی طرف ہے جس میں ہدہد آکر حضرت سلیمان کو ایک خبر دیتا ہے. اور دوسری جگہ چونٹیاں آپس میں بات کرتی ہیں کہ بلوں میں گھس چلو کہ کہیں ہمیں حضرت سلیمان کا لشکر پاؤں تلے روند ڈالے اور انکو خبر بھی نہ ہو.

یہ قابلیت تو حضرت سلیمان پر اللہ تعالی کی خاص عنایت کہ انکو جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم بخشا تھا. علم کا میدان بہت وسیع ہے جس پر سارا اختیار اللہ کا ہے کہ کس کو کتنا علم دے. وہ جس کو چاہے جس قدر صلاحیت سے نواز دے. اس میں کون سی انہونی بات ہے اور دنیا کے طلسم ہوش ربا میں کون سی بات ہے جو انہونی نہیں ہے بس دیکھنے والی نظر ہونی چاہیے. گمراہی کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ ایسے انسان سے دیکھنے والی نظر ضبط کرلی جاتی ہے. بالکل اسی طرح جیسے ناپاک آدمی پاک ہوے بغیر نظافت حاصل نہیں کر سکتا. کبھی آپ نے غور کیا کہ نجاست جسم کی ہو یا خیالات کی وہ اسکو دور کیے بغیر عبادت نہیں ہو سکتی اور بندا اللہ کے قریب نہیں ہو سکتا. جسم اور خیالات کی پراگندگی نکوکاری کی وصولی میں رکاوٹ بن جاتی ہے.

اللہ تعالی نے انسان کو جو صلاحیتیں بخشی ہیں انمیں ایک قوت عقل ہے علم کا جس سے تعلق ہے یہی ایک قوت نہیں جس کی تہذیب کی ضرورت ہے بلکہ سعادت کے حصول کے لئے انسان کی باقی صلاحیتوں کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے

وہ پانچ صلاحیتیں ہیں. قوت عقل، قوت خیال، قوت واہمہ، قوت محرکہ، قوت عازمہ

ہمیں ایسے علم کی حاجت ہے جس پر عمل سے مرتب ہونے والے اثرات انسان کی ذات سے اس پر ظاہر ہوں. ہمیں وہ مشاہدہ حاصل ہو جسکو کسی گواہی کی ضرورت نہیں ہوتی. حضرت شاہ اسماعیل نے کچھ ایسی ہی تہذیب کی بات کی ہے جسکو مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے.

انسان کی پانچ صلاحیتوں کی تہذیب کا کام کچھ یوں ہوتا ہے

. عقل کی تربیت کا ابتدائی درجہ اللہ واحد پر ایمان لانا ہے. اسکی عظمت اور جلالت کے مرتبہ بارے میں آگاہی حاصل کرنا ہے. اللہ تعالی اپنی کائنات میں جس طرح تصرف فرماء رہے ہیں اسکا ادراک حاصل کرنا ہے. اسکی یکتائی اور توحید کا جو واقعی مقام ہے اس سے آگاہ ہونا ہے. یہ کہ انسان بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا اسکا حساب کتاب بھی ہونا ہے. عام زندگی میں پیش آنے والے واقعیات ان عقائد کو اور بھی مضبوط کرتے ہیں. انسان اللہ کے احکامات کی پیروی کرنے لگتا ہے.

عقل کی تہذیب کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ عقائد کے بارے میں غور و فکر کو آدمی اپنا مستقل مشغلہ بنالیتا ہے. نقص اور کمال میں جو فرق ہے وہ اس پر واضح ہونے لگتا ہے. کیا اچھائی ہے کیا برا ہے وہ خوب جاننے لگتا ہے.

عقل کی تہذیب کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ کسی بات یا چیز کا جو راز ہے اس تک اسکی رسائی ہو جاتی ہے. ایسے شخص کو راسخ فی العلم کہتے ہیں. دلیل اور منطق اسکے لئے بچوں کا کھیل ہوتا ہے. ایسے لوگوں کی گفتگو زیادہ تر حدسی ہوتی ہے.

حدس کی تعریف انگلش میں کچھ یوں ہے

Intuition is the ability to acquire knowledge without recourse to conscious reasoning.

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کرو کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہو گی۔(۳۶)

سورۃ الانعام

کہہ دیجیئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاؤ خواہ ایمان نہ لاؤ جن لوگوں کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔(۱۰۷)

اور آپ یہ دعا کیجیئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجیئے۔(۱۱۴)۲۰

سورۃ الحجّ

قوت واہمہ کی تہذیب کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ اللہ تعالی کے ذکر و فکر میں انسان کو قدسی کیفیات کا احساس ہونے لگتا ہے. مثلا وضو کے بعد ایک انشراح اور پاکیزگی کا احساس، نماز میں سکنیت اور طمانیت کی کیفیت کا محسوس ہونا. انسان غیب کی طرف متوجہ ہوتا ہے، یہ سب قوت واہمہ کی تربیت کا ابتدائی درجہ ہے.

قوت واہمہ کی تہذیب کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی میں غیب کی طرف توجہ کی خصوصی قدرت پیدا ہو جاے، غیب سے شخصی ربط کی اسکو مشق ہو جاتی ہے. ایسے ہی لوگوں کو صاحبان مراقبہ کہتے ہیں

اس قوت کی تہذیب کا آخری درجہ یہ ہے کہ غیب کی طرف توجہ کی کیفیت آدمی میں اپنا مرکز قائم کر لیتی ہے کوئی دوسرا کام اسکے راستہ میں رکاوٹ نہیں بنتا، ایسے لوگوں کو صاحبان دوام حضور کہتے ہیں. یہ جب اپنی توجہ کسی دوسرے کے قلب پر ڈالتے ہیں تو اسکی حالت بدل دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں.

قوت متخیلہ کی تہذیب کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ آدمی پراگندہ اور بیہودہ خیالات اور وسوسوں سے دور ہو جاتا ہے یہ تب ہوتا ہیں جب وہ خود کو اللہ کی یاد میں مصروف رکھتا ہے. وہ پراگندہ خیالی سے نہ انکاری ہوتا ہے نہ اقراری.

اس قوت کی تہذیب کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان گندے خیالات سے بے تعلق رہنے کی مستقل کوشش کرے. اگر برا خیال آے تو اسکے فورا ہٹا دیں. اسی لئے ایسے لوگ گندی گفتگو سننے یا تصویریں دیکھنے سے پرہیز کرتے ہیں

ایسے لوگوں کو صاحبان تفصیہ کہتے ہیں

اور قوت متخیلہ کی انتہا یہ ہے کہ ایسے لوگ صاحب کشف ہو جاتے ہیں

قوت عاذمہ. قوت ارادی کی تہذیب کی ابتداء اسطرح ہوتی ہے کہ انسان کی حرکات وسکنات سے برے اخلاق کا اظہار نہیں ہوتا ایسا شخص بد عادات کو ترک کر دیتا ہیں اور اخلاق کے بلند مقام کو حاصل کرنے کی کوشش میں رہتا ہے

ایسے آدمی کو مہذب الاخلاق کہتے ہیں

اس کی تہذیب کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی توجہ مستقل اپنے قلب کی طرف کر دے اور پکے ارادے کے ساتھ اپنے اندر پاکیزہ احوال پیدا کرے

وجد شوق خشیت امید انکساری خاکساری اور محبت حق سے مزین ہو تو ایسے لوگوں کو صاحبان حال کہتے ہیں اور قلب کی تہذیب کی انتہا یہ ہے کہ حال میں دوام اور رسوخ پیدا ہو جائے مثلا محبت صبر استقلال کی کیفیت. ایسے لوگوں کو صاحبان مقامات کہتے ہیں.

قوت محرکہ کی تہذیب کی ابتداء یہ ہے کہ انسان عام مشاغل جیسے خردونوش لباس مکان بیوی وغیرہ کے ضمن میں اپنی ذمداری پوری کرتا ہے اور اپنے نفس کو محدود رکھتا ہے. حرام سے بچتا ہے. ایسا آدمی مطیع کہلاتا ہے اسکی تہذیب کا وسطانی درجہ یہ ہے کہ اللہ کی مرضیات کی پابندی انسان مستقل اختیار کر لے ایسا آدمی عابد کہلاتا ہے.

اور نفس کو بیکار نہ رکھے. ہر قسم کی مشقتوں کو برداشت کرنے پر آمادہ رہے تو ایسا شخص صاحب مجاہدہ کہلاتا ہے

ان تمام خوبیوں کے حامل افراد کو اصحاب الیمین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے. خود شناسی کی اس راہ کی اس کے بعد اور بھی منزلیں ہیں. یہ ایک بہت ہی مختصر ساذکر تھا جو کیا گیا. اب آپ ہی بتلاؤ اگر انسان کو عقل کے میدان میں علم کے درجہ پر ہی گمراہ کر دیا جائے تو پھر اسنے خودی کی یافت اور شرف انسانیت کا مقام حاصل کرنے کی تگ و دو خاک کرنی ہے.

اسلام نے دنیاوی علوم کے حصول اور تسخیر کائنات کی حوصلہ افزائی کی ہے مگر یہ میدان منکران خدا کی جاگیر نہیں ہے وہ جو اس مادی علم کو سب کچھ جان کر گمراہ ہو گے. وہ جو مادی وسائل کے بھروسہ پر سچائیاں معلوم کرنے نکل پڑے اور پھر انہی دریافتوں کو سب کچھ سمجھ بیٹھے. راستہ بھٹک گئے ایسے لوگ. مگر انسانوں میں کچھ ایسے پر عزم لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنی ذات کی تربیت کی اپنی خودی اور کائنات میں اپنی حیثیت اور مرتبہ کو احکامات الہی کی روشنی میں پہچانا اور خود شناسی اور خدا شناسی کی منازل طے کرتے شخص اکبر کے قلب یعنی ہزیرہ القدس تک رسائی حاصل کر لی یا یوں کہیے کائنات کے مرکز تک جا پہنچے. یہی لوگ اولوالعزم لوگ فخر انسانیت ہیں. یہ وہ لوگ ہیں جو خدا شناس ہیں.

اسلام نے عقل کی اھمیت اور اسکے استعمال کی ضرورت پر زور دیا ہے.

قرآن کریم میں لکھا ہے

تاکہ جن لوگوں کو فہم (صحیح) عطا ہوا ہے وہ (ان عجوبہ اور نور ہدایت سے) اس امر کا زیادہ یقین کر لیں کہ یہ (جو نبی نے پڑھا ہے) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جاویں پھر اس کی طرف ان کے دل اور بھی جھک جاویں اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہِ راست دکھلاتا ہے۔(۵۴) اور کافر لوگ ہمیشہ اس (پڑھے ہوئے حکم) کی طرف سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر دفعتہً قیامت آجاوے یا ان پر کسی بے برکت دن کا عذاب آن پہنچے۔(۵۵)

سورۃ النّمل

جس کے پاس کتاب کا علم تھا (غرض) اس (علم والے) نے (اس جن سے) کہا کہ میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کر سکتا ہوں جب سلیمانؑ نے اس کو روبرو دیکھا تو (خوش ہو کر شکر کے طور پر) کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا (خدانخواستہ) ناشکری کرتا ہوں اور (ظاہر ہے کہ) جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لیے شکر ادا کرتا ہے (اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہیں اور (اسی طرح) جو ناشکری کرتا ہے میرا رب غنی ہے کریم ہے۔ (۴۰)

سورۃ القَصص

اور جب (پرورش پا کر) اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور (قوت جسمانیہ و عقلیہ سے) درست ہو گئے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوکاروں کو یونہی صلہ دیا کرتے ہیں (یعنی عمل صالح سے فیضان علم میں ترقی ہوتی ہے)۔

سورۃ لقمان

کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدون واقفیت اور بدون دلیل اور بدون کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔ (۲۰)

سورۃ الجَاثیۃ

سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے. اور خدائے تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اسکی آنکھ پر

پردہ ڈال دیا ہے سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

(۲۳)

بات یہ ہے کہ فاطر العقل پر تو ویسے بھی شریعت کے احکام ساقط ہو جاتے ہیں

پس ایک آدمی جو ایمان لاتا ہے تو وہ شعوری طور پر ایسا کرتا ہے اور اسکے لئے اپنی عقل اور علم کو استعمال کرتا ہے. اگر بچپن سے والدین نے بچے کو کسی مذہب کا پیرو کار بنا بھی دیا ہو تو عاقل اور بالغ ہونے پر وہ باہوش و حواس اپنے علم غور و تدبر کو بروے کار لاتے ہوے ہو وہ دین کے عقائد کو قلب سلیم سے قبول کرتا ہے.

ایمان نور ہے اور شک تاریکی. قران کریم میں اس سلسلہ میں رہنمائی فرمائی ہے.

سورة البَقَرَة

اللہ ایمان والوں کا مدد گار ہے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں یہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۲۵۷)

سورة الأنعَام

بھلا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور ہم نے اسے روشنی دی کہ اسے لوگوں میں لیے پھرتا ہے وہ اس کے برابر ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہو وہاں سے نکل نہیں سکتا اسی طرح کافروں کی نظر میں ان کے کام آراستہ کر دیئے گئے ہیں (۱۲۲)

سورة یُونس

وہی ہے جس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو منور فرمایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو یہ سب کچھ اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے وہ اپنی آیتیں سمجھداروں کے لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے (۵)

سورۃ النُّور

یا جیسے گہرے دریا میں اندھیرے ہوں اس پر ایک لہر چڑھ آتی ہے اس پر ایک اور لہر ہے اس کے اوپر بادل ہے اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہیں جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ بھی دیکھ نہ سکے اور جسے اللہ ہی نے نور نہ دیا ہو اس کے لیے کہیں نور نہیں ہے (۴۰)

سورۃ الطّلاق

یعنی ایک رسول جو تمہیں اللہ کی واضح آیتیں پڑھ کر سناتا ہے تاکہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اس نے نیک کام بھی کیے تو اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں سدا رہیں گے اللہ نے اس کو بہت اچھی روزی دی ہے (۱۱) اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمینیں بھی اتنی ہی ان میں حکم نازل ہوا کرتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ نے ہر چیز کو علم سے احاطہ کر رکھا ہے (۱۲)

اسلام میں علم کا مفہوم بہت زیادہ وسیع ہے. یہ صرف نظریات اور افکار رکھنے کا نام نہیں بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر دین کے احکامات پر عمل کر کے اسکی برکات اور فیوض سے اپنی عقل اور قلب کو منور کرنا ہے. ایسا کرنا مشاہدہ میں مزید اضافہ کرتا ہے اور یوں علم میں بھی

سورۃ البَقَرَة

اور علم دیدیا اللہ تعالیٰ نے (حضرت) آدمؑ کو (ان کو پیدا کر کے) سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے (یعنی مع ان کے آثار و خواص کے) اگر تم سچّے ہو۔ (۳۱) (فرشتوں نے) عرض کیا آپ تو پاک ہیں ہم کو علم ہی نہیں مگر وہی جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا بے شک آپ بڑے علم والے ہیں حکمت والے ہیں۔ (۳۲) (کہ جسقدر جس کے لیے مصلحت جانا اسی قدر فہم و علم عطا فرمایا) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم انکو ان چیزوں کے اسماء بتادو سو جب بتلا دیے انکو آدم نے ان چیزوں کے اسماء تو (حق تعالیٰ نے) فرمایا (دیکھو) میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہوں جس (بات) کو تم ظاہر کر دیتے ہو اور جس (بات) کو دل میں رکھتے ہو۔ (۳۳)

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، ان سے وہب نے یونس کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے معاویہ سے سنا۔ وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا تو اللہ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا، انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آ جائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ، خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ ".

Reference : Sahih al-

Bukhari 71

ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے دوسرے لفظوں میں بیان کیا، ان لفظوں کے علاوہ جو زہری نے ہم سے بیان کئے، وہ کہتے ہیں میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا، انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے۔ ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔**

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ، قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم **" لاَ حَسَدَ إِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ، فَهْوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا ".**

Reference : Sahih al-Bukhari 73

In-book reference : Book 3, Hadith 15

Narrated Abu Hurairah:

said: "Whoever takes a path (ﷺ) that the Messenger of Allah upon which to obtain knowledge, Allah makes the path to ".Paradise easy for him

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ " . قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

Grade : **Sahih** (Darussalam)

Reference : Jami` at-Tirmidhi 2646

In-book reference : Book 41, Hadith 2

E

Narrated Anas bin Malik:

said: "Whoever goes out (ﷺ) that the Messenger of Allah ".seeking knowledge, then he is in Allah's cause until he returns

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ الْعَتَكِيُّ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَنْ

خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ " . قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَرْفَعْهُ .

Grad e : **Da'if** (Darussalam)

Reference : Jami` at-Tirmidhi 2647

In-book reference : Book 41, Hadith 3

English translation : Vol. 5, Book 39, Hadith 2647

باب مَا جَاءَ فِي كِتْمَانِ الْعِلْمِ

Narrated Abu Hurairah:

said: "Whoever is asked about (ﷺ) that the Messenger of Allah some knowledge that he knows, then he conceals it, he will be ".bridled with bridle of fire

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بُدَيْلِ بْنِ قُرَيْشٍ الْيَامِيُّ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ زَاذَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ " . وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو . قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ .

G : **Hasan**

rade	(Darussalam)
Reference	: Jami` at-Tirmidhi 2649
In-book reference	: Book 41, Hadith 5

Narrated Abu Umamah Al-Bahili:

.(ﷺ) "Two men were mentioned before the Messenger of Allah One of them a worshiper, and the other a scholar. So the said: 'The superiority of the scholar over (ﷺ) Messenger of Allah the worshiper is like my superiority over the least of you.' Then said: 'Indeed Allah, His Angels, the (ﷺ) the Messenger of Allah inhabitants of the heavens and the earths - even the ant in his hole, even the fish - say Salat upon the one who teaches the "'.people to do good

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جَمِيلٍ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ ذُكِرَ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم رَجُلاَنِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالآخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ " . ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " إِنَّ اللَّهَ وَمَلاَئِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ " . قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ . قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَمَّارٍ الْحُسَيْنَ بْنَ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْفُضَيْلَ بْنَ عِيَاضٍ يَقُولُ عَالِمٌ عَامِلٌ مُعَلِّمٌ يُدْعَى كَبِيرًا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ .

Grade : **Hasan** (Darussalam)

Reference : Jami` at-Tirmidhi 2685

In-book reference : Book 41, Hadith 41

ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں علم کی فضیلت او راہمیت کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہے : " علم سیکھو،کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علم سیکھنا خشیت،اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنا عبادت،اس کا پڑھنا پڑھانا تسبیح،اس کی جستجو جہاد،ناواقف کو سکھانا صدقہ او راس کی اہلیت رکھنے والوں کو بتانا ثواب کا ذریعہ ہے۔نیز علم تنہائی کا ساتھی،دین کا راہ نما،خوش حالی وتنگ دستی میں مدد گار،دوستوں کے نزدیک وزیر،قریبی لوگوں کے نزدیک قریب اورجنت کی راہ کا مینار ہدایت ہے۔اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو اوپر اٹھاتا ہے۔اور انہیں بھلائی میں راہ نمائی،قیادت وسرداری عطا کرتا ہے۔جن کی پیروی کی جاتی ہے،وہ بھلائی کے راہ نما ہوتے ہیں،جن کے نقش قدم پر چلا جاتا ہے اورجن کے افعال کو نمونہ بنایا جاتا ہے۔فرشتے ان کے دوستی کی خواہاں ہوتے ہیں اورپنے پروں سے ان کو

چھوتے ہیں۔ ہر خشک اور تر ان کے لیے مغفرت طلب کرتا ہے، یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں، جان دار ، خشکیوں کے درندے اور جانور، آسمان اور اس کے ستارے تک۔ علم ہی کے ذریعے اللہ کی اطاعت وعبادت کی جاتی ہے،اس کی حمد وثنا ہوتی ہے،اسی سے پرہیز گاری ہوتی ہے،اسی سے صلہ رحمی کی جاتی ہے،اسی سے حلال اور حرام جانا جاتا ہے۔وہی راہ نما اور عمل اس کا پیروکار ہے۔بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔"

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایمان کے بعد تمام نعمتوں میں سب سے بڑی دولت "علم" اور "دین کی سمجھ" ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔" معلم انسانیت کے اس ارشاد کے مطابق سب سے بڑی نعمت، دکان داری،مال داری،زمین داری،وزارت وصدارت اور بینک بیلنس نہیں ہے،بلکہ دین کی سمجھ ہے، جس کے سامنے تمام چیزیں ہیچ ہیں۔ایک دانا کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت عقل ہے اور کمالیت میں سب سے بڑا کمال " علم کا کمال" ہے،یعنی علم سے بڑا کوئی کمال نہیں۔

حسن بصری فرماتے ہیں" عالم کی موت اسلام کی عمارت میں ایک ایسا شگاف ہے جو کبھی بند نہیں ہو سکتا۔" جب کاتب وحی اور ماہر قرآن انصاری عالم حضرت زید بن ثابت کا انتقال ہوا تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا: "جو یہ دیکھنا چاہیے کہ علم کیسے اٹھتا ہے وہ دیکھ لے،علم اس طرح اٹھتا ہے۔" ابن مبارک

فرماتے ہیں:" مجھ کو تعجب آتا ہے اس شخص پر جو علم کی طلب نہ کرے کہ اس کا نفس اس کو کسی بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہے؟" بعض حکماء کا قول ہے کہ ہمیں دو شخصوں پر جو ترس آتا ہے اور کسی پر نہیں آتا۔ایک طالب علم پر،جو علم طلب کرتا ہے،لیکن سمجھتا نہیں اور دوسرااُس پر کہ علم کو سمجھتا ہے اور اس کو طلب نہیں کرتا ہے۔" امام شافعی کا قول ہے:" علم کا طلب کرنا نفل سے افضل ہے۔" بعض علماء فرماتے ہیں : " بہترین نعمت عقل اور بد ترین مصیبت جہالت ہے۔"

حضرت وہب فرماتے ہیں: علم کی برکت سے خسیس آدمی باشرف،بے قدر انسان باعزت،نادار شخص مال دار اور بے وقعت باوجاہت ہو جاتا ہے۔" حضرت فضیل بن عیاض کا قول ہے :"علم سکھانے والے کا آسمانوں میں بہ کثرت ذکر کیا جاتا ہے۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : " فقہ کی مجلس میں بیٹھنا ساٹھ سال عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔" حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں: "فرائض کے بعد طلب علم سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں ہے۔"

علم کو چاردانگ عالم میں پھیلانے کی خاطر اسلام نے سوال کرنے کی ترغیب دی ہے،قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾"اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھو۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:" علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجی سوال ہے،پس علم کا سوال کرو"۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ " جاہل کو جہل پر خاموش نہیں رہنا چاہیے اور عالم کو اپنے علم پر چپکا نہیں رہنا چاہیے۔" یعنی جاہل کو رفع جہالت کے لیے سوال کرنا چاہیے اور عالم کو اس کا جواب دینا چاہیے۔حضرت سفیان ثوری عسقلان تشریف لے گئے اور کچھ دن وہاں رہے،ان سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا،آپ نے فرمایا: " مجھ کو سواری کرایہ پر لے دو کہ میں اس شہر سے نکل جاؤں،یہ ایسا شہر

ہے کہ اس میں علم مر جائے گا۔" حضرت عطا فرماتے ہیں کہ " میں حضرت سعید ابن مسیب کے پاس گیا،وہ روتے تھے۔میں نے رونے کی وجہ پوچھی،انہوں نے فرمایا:" مجھ سے کوئی پوچھتا نہیں،اس لیے رورہا ہوں۔"

یہ خیال لغو ہے کہ اہل ایمان علم کے خلاف ہیں.

تعلیم کی فضیلت و اہمیت

مولانا سمیع الحق جدون

Mackensen and Pinto (1929) have written extensively on Islamic libraries of the middle ages, highlighting their place and role in Islamic society. So widespread were public book collections that it was impossible to find a mosque or a learning institute of any sort, throughout the land of Islam, without a collection of books placed at the disposal of students or readers.

By the 10th century, Cordoba had 70 libraries, the largest of which had 600,000 books, while as many as 60,000 treatises, poems, polemics and compilations were published each year in Al-Andalus (Dato, 2005). The library of Cairo had more than 100,000 books, while they library of Tripoli is

said to have had as many as three million books, before it was burnt during the crusades (Draper, 1878). The number of important and original Arabic works on science that have survived is much larger than the combined total of Greek and Latin works on science (Swerdlow, 1993).

"Under the Abbasids, Muslims formed the vanguard of civilization. The Abbasids were influenced by the Quran and Hadith such as, "the ink of scholar is equal to the blood of martyr,[64] "stressing the value of knowledge." With the passion of the Caliphs to establish centers of knowledge, the Muslim world quickly began to have different centers that housed libraries which contained encyclopedias, translations, commentaries and treatises written by Muslim philosophers, scholars and scientists.

With the invention of paper, the Muslim world quickly began to progress in its development of libraries, and "libraries (royal, public, specialised, private) had become common and bookmen (authors, translators, copiers, illuminators, librarians, booksellers' collectors) from all classes and sections of society, of all nationalities and ethnic backgrounds, vied with each other in the production and distribution of books."[65]

By the 8th century, first Iranians and then Arabs had imported the craft of papermaking from China,[66] with a paper mill already at work in Baghdad in 794 then called Bagdatikos.[67]. By the 9th century, public libraries started to appear in many Islamic cities. They were called "halls of Science" or dar al-'ilm. They were each endowed by Islamic sects with the purpose of representing their tenets as well as promoting the dissemination of secular knowledge. In Baghdad, the library was known as the House of Wisdom.[68] It also was a university where numerous scholars and copyists translated works from other nations into Arabic. The 9th-century Abbasid Caliph al-Mutawakkil of Iraq, ordered the construction of a "zawiyat qurra" – an enclosure for readers which was "lavishly furnished and equipped". In Shiraz Adhud al-Daula (d. 983) set up a library, described by the medieval historian, al-Muqaddasi, as "a complex of buildings surrounded by gardens with lakes and waterways. The buildings were topped with domes, and comprised an upper and a lower story with a total, according to the chief official, of 360 rooms.... In each department, catalogues were placed on a shelf... the rooms were furnished with carpets".[69] The libraries often employed translators and copyists in large numbers, in order to render into Arabic the bulk of the

available Persian, Greek, Roman and Sanskrit non-fiction and the classics of literature.

Throughout the Islamic era, not only private and academic libraries, but also public libraries became very popular. The patrons were not limited to elites, rather the resources were openly accessible to everyone. Some of the libraries were said to let patrons check out up to 200 items.

The library designers noticed the comfort of readers and information seekers. The floor of reading rooms was covered by carpets. Also, openings such as doors and windows were secured closed as to protect patrons against cold drafts.[73] The libraries often employed translators and copyists in large numbers, in order to render the books into Arabic from Persian, Greek, Roman and Sanskrit.

Islamic states in Africa began to see a rapid development in education from the 11th century. Libraries of particular importance would include that of Timbuktu, which held many manuscripts that were important for over 600 years in the Ghanan, Mali and Songhai empires. One of the most notable authors was Ahmad Baba who wrote over 40 manuscripts – widely considered as being one of the most influential scholars from Timbuktu. Many of the

manuscripts and buildings were destroyed by the Arab-European invasion in 1591 and writers, such as Ahmad Baba were taken into captivity.[74] Despite this and the poor preservation conditions as many as 700,000 manuscripts still survive today.[75] This flowering of Islamic learning ceased centuries later when learning began declining in the Islamic world, after many of these libraries were destroyed by Mongol invasions. Others were victim of wars and religious strife in the Islamic world. However, a few examples of these medieval libraries, such as the libraries of Chinguetti in West Africa, remain intact and relatively unchanged. Another ancient library from this period which is still operational and expanding is the Central Library of Astan Quds Razavi in the Iranian city of Mashhad, which has been operating for more than six centuries.

The contents of these Islamic libraries were copied by Christian monks in Muslim/Christian border areas, particularly Spain and Sicily. From there they eventually made their way into other parts of Christian Europe. These copies joined works that had been preserved directly by Christian monks from Greek and Roman originals, as well as copies Western Christian monks made of

Byzantine works. The resulting conglomerate libraries are the basis of every modern library today.

- The 9th-century Abbasid Caliph al-Mutawakkil of Iraq, ordered the construction of a "zawiyat qurra" – an enclosure for readers which was "lavishly furnished and equipped".
- Yahya ibn Abi Mansur (Ibn Munajem) Library- 9th century- As a Khalifah's Chief Astrologer, he was the owner of a luxurious palace containing a tremendous library with numerous books in different sets of disciplines and science, in particular, astrology. This library was called "Treasury of Wisdom" or "Khazanah Al-Hekmah".[81]
- Nuh Ibn Mansour Samani Library- Bukhara-10th century: Samanid Empire rulers were famous for showing a considerable passion for culture and science and their consistent support for promoting libraries. Nuh II had a sizable library. Avicenna who was one of the visitors to Mansour's library in Bukhara has described it as extraordinary in terms of the number of volumes and the value of books. Looking for a certain item in medicine, he requested an entry permit from the Sultan to browse the library storage space. The book

stack had been composed of plenty of rooms, each room had contained numerous boxes and each box had been filled with stacks of books as he reported.[71]

- Baha al-Dowleh and Azod al-Dowleh Daylami Library-Shiraz-10th century: These regional rulers from Iranian Daylamites Dynasty were owners of one of the most prominent libraries within the Islamic lands. As stated by al-Muqaddasi, a reputable Islamic historian and geographer, a copy of each and every book he had ever seen during his life and travels, all were presented in Azod al-Dowleh library.[82]

al-Muqaddasi described the library as a complex of buildings surrounded by gardens with lakes and waterways. The buildings were topped with domes, and comprised an upper and a lower storey with a total, according to the chief official, of 360 rooms.... In each department, catalogues were placed on a shelf... the rooms were furnished with carpets.[83]

- The Library of Abu-Nasr Shapur Ibn Ardeshir- Baghdad- 10th century: Abu-Nasr who was a Daylamites' Minister, founded a mega well-known public library in Baghdad that is claimed to hold 10

thousand volumes.[84][82][85] The library was destroyed during Baghdad's big fire.

- Sahib ibn Abbad Library-Rey- 10th century- The Iranian Grand Vizier to Buyid rulers established a legendary public library holding around 200,000 volumes. Ibn Abbad who was so proud of this great collection of books once refused the invitation of Samanid rulers to become their Grand Vizier in Bukhara, giving the excuse of attachment to his books that would need around 400 camels to carry on. The library was partially destroyed in 1029 by the troops of the Ghaznavids.[86] As evidence to a large amount of the resources, some scholars claimed that just the library catalogue was equal to 10 volumes.[71]
- Greater Merv or Merv Shahijan set of libraries: Yaqut al-Hamawi, a renowned Moslem bibliographer and geographer, on a way to his continual travels, stopped by Merv and settled there for a while to make the best use of sets of impressive libraries to complement his research studies. He named ten distinct exceptional libraries some are stated to hold more than 12,000 books. Some of Merv's libraries

resources were highly unique and precious not to be found anywhere else, as he stated. Patrons could easily check out a large number of items from these book collections. As Hamawi reported he was allowed to keep more than 200 books on a long period loan.[87] Most of these valuable libraries were burnt and ruined by the Mughals.

- Rab'-e Rashidi Library-Maragheh-13th century: Rashid al-Din Hamadani, the Iranian author of Universal History and the Grand Vizier of Sultan Ghazan, was a talented founder of charitable Rab'-e Rashidi Complex and Library. He has elaborated the conditions of using the library resources in a remaining valuable Deed for Endowment (Vaghfnameh) which is of great importance in regards to the applied administrative procedures for running the libraries during the Islamic period:

"This public library (Dar al-Masahef) shall deliver service to researchers for the purpose of studying and copying the resources. Books are allowed to be used within the library. Taking out the library books requires some refundable deposit equates to the half value of the borrowed item. The loan period is not

allowed to exceed one month. The borrowed item shall get stamped by the librarian in order to be recognized as the property of the library”.[88]

کیا وحی حتمی ذریعہ ہدایت ہے

تشکیک کا شکار عقلیت پسندوں ایک گروہ وحی کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا.

وہ عقل سے استدلال کو سچائی جاننے کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں اور جو بات انکی عقل تسلیم نہ کرے اور وہ ثابت نہ ہو اسکا انکار کرتے ہیں

وہ عقل کے ذریعہ حاصل علم کو وحی کے ذریعہ حاصل معلومات پر فوقیت دیتے ہیں.

انکا موقف ہے اگر وحی خدا کی طرف سے ہوتی تو مختلف مذاہب کی وحی میں تضاد نہ پایا جاتا. یہ بھی کہنا ہے صاحب وحی کی وحی پر ایمان لانے والا خود شاہد نہیں ہوتا اسکو تو بس یا وحی پر ایمان لانا ہوتا ہے یا انکار کرنا ہوتا ہے.

وہ یہ بھی کہتے ہیں ذاتی طور پر وحی وصول کیے بغیر اس پر یقین کرنا مشکل ہے.

ان منکران نے یہ بھی کہا کہ وحی انسان کے اپنے ذہن کے اندر کی نفسیاتی کیفیات کا کرشمہ ہے.

وہ کہتے ہیں علم بشریت اور مذہب کی سائنس کے مطالعہ کی ترویج سے پہلے تک تو وحی کا اثر سماج پر فیصلہ کن تھا مگر اب ایسا نہیں.

priori knowledgeاور تجربی طریقہ سے خدا کے وجود کا ثبوت نہیں ملتا لہٰذا الہامی یا وجدانی علم کے ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں بنتی، ایسا بھی انکا کہنا ہے.

وحی کیا ہے کس پر نازل ہوتی ہے تاریخ انسانی میں وحی کے نزول کے کیا شواہد ہیں اور انسانیت پر اسکے اثرات کیا ہیں ان تمام سوالوں کا جواب ہمیں معلوم ہونا چاہیے.
وحی کی سادہ سی تعریف یہ ہے کہ یہ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ کی جانب سے اسکی بہتری کے لئے پیغام ہوتا ہے جس میں احکامات کے ساتھ ان عقائد کی تعلیم اور علم ہوتا ہے جسکو انسان اپنی عقل کے بل پر معلوم نہیں کر سکتا. وحی کا ایک مقصد انسان پر حجت قائم کرنا بھی ہے تاکہ کل کو وہ یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے تو معلوم ہی نہیں ہو سکا تھا کہ حتمی سچایاں کیا ہیں.

وحی کا لفظ الہام اور القاء کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جسے قرآن کریم میں ذکر ہے

وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ

سورة القَصَص28:7

اور (جب موسیٰؑ پیدا ہوئے تو) ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ پھر جب تم کو ان کی نسبت (جاسوسوں کے مطلع ہونے کا) اندیشہ ہو تو (بے خوف وخطر) ان کو دریا (نیل) میں ڈال دینا اور نہ تو (غرق سے)

اندیشہ کرنا اور نہ (مفارقت پر) غم کرنا (کیونکہ) ہم ضرور ان کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر اپنے وقت پر) ان کو پیغمبر بنا دیں گے۔

سُورَةُ النّحل

وَأَوۡحَىٰ رَبُّكَ إِلَى ٱلنَّحۡلِ أَنِ ٱتَّخِذِى مِنَ ٱلۡجِبَالِ بُيُوتً۬ا وَمِنَ ٱلشَّجَرِ وَمِمَّا يَعۡرِشُونَ (٦٨)
ثُمَّ كُلِى مِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٲتِ فَٱسۡلُكِى سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً۬‌ۚ يَخۡرُجُ مِنۢ بُطُونِهَا شَرَابٌ۬ مُّخۡتَلِفٌ
أَلۡوَٲنُهُ ۥ فِيهِ شِفَآءٌ۬ لِّلنَّاسِ‌ۗ إِنَّ فِى ذَٲلِكَ لَأَيَةً۬ لِّقَوۡمٍ۬ يَتَفَكَّرُونَ (٦٩) وَٱللَّهُ خَلَقَكُمۡ ثُمَّ يَتَوَفَّٮٰكُمۡ‌ۚ
وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَىۡ لَا يَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ۬ شَيۡـًٔا‌ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ۬ قَدِيرٌ۬ (٧٠)

سورۃ النّحل

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں (بھی) اور جو لوگ عمارتیں بناتے ہیں ان میں بھی۔

یہاں جس وحی کی بات ہم کر رہے ہیں اس سے مراد وہ ہدایات ہیں جو اللہ تعالی کے خود چنے ہوے اعلی اخلاق سے مزین بندہ پر نازل ہوتی ہے. پیغمبر کا کام اسے باقی انسانوں تک پہنچانا ہوتا ہے تاکہ انسان صراط مستقیم پر چل سکیں

انسانوں کا کوئی معاشرہ ایسا نہیں جہاں اللہ تعالی نے انکی بھلائی کی خاطر اپنے پیغمبر نہ بھیجے ہوں. ان سب کا پیغام ایک ہی طرح کا تھا مگر انکے بعد آنے والے لوگوں نے اس میں تحریف کر کے اسکی شکل بگاڑ دی.

سر زمین عرب کے ارد گرد جو پیغمبر معبوث ہونے انکا ذکر قران کریم انجیل اور زبور میں ملتا ہے مگر اسکے علاوہ بھی دیگر علاقوں میں پیغمبر تشریف لاے. یونان میں سقراط ہی کو لیجئے. مغرب کے فلاسفروں نے سقراط کو فلاسفر کے طور پر لیا اور اسکی پیغمرانہ حیثیت کو نظر انداز کر دیا. سقراط اعلی اخلاق کے مالک تھے، ایک خدا پر ایمان رکھتے تھے. موت کے بعد آنے والی زندگی پر بھی انکا ایمان تھا. وہ اللہ کی طرف سے ہدایت کے لئے وحی کے بھی قائل تھے. انکا ماننا تھا کہ حسن سیرت یا پاک دامنی اللہ کی عطا ہے. یہ کسی کا ذاتی کمال نہیں ہوتی. سقراط الہام الہی سے سرفراز تھے بعض لوگ انکو پیغمبروں

میں شمار کرتے ہیں. سقراط نے لوگوں کو اعلی اخلاقیات کی تعلیم دی. اسکا کہنا تھا کہ اعلی اخلاق ہی کی بدولت شرف انسانیت حاصل ہو سکتا ہے. اگر ہم غور کریں تو قران کریم میں بھی نبی کریم کے اعلی اخلاق کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی ہے.

سورة القَلَم

اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔(۴)

افلاطون اور ارسطو سقراط کے نامور شاگرد ہوئے ہیں. سقراط کا زمانہ چار سو سال قبل از مسیح کا زمانہ ہے.

Plato gives Socrates' famous philosophical stand in which the old master defiantly states that he must choose service to the divine over conformity to his society and its expectations. Socrates famously confronts his fellow citizens with honesty, saying:

> Men of Athens, I honor and love you; but I shall obey God rather than you and, while I have life and strength, I shall never cease from the practice and teaching of philosophy, exhorting anyone whom I meet after my manner, and convincing him saying: O my friend, why do you who are a citizen of the great and mighty and wise city of Athens care so much about laying up the greatest amount of money and honor and reputation and so little about wisdom and truth and the greatest improvement of the

soul, which you never regard or heed at all? Are you not Ashamed of this? And if the person with whom I am arguing says: Yes, but I do care; I do not depart or let him go at once; I interrogate and examine and cross-examine him, and if I think that he has no virtue, but only says that he has, I reproach him with undervaluing the greater, and overvaluing the less. And this I should say to everyone whom I meet, young and old, citizen and alien, but especially to the citizens, inasmuch as they are my brethren. For this is the command of God, as I would have you know: and I believe that to this day no greater good has ever happened in the state than my service to the God. For I do nothing but go about persuading you all, old and young alike, not to take thought for your persons and your properties, but first and chiefly to care about theHe greatest improvement of the soul. I tell you that virtue is not given by money, but that from virtue come money and every other good of man, public as well as private. This is my teaching, and if this is the doctrine which corrupts the youth, my influence is ruinous indeed. But if anyone says that this is not my

> teaching, he is speaking an untruth. Wherefore, O men of Athens, I say to you, do as Anytus bids or not as Anytus bids, and either acquit me or not; but whatever you do, know that I shall never alter my ways, not even if I have to die many times (29d-30c).

https://www.ancient.eu/socrates/

In a very recent book by Lewis Fallis "Socrates and the Divine Revelations" Its brief summary is: In this book, Lewis Fallis examines Socrates' study of divine revelation. Giving interpretations of two of Plato's dialogues, the Euthyphro and the Ion -- which each depict Socrates conversing with a believer in revelation -- Fallis argues that in each dialogue Socrates explores the connection between knowledge of justice or nobility on the one hand and divine wisdom on the other. By doing so, Socrates searches for common ground between reason and revelation. Shedding new light on Socratic dialectics, Fallis uncovers the justification for understanding political philosophy to be the necessary starting point for an adequate inquiry into divine revelation.

In "Socrates and the Divine Signal according to Plato's Testimony: Philosophical Practice as Rooted in Religious Tradition," Luc Brisson writes, "Socrates is immediately situated in a religious context which, consciously or unconsciously, contemporary commentators do not take into consideration" (Brisson, 9). The role of these religious experiences and Socrates' own interpretations of them are essential to turning Socrates from a commoner into a philosopher. Ever since he received news from the oracle of Delphi, he left his normal, "unexamined" life and led the life of a radical philosopher, willingly living in poverty to further the divine directive he believed Apollo had given him. Yet, as Brisson observes, modern philosophers have in large part taken out this central theme of Socrates' life, choosing rather to focus only on one part of the formula of his worldview—Socratic irony."

Socrates instead seemed to have a conception of the divine as always benevolent, truthful, authoritative, and wise. For him, divinity always operated in accordance with the standards of rationality. This conception of divinity, however, dispenses with the traditional conception of prayer and sacrifice as motivated by hopes for material payoff. Socrates' theory of the divine seemed

to make the most important rituals and sacrifices in the city entirely useless, for if the gods are all good, they will benefit human beings regardless of whether or not human beings make offerings to them. Jurors at his trial might have thought that, without the expectation of material reward or protection from the gods, Socrates was disconnecting religion from its practical roots and its connection with the civic identity of the city.

While Socrates was critical of blind acceptance of the gods and the myths we find in Hesiod and Homer, this in itself was not unheard of in Athens at the time. Solon, Xenophanes, Heraclitus, and Euripides had all spoken against the capriciousness and excesses of the gods without incurring penalty. It is possible to make the case that Socrates' jurors might not have indicted him solely on questioning the gods or even of interrogating the true meaning of piety. Indeed, there was no legal definition of piety in Athens at the time, and jurors were therefore in a similar situation to the one in which we find Socrates in Plato's Euthyphro, that is, in need of an inquiry into what the nature of piety truly is. What seems to have concerned the jurors was not only Socrates' challenge to the traditional interpretation of the gods of the city, but his

seeming allegiance to an entirely novel divine being, unfamiliar to anyone in the city.

https://www.iep.utm.edu/socrates/

تاؤازم جو ایک وقت میں چین کا سرکاری مذہب تھا بھی الہامی تھا. اسکی ہدایات بھی انسانوں کی فلاح کی خاطر تھیں. یہ انسان میں اعلی اخلاقی صفات کی بات کرتا ہے جو پھر اسکو تاؤ یعنی خدا کے قریب کر دیتی ہیں

Taoism

In Taoism (also commonly written as Daoism), the purpose of life is inner peace and harmony. Tao is usually translated as "way" or "path." Lao Tzu, sometimes written Laozi, was an ancient Chinese philosopher and writer who lived during the 6th or 4th century B.C.E., and who authored the Tao Te Ching, which remains the fundamental text on philosophical Taoism. In the Tao Te

Ching, Laozi often explains his ideas by way of paradox, analogy, repetition, symmetry, rhyme, and rhythm.

Taoism as an organized religion began in the year 142 C.E. with the revelation of the Tao to Zhang Daoling (Chang Tao-ling) by the personified god of the Tao, Taishang laojun, the Highest Venerable Lord (one of the three main deities). Taoism became a semi-official Chinese religion during the Tang dynasty (7th-10th centuries) and continued during the Song dynasty (960-1279). As Confucianism gained popularity, Taoism gradually fell from favor, and changed from an official religion to a popular religious tradition.

https://courses.lumenlearning.com/wm-introductiontosociology/chapter/taoism-and-confucianism/

زرتشت بھی ایک پیغمبر تھے جو تقریبا ایک ہزار سال قبل مسیح ایران میں معبوث ان پر بھی وحی اتری. نیکی اور بدی میں کشمکش اور انسانوں کے لئے ہدایت انکو بھی وحی کے ذریعہ ملی تھیں. وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور لوگوں کو بھی اسی کی تلقین کرتے تھے. انہوں نے شرک کی سخت مخالفت کی.

Zoroastrianism

The new faith Zarathustra founded drew on the old but established significant differences. It was based on five principles:

- There is only one God who reigns supreme: Ahura Mazda
- Ahura Mazda is all-good
- His eternal opponent, Angra Mainyu, is all-evil
- Goodness is made apparent through good thoughts, good words, and good deeds
- Each individual has free will to choose between good and evil

https://www.ancient.eu/zoroaster/

قران کریم کی ان آیات پر غور فرمائیں اور دیکھیں اللہ کا پیغام ہر زمانے میں ایک ہی تھا اور وحی کیا گیا تھا.

سورة هُود

اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر (یہ پیغام دے کر) بھیجا تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو۔

(۲۵)

سورۃ ھُود

اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت) ہودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں تم محض مفتری ہو۔ (۵۰)

سورۃ ھُود

اور ہم نے قومِ ثمود کے پاس انکے بھائی صالحؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں ٦١

سورۃ ھُود

اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے (اہل مدین سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (بننے کے قابل) نہیں

سورۃ البَقَرَۃ

سورۃ النّحل

اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم (خاص) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کے رستے سے بچتے رہو سو ان میں بعضے وہ ہوئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے ان میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا تو (اچھا) زمین میں چلو پھرو (پھر آثار سے) دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا۔ (۳۶)

(مسلمانو) کہدو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے (حکم) پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب(ؑ) اور اولادِ (یعقوب) کی طرف بھیجا گیا اور (اس حکم ومعجزہ پر بھی) جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء(ؑ) کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان (حضرات) میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اس (اللہ تعالیٰ) کے مطیع ہیں۔(۱۳۶)

اعتقاد رکھتے ہیں رسول(ﷺ) اس چیز کا جو ان کو پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اسکی کتابوں کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اُس کے سب پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔ اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سُنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے۔(۲۸۵) ۲

علم ہدایت اور سچ کا قابل یقین ذریعہ وحی ہے. وحی کو اسلام عیسایت یہودیت مجوسیت اور بدھ مت نے تسلیم کیا ہے. وحی کا علم نیکی اور بدی کی نشاندہی کرتا ہے حق اور باطل کیا ہے انسان کو بتلاتا ہے اور انسان کو اسکی بہتری کی طرف رہنمائی کرتا ہے. اسکو وہ کچھ بتلاتا ہے جس تک اپنی عقل سے اسکی رسائی ممکن نہیں ہے.

مختلف ادیان کے عقائد میں جو تضاد پایا جاتا ہے اس کی وجہ وحی کا مختلف ہونا نہیں. بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مذہب کی ہدایات کو نقل اور منتقل کرنے والوں کی طرف سے اس کلام میں کمی بیشی کرنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے وگرنہ جو مذہب وحی کے ذریعہ نازل ہوا وہ تو ایک ہی تھا. دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ایک شریعت سے دوسری شریعت کے درمیان جو احکامات تبدیل ہوے انکی وجہ انسان میں ترقی کے ساتھ ساتھ اسکی سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد میں اضافہ تھا

مگر سختی کے ساتھ وحی کا بنیادی نظریہ ایک ہی رہا. یعنی اللہ واحد پر ایمان لانا.

رہی بات صاحب وحی کے سچا ہونے پر یقین کی تو اسکا اندازہ تو انسان کو قرائن اور تواتر سے صاحب وحی کے حالات واقعیات اور اخبار معلوم ہونے سے لگ جاتا ہے

ہر فرد اپنے نفس کی پاکیزگی کے لحاظ سے اس قابل کہاں کہ اس پر وحی نازل ہو پھر یہ اللہ کی منشا ہے وہ اس کام کے لئے کس کو چنتا ہے. اگر ہر فرد پر وحی کا نزول بھی ہو جاتا تو بھی شک اور وہم کرنے والے ہوتے.

اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شانِ نبوت سے سرفراز فرما دے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے طورِ سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اِذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے (الغرض عالمِ بشریت کے لیے خطابِ اِلٰہی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہو گا)، بیشک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے

—قرآن :سورۃ الشوریٰ:51

پھر کیا ضروری ہے منکر خدا جو حجت کے طور پر چاہیں اللہ تعالی انکی اس فرمائش کو ضرور پورا کر دے. اللہ تعالی کسی انسان کی خواہش کا پابند نہیں.

وحی کبھی لایعنی الفاظ کا مجموعہ نہیں ہوتے. بے معنی بات نہیں ہوتی کوئی خفیہ سمجھ نہ آنے والے الفاظ نہیں ہوتے. وحی کی مجموعی صورت کا ادراک کیا جائے. جس میں وحی میں کہی گئی ہدایات اور حکم. وحی کا وجود اور وحی کا سچا ہونا اور صاحب وحی کا سچا ہونے کا ثبوت شامل ہے. یعنی یہ ایک علمی لوپ ہے. اس کے علاوہ اپنے نتائج کے اعتبار سے بھی کسی چیز کی سچائی ثابت ہوتی ہے. جو مثبت اثرات اس سے فرد اور معاشرے پر پڑتے ہیں وہ وحی کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے.

اللہ کی طرف سے جس پر وحی اترتی ہے اسکا اخلاق اور کردار امانت اور صداقت کا پیکر ہوتا ہے.

وحی کسی بد کردار کذاب پر کبھی نہیں اتری یہ بذات خود وحی کی سچائی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے. یہی وجہ ہے جب نبی کریم حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کو اللہ کی ہدایت کی طرف بلانے کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے کردار کے بارے میں اپنی قوم سے گواہی چاہی. اور قوم نے یہ کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اپ نے ہم سے کبھی جھوٹی بات نہیں کہی. پس وحی ہر بشر کا استحقاق نہیں ہو سکتا.

انسان کو وحی سے وہ باتیں بتلانے کی ضرورت تھی جو وہ اپنی عقل اور سائنس سے کسی صورت معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ کہ اللہ واحد ہے اور اسکا خالق و مالک ہے. جو حاضر اورناظر ہے. کیا انسان جان سکتا ہے کہ جنّت اور دوزخ کا وجود ہے. کیا انسان جان سکتا ہے کہ موت کے بعد اسکو پھر سے زندہ کیا جائے گا. کیا انسان جان سکتا ہے کہ فرشتے بھی اللہ کی ایک مخلوق ہیں جنکو اللہ نے کام میں لگا رکھا . کیا انسان جان سکتا ہے کہ یہ کائنات کیونکر وجود میں آئی. پھر یہ کہ اسکا مقصد حیات دراصل ہے کیا. دنیا میں اس کو کس طرح کی زندگی بسر کرنی چاہیے .

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا:

سورة البَقَرَة

ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر آوے تمھارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی تو نہ کچھ اندیشہ ہو گا ان پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے۔(۳۸) اور جو لوگ کفر کرینگے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہونگے دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۳۹)

اس زندگی کی حیات کیا ہے ابدیت سے ایک لحظہ تخلیق کیا گیا ہے جس سے وقت کا آغاز ہوتا ہے اور جس کی مدت ہمارے خیال میں تو ہزاروں سال ہے مگر اللہ کی نظر میں وہ مدت بہت قلیل ہے.اس کائنات میں جو کوئی عمل دور دراز کسی کہکشاں میں کی لاکھ نوری سال پہلے ہوا تھا اسکی خبر روشنی کی صورت میں اب ہماری زمین تک پہنچی ہے.یعنی جو بات ہمیں آج معلوم ہو رہی ہے وہ لاکھوں سال پرانی خبر ہے. کیا آج جو واقعہ لاکھوں نوری سال دور واقع ہورہا ہے وہ ہمیں حقیقی وقت میں معلوم ہو سکتا ہے ،جواب ہے نہیں جن ٹولز سے ہم یہ معلومات حاصل کرتے ہیں یعنی مادی ذارئع انکی پہنچ محدود ہے.شائد ہم میں موجود غیر مادی قوتیں ایسا کر سکیں مگر تب جب ہم انکو استعمال کرنا سیکھنے کی طرف توجہ دیں گئے . تب بھی انسان اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حدود سے باہر نہیں نکل سکتا اور وہ کچھ معلوم نہیں کرسکتا جو وحی ہمیں بتلاتی ہے.

پس اللہ کی باتیں اللہ ہی ہمیں نہ بتلاے تو ہمیں معلوم نہیں ہوسکتیں اور نہ اسکے چاہے بغیر راستہ نظر آسکتا ہے

اسکا فرمانا ہے .وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ

اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں (میسر ہو سکتا)۔(۴۰) سورة النُّور

دنیاکاانجام کب ہو گا کس طرح ہو گا اسکا جواب بھی آپکو سائنس یاانسان کی عقل نہیں دے سکتی. وحی ہی سے معلومات ملتی ہے.

ان آیات پر غور کیجیے اور بتایئے کون سی سائنس اور کون سی انسانی عقل آخرت کی اس تصویر کشی کا خود بخود احاطہ کر سکتی ہے

سورة القِیامَۃ

سو جس وقت (مارے حیرت کے) آنکھیں خیرہ ہو جاویں گی۔(۷) اور چاند بے نور ہو جائیگا۔(۸) اور سورج اور چاند ایک حالت کے ہو جائینگے (یعنی دونوں بے نور ہو جائیں گے)۔(۹) اس روز انسان کہے گا اب کدھر بھاگوں۔(۱۰

سورة الانفِطار

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب آسمان پھٹ جاوے گا۔(۱) اور جب ستارے (ٹوٹ کر) جھڑ پڑیں گے۔(۲) اور جب سب دریا (شور اور شیریں) بہ پڑیں گے۔(۳) اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی (یعنی ان کے مردے نکل کھڑے ہوں گے (۴) ہر

شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا۔(۵) اے انسان تجھ کو کس چیز نے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔(٦) جس نے تجھ کو (انسان) بنایا پھر تیرے اعضا کو درست کیا پھر تجھ کو (مناسب) اعتدال پر بنایا۔(۷) (اور) جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا۔(۸)

آپ نے دیکھا اللہ تعالی کی ہدایات یونیورسل ہیں اور ہر زمانہ اور جگہ پر ایک ہی جیسی تھیں. وہ لوگ جن کے دل میں مرض ہے آج مسلمانوں کو یہ باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام توفقط عرب کے قبائلی معاشرے کے لئے تھا اور وہ بھی اس زمانے کے لئے. یہ گمراہ کن بات ہے جو حقیقت کے سراسر خلاف ہے.

صاحب وحی حضرت محمدؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور اعلی اخلاق کی گواہی:

بخاری میں روایت ہے

ہم کو ابو الیمان حکم بن نافع نے حدیث بیان کی، انہیں اس حدیث کی شعیب نے خبر دی۔ انھوں نے زہری سے یہ حدیث سنی۔ انہیں عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عباس سے ابو سفیان بن حرب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ہرقل (شاہ روم) نے ان کے پاس قریش کے قافلے میں ایک آدمی بلانے کو بھیجا اور اس وقت یہ لوگ تجارت کے لیے ملک شام گئے ہوئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور ابو سفیان سے ایک وقتی عہد کیا ہوا تھا۔ جب ابو سفیان اور دوسرے لوگ ہرقل کے پاس ایلیاء پہنچے جہاں ہرقل

نے دربار طلب کیا تھا۔ اس کے گرد روم کے بڑے بڑے لوگ (علماء وزراء امراء) بیٹھے ہوئے تھے۔ ہرقل نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلوایا۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص مدعی رسالت کا زیادہ قریبی عزیز ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں بول اٹھا کہ میں اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں۔ (یہ سن کر) ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو (ابوسفیان کو) میرے قریب لا کر بٹھاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھا دو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) حالات پوچھتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بول دے تو تم اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا، (ابوسفیان کا قول ہے کہ) خدا کی قسم! اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی کہ یہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔ خیر پہلی بات جو ہرقل نے مجھ سے پوچھی وہ یہ کہ اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ تو بڑے اونچے عالی نسب والے ہیں۔ کہنے لگا اس سے پہلے بھی کسی نے تم لوگوں میں ایسی بات کہی تھی؟ میں نے کہا نہیں کہنے لگا، اچھا اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا، بڑے لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے یا کمزوروں نے؟ میں نے کہا نہیں کمزوروں نے۔ پھر کہنے لگا، اس کے تابعدار روز بڑھتے جاتے ہیں یا کوئی ساتھی پھر بھی جاتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا کہ کیا اپنے اس دعوائے (نبوت) سے پہلے کبھی (کسی بھی موقع پر) اس نے جھوٹ بولا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اور اب ہماری اس سے (صلح کی) ایک مقررہ مدت ٹھہری ہوئی ہے۔ معلوم نہیں وہ اس میں کیا کرنے والا ہے۔ (ابوسفیان کہتے ہیں) میں اس بات کے سوا اور کوئی (

جھوٹ) اس گفتگو میں شامل نہ کر سکا۔ ہر قل نے کہا کیا تمہاری اس سے کبھی لڑائی بھی ہوتی ہے؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔ بولا پھر تمہاری اور اس کی جنگ کا کیا حال ہوتا ہے؟ میں نے کہا، لڑائی ڈول کی طرح ہے، کبھی وہ ہم سے (میدان جنگ) جیت لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے جیت لیتے ہیں۔ ہر قل نے پوچھا۔ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے باپ دادا کی (شرک کی) باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پرہیز گاری اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (یہ سب سن کر) پھر ہر قل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہہ دے کہ میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ ہم میں عالی نسب ہے اور پیغمبر اپنی قوم میں عالی نسب ہی بھیجے جایا کرتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ (دعویٰ نبوت کی) یہ بات تمہارے اندر اس سے پہلے کسی اور نے بھی کہی تھی، تو تم نے جواب دیا کہ نہیں، تب میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی نے کہی ہوتی تو میں سمجھتا کہ اس شخص نے بھی اسی بات کی تقلید کی ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے، تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے (دل میں) کہا کہ ان کے بزرگوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہو گا تو کہہ دوں گا کہ وہ شخص (اس بہانہ) اپنے آباء واجداد کی بادشاہت اور ان کا ملک (دوبارہ) حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس بات کے کہنے (یعنی پیغمبری کا دعویٰ کرنے) سے پہلے تم نے کبھی اس کو دروغ گوئی کا الزام لگایا ہے؟ تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ جو شخص آدمیوں کے ساتھ دروغ گوئی سے بچے وہ اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹی بات کہہ سکتا ہے۔ اور میں نے تم سے

پوچھا کہ بڑے لوگ اس کے پیرو ہوتے ہیں یا کمزور آدمی۔ تم نے کہا کمزوروں نے اس کی اتباع کی ہے، تو(دراصل) یہی لوگ پیغمبروں کے متبعین ہوتے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کی کیفیت یہی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ کامل ہو جاتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص اس کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے تم نے کہا نہیں، تو ایمان کی خاصیت بھی یہی ہے جن کے دلوں میں اس کی مسرت رچ بس جائے وہ اس سے لوٹا نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ کبھی عہد شکنی کرتے ہیں۔ تم نے کہا نہیں، پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے، وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے کہا کہ وہ تم سے کس چیز کے لیے کہتے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں بتوں کی پرستش سے روکتے ہیں۔ سچ بولنے اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہو سچ ہیں تو عنقریب وہ اس جگہ کا مالک ہو جائے گا کہ جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ(پیغمبر) آنے والا ہے۔ مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ تمہارے اندر ہو گا۔ اگر میں جانتا کہ اس تک پہنچ سکوں گا تو اس سے ملنے کے لیے ہر تکلیف گوارا کرتا۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ خط منگایا جو آپ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حاکم بصریٰ کے پاس بھیجا تھا اور اس نے وہ ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا۔ پھر اس کو پڑھا تو اس میں(لکھا تھا) : ¤¤ اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔ ¤ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ خط ہے شاہ روم کے

لیے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اس کے بعد میں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسلام لے آئیں گے تو (دین و دنیا میں) سلامتی نصیب ہو گی۔ اللہ آپ کو دوہرا ثواب دے گا اور اگر آپ (میری دعوت سے) روگردانی کریں گے تو آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ ہی پر ہو گا۔ اور اے اہل کتاب! ایک ایسی بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا رب بنائے۔ پھر اگر وہ اہل کتاب (اس بات سے) منہ پھیر لیں تو (مسلمانو!) تم ان سے کہہ دو کہ (تم مانو یا نہ مانو) ہم تو ایک خدا کے اطاعت گزار ہیں۔ ابو سفیان کہتے ہیں: جب ہرقل نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور خط پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کے ارد گرد بہت شور و غوغہ ہوا، بہت سی آوازیں اٹھیں اور ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ تب میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تو بہت بڑھ گیا (دیکھو تو) اس سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ مجھے اس وقت سے اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب غالب ہو کر رہیں گے۔ حتیٰ کہ اللہ نے مجھے مسلمان کر دیا۔ (راوی کا بیان ہے کہ) ابن ناطور ایلیاء کا حاکم ہرقل کا مصاحب اور شام کے نصاریٰ کا لاٹ پادری بیان کرتا تھا کہ ہرقل جب ایلیاء آیا، ایک دن صبح کو پریشان اٹھا تو اس کے درباریوں نے دریافت کیا کہ آج ہم آپ کی حالت بدلی ہوئی پاتے ہیں۔ (کیا وجہ ہے؟) ابن ناطور کا بیان ہے کہ ہرقل نجومی تھا، علم نجوم میں وہ پوری مہارت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے ہم نشینوں کو بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ ہمارے ملک پر

غالب آگیا ہے۔(بھلا) اس زمانے میں کون لوگ ختنہ کرتے ہیں؟انھوں نے کہا کہ یہود کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا ۔سوان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔سلطنت کے تمام شہروں میں یہ حکم لکھ بھیجئے کہ وہاں جتنے یہودی ہوں سب قتل کردیئے جائیں۔وہ لوگ انہی باتوں میں مشغول تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا۔جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا ۔اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کئے۔جب ہرقل نے(سارے حالات) سن لیے تو کہا کہ جا کر دیکھو وہ ختنہ کئے ہوئے ہے یا نہیں؟انھوں نے اسے دیکھا تو بتلایا کہ وہ ختنہ کیا ہوا ہے۔ہرقل نے جب اس شخص سے عرب کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں۔تب ہرقل نے کہا کہ یہ ہی(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے بادشاہ ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں۔پھر اس نے اپنے ایک دوست کو رومیہ خط لکھا اور وہ بھی علم نجوم میں ہرقل کی طرح ماہر تھا۔پھر وہاں سے ہرقل حمص چلا گیا۔ابھی حمص سے نکلا نہیں تھا کہ اس کے دوست کا خط(اس کے جواب میں) آگیا۔اس کی رائے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بارے میں ہرقل کے موافق تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم(واقعی) پیغمبر ہیں۔اس کے بعد ہرقل نے روم کے بڑے آدمیوں کو اپنے حمص کے محل میں طلب کیا اور اس کے حکم سے محل کے دروازے بند کر لیے گئے۔پھر وہ(اپنے خاص محل سے) باہر آیا اور کہا” اے روم والو! کیا ہدایت اور کامیابی میں کچھ حصہ تمہارے لیے بھی ہے؟اگر تم اپنی سلطنت کی بقا چاہتے ہو تو پھر اس نبی کی بیعت کر لو اور مسلمان ہو جاؤ“(یہ سننا تھا کہ) پھر وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے(مگر) انہیں بند پایا۔آخر جب ہرقل نے(اس بات سے) ان کی یہ نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس

ہو گیا تو کہنے لگا کہ ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ۔ (جب وہ دوبارہ آئے) تو اس نے کہا میں نے جو بات کہی تھی اس سے تمہاری دینی پختگی کی آزمائش مقصود تھی سو وہ میں نے دیکھ لی۔ تب (یہ بات سن کر) وہ سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور اس سے خوش ہو گئے۔ بالآخر ہرقل کی آخری حالت یہ ہی رہی۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صالح بن کیسان، یونس اور معمر نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

انسان کی ذہنی صلاحیتیں اور وحی کی ماہیت

اللہ تعالی نے انسان کو بیشمار صلاحیتوں سے نوازا ہے. ان میں انسان کا دماغ اور ذہن حیرت انگیز خوبیوں کا مالک ہے. انسان کی ذہنی صلاحیتوں میں سے وجدان، الہام القاء ہیں، سچے خواب ہیں. ٹیلی پیتھی ہے مسمریزم ہے. مگر وحی ان سب سے الگ چیز ہے اور اس کی اپنی منفرد حیثیت ہے. یہ واضح طور اللہ کی طرف سے پیغام رسانی ہے. یہ کسی انسان کی کسی بھی قسم کی ذہنی کیفیت کا کرشمہ نہیں.

اسکو ذرا امام بخاری کی بخاری شریف باب بدا الخلق کی حدیث نمبر تین کی روشنی میں سمجھیں. وحی کے بارے میں بہت ساری باتوں کا اس میں جواب ہے.

ہم کو یحییٰ بن بکیر نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی ہم کو لیث نے خبر دی، لیث عقیل سے روایت کرتے ہیں۔ عقیل ابن شہاب سے، وہ عروہ بن زبیر سے، وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے بتلایا کہ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی پسند ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی و ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حق منکشف ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔ پس یہی آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمبل اوڑھا دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا**

خیال صحیح نہیں ہے۔ خدا کی قسم آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت وخواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچازاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے اور کہا کہ اے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجیۓ وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش، میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق وامین ومقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے ۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

بخاری شریف ہی کی ایک اور روایت ہے :

ابن شہاب کہتے ہیں مجھ کو ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کے زمانے کے حالات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ایک روز میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف ایک آواز سنی اور میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے بیچ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا اور گھر آنے پر میں نے پھر کمبل اوڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت اللہ پاک کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں۔ اے لحاف اوڑھ کر لیٹنے والے ! اٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھ اور گندگی سے دور رہ۔ اس کے بعد وحی تیزی کے ساتھ پے در پے آنے لگی۔ اس حدیث کو یحییٰ بن بکیر کے علاوہ لیث بن سعد سے عبد اللہ بن یوسف اور ابو صالح نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عقیل کے علاوہ زہری سے ہلال بن رواد نے بھی روایت کیا ہے۔ یونس اور معمر نے اپنی روایت میں لفظ « فوادہ » کی جگہ « بوادرہ » نقل کیا ہے۔

وحی اور مسلمانوں کا فکری ارتقاء

اسلامی عروج کے ابتدائی دور میں مسلمان مفکرین نے ہر پہلو سے وحی کے پیغام اور تعلیمات نبوی صلی پر غور و فکر کیا جس کے نتیجہ میں علوم سے مختلف شعبہ جات وجود میں آے اور مختلف فقہ وجود میں آے. اسلامی فتوحات نے مسلمانوں کو ایران ہندوسان یونان اور رومی علوم و فنون سے متعارف کروایا اور اپنی تمام تر دیانت کے ساتھ مسلمان

مفکرین نے ان بیرونی علوم سے استفادہ کیا اور وحی کی تعلیمات کو انپر پیش کیا. کچھ نے یونانی فلسفہ اور منطق کی تائید سے وحی سے حاصل شدہ علم کو ثابت کرنے کی تحریک شروع کی. اس فکری رحجان کے فقط دو قابل ذکر علمی گروہوں کا ہم ذکر کریں گئے یعنی معتزلہ اور اشعریہ جنکا تعلق عقلیت پسندی کے نکتہ نظر سے بنتا ہے یہ وہ مقام ہے جس سے بہت پہلے مسلمان گزر آے ہیں مگر اپنی تاریخ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے یہی عقلیت پسندی کے سوالات آج کے کچھ مسلمان نوجوانوں کو پریشان کر رہے ہیں.

ریسرچ اسکالر اور ماہر اقبالیات اعجاز الحق اعجاز لکھتے ہیں:

معتزلہ جنھیں ہم Rationalistic Scholastics کہہ سکتے ہیں مسلمان متکلمین کا مکتبِ فکر تھا. **معتزلہ** سے وابستہ بڑے فلسفیوں میں واصل بن عطا، ابو الہذیل، جاحظ، بشر بن معتمر اور نظام ابراہیم سیار اور عمرو بن عبید کے نام اہم ہیں۔ اموی خلیفہ یزید بن ولید معتزلی خیالات رکھتا تھا۔ معتزلہ کو زیادہ عروج عباسی خلیفہ منصور کے زمانے میں ہوا جس نے اس فلسفہ کی ترویج و اشاعت میں خاص کردار ادا کیا.

معتزلہ ہر معاملے میں عقل کو فوقیت دیتے تھے۔ شروع میں انھوں نے فلسفیانہ استدلال کو اسلام کے دفاع میں پیش کیا یعنی جو غیر مسلم اسلام کے بعض عقائد کو غیر عقلی ثابت کرنے کے لیے دلائل دیتے تھے یہ ان کے رد میں عقلی دلائل دیتے تھے یعنی اسلام مخالفین کا مقابلہ انھی کے ہتھیاروں سے کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کا دائرہ فکر

مذہبی عقائد کی فلسفیانہ پرکھ تھا۔ ان کی وجہ سے جہاں یہ فائدہ ہوا کہ اسلام میں عقلیت کا فروغ ہوا وہاں کچھ نقصانات بھی ہوئے کیوں کہ ایمان کے تقاضے کچھ اور ہیں اور اس کے تمام معاملات کی عقلی توضیح بہر حال نہیں کی جاسکتی۔:

معتزلہ نے عقل اور وحی دونوں ہی کو علم کے ذرائع قرار دیا اور یہ استدلال کیا کہ ان دونوں میں ہم آہنگی اور مطابقت پائی جانی چاہیے۔ یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ جب عقل اور وحی میں کسی معاملے میں عدم مطابقت نظر آئے تو کسے ترجیح دی جائے؟۔ اس کا جواب معتزلہ کے پاس یہ تھا کہ عقل کو فوقیت دی جائے کیوں کہ خدا خلافِ عقل کچھ نہیں کرتا اور یہ صرف ہماری کم عقلی ہے کہ ہمیں یہ عدم مطابقت نظر آتی ہے۔

https://www.mukaalma.com/710/:

اشعری علمی تحریک معتزلہ کے عقائد کے خلاف رد عمل تھا.

اَشعری یا اشاعرہ اہل سنت کی کلامی جماعتوں میں سے ہے جس کی بنیاد ابو الحسن اشعری (260-324ھ) نے رکھی اسی بنا پر اشعری کہلاتے ہیں. نامی گرامی اشعری علماء میں قاضی ابو بکر باقلانی، عبدالقاہر بغدادی، امام الحرمین جوینی، ابوحامد غزالی، فخر رازی، عضد الدین ایجی اور سعد الدین تفتازانی شامل ہیں اور ان کی اہم ترین کتابوں میں جوینی کی الشامل فی اصول الدین سید شریف جرجانی کی شرح المواقف، تفتازانی کی شرح المقاصد اور شرح العقائد النسفیہ اور فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر شامل ہیں۔

اشعری کی رائے کے مطابق عقل و فہم سے فائدہ اٹھانا اور شرع کی تائید حاصل کرنا ضلالت نہیں بلکہ ایک ضرورت ہے؛ لیکن عقل سے استفادہ مطلق نہیں ہے بلکہ عقل نصّ (اور نقل) سے مقید و مشروط ہے ورنہ تو عقل راستہ کھو جائے گی۔ عقل اور نقل کے درمیان تضاد و تعارض کی صورت میں اشعری نے نقل کی جانبداری کی ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ عقل کو نصّ کے تابع ہونا چاہئے.

http://ur.wikishia.net/view/%D8%A7%D8%B4%D8%B9%D8%B1%DB%8C%DB%81

امام غزالی فلسفہ اور منطق کے استاد اور ماہر تھے علم تدبر اور اس کی فضیلت پر احیاعلوم الدین تہافت الفلاسفہ جیسی کتابیں لکھ کر وحی اور عقل دونوں کی اہمیت پر زور دیتے ہیں. اس پر انہوں نے معیار العلم کتاب بھی لکھی. جس میں علم اور عقل کی مدح سرائی کی گئی ہے. یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ امام غزالی عقلیت پسند ہیں. پھر انہوں نے فلسفہ کے رد میں فلاسفروں کے منتشر خیالات نامی کتاب لکھی. امام صاحب کا خیال ہے کہ سچے علم کا حصول ایک نہایت سنجیدہ کام ہے جس کے لئے انسان کو عقلی اور روحانی دونوں قوتوں کی ضرورت ہے. معلومات سے انسان کو علم حاصل ہوتا ہے مگر یہ اسکا اخیر نہیں بلکہ علم سے فہم اور پھر فہم سے فضیلت حاصل کرنا ہوتی ہے جو کہ انسان کو روحانی بلندی اور بالیدگی عطا کرتی ہے. کمپیوٹر سکرین پر ہم انفارمیشن تو دیکھ سکتے ہیں یہ ہمیں ذہانت اور فضیلت منتقل نہیں کرتیں.

امام صاحب کا کہنا ہے کہ انکے دور کے مسلمان فلسفی جو یونان کے فلسفہ سے متاثر تھے انہوں نے سمجھا کہ تجربہ سے حاصل شدہ ثبوت یعنی برہان وحی کے ذریعہ ملنے والے علم کے مقابلہ میں اعلیٰ ہے. اس خیال کی وجہ سے ان مسلمان فلاسفہ نے دین کے احکام کو پس پشت ڈالنا شروع کر دیا

امام صاحب نے انکے ان خیالات کا رد کیا جو ان فلاسفہ کے اپنے علم پر تکبر کا شاخسانہ تھا. امام صاحب کا کہنا تھا کہ فلاسفہ تقلید کرتے ہیں اور بغیر مزید سوچ بچار کے اپنے قدیم اساتذہ کی تعلیمات کو صرف دہراتے رہتے ہیں.

امام صاحب کا کہنا ہے کہ فلسفیوں کو اپنی کتاب میں بیان کردہ خدا، فطرت انسان کی روح اور آسمانی چیزوں کے بارے میں تصوارت نبیوں کی وحی کی وجہ سے معلوم ہوے جنکو انہوں نے اپنے خیالات کہا حالانکہ یہ تصورات انکے اپنے نہیں تھے جنکو انہوں نے اپنی عقل اور برہان سے اخذ کیا ہو.

۔اشعریہ علم و عرفان کا اصل ماخذ وحی الہی کو مانتے تھے. انکے نزیک اللہ تعالی کی ذات ہی حق اور سچ کا منبع ہے لہذا انسانی عقلی دلائل کے مقابلے میں وحی کو فوقیت حاصل ہے.

وحی کے نوع انسانی پر اثرات

سادہ الفاظ میں، جیسے انسانوں پر اللہ تعالی کے ان گنت احسانات ہیں انمیں سے وحی اسکی رحمت کا بہت بڑا احسان ہے.

عقیدہ توحید اللہ پر ایمان اور یقین سے آج بھی انسانوں کی ایک کثیر تعداد فلاح پا رہی ہے. وحی کی فراہم کردہ بنیادوں پر آج بھی انسانی معاشروں اور تہذیبوں میں اخلاقیات اور باہمی انسانی لیں دین اور حسن سلوک کے ضابطے قائم دائم ہیں. حلال اور حرام کی تمیز باقی ہے. رشتوں کی حرمت اور تکریم باقی ہے. نیک و بد کی پہچان باقی ہے. انصاف کے ضابطے موجود ہیں یہ اور بات کہ انسان ان پر عمل نہیں کرتا اور اپنے لئے مشکلیں اور تکلیفیں پیدا کر رہا ہے. وحی سے حاصل شدہ برکات نے انسان کو اوج ثریا تک وسعت عطا کی ہے. انسان نے اپنے پروردگار رابطہ سے استوار کیا ہے.

اسکی بے نوری دور کر کے اسے نور نظر عطا کیا ہے. اسکو وہ بصیرت عطا کی ہے جو اسکی نجات کی ضامن ہے. انسان کو صراط مستقیم پر چلنے والا باعمل انسان بنایا ہے جو اپنے لئے اور باقی مخلوق کے لئے خیر ہی خیر ہے.

قرآن کریم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ" (الحجر:9)

ترجمہ: "ہم نے ہی اس ذکر (وحی) کو نازل فرمایا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔

ذات باری تعالی

معرفت کا لغوی اور اصطلاحی معنی لفظ معرفت "عرف" سے مشتق ہے اور لغت میں اس کا معنی ہے "کسی چیز کی ذات، آثار اور خصوصیات کے بارے میں علم حاصل کرنا" (۱) جبکہ اصطلاح میں کسی چیز کو اس کے غیر سے ممتاز کر دینے کو اس چیز کی معرفت کہا جاتا ہے۔

فرق بین علم و معرفت:

وجود باری تعالی کے تناظر میں علم و معرفت کے درمیان فرق یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی تصویر ذہن میں آجائے اور حواس خمسہ کے ذریعہ اسکا ادرک کیا جائے۔ تو یہ اس شی کا علم کہلاتا ہے اور چونکہ اللہ تعالی انسانی تصور سے بالاتر ہے ، حواس خمسہ بھی اس کے ادراک سے عاجز ہیں لہذا اللہ تعالی کے بارے میں لفظ "علم" استعمال نہیں ہوتا بلکہ لفظ "معرفت" استعمال ہوتا ہے

رب کی معرفت، انسانی عقل سے بالاتر ہے بلکہ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین بھی اس متحیر العقول وادی میں قدم نہیں رکھ سکے۔ منقول ہے:

"ان اللّٰہ احتجب عن العقول کما احتجب عن الابصار وان الملا الا علی یطلبونہ کما تطلبونہ انتم"(۸)

اللہ کی ذات عقلوں سے اسی طرح پوشیدہ ہے جس طرح وہ آنکھوں سے اوجھل ہے۔ جس طرح تم اس کی جستجو میں ہو اسی طرح ملاء اعلی کے مکین بھی اس کی جستجو میں ہیں۔

http://balaghah.net/old/nahj-htm/urdo/id/maq/11.htm

سب تعریفیں اللہ ہی کو لایق ہیں جو مربّی ہیں ہر ہر عالم کے۔(۲) جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔(۳) جو مالک ہیں روزِ جزا کے.

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا،اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے،وہ چراغ ایک فانوس میں ہے،وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا،روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا،قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے،نور پر نور ہے،اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

منافقوں ملحدوں اور دہریوں نے خدا کا انکار کیا. کیا انکو ادراک بھی ہے کہ وہ بابرکت ذات کیا ہے. کیا انکو اس کا واقعی کچھ تعارف بھی ہے.

آیئے دیکھتے ہیں اللہ کے دوست اسکو کس طرح سے جانتے پہچانتے ہیں

مگر اس سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے خود اپنا تعارف قران کریم میں کس طرح بیان فرمایا ہے

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا نہ اس کی اونگھ دبا سکتی ہے نہ نیند آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے سوا اس کے ہاں سفارش کر سکے مخلوقات کے تمام حاضر اور غائب حالات کو جانتا ہے اور وہ سب اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا کہ وہ چاہے اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہی سب سے برتر عظمت والا ہے (۲۵۵) دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے پھر جو شخص شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے (۲۵۶)

سورۃ الحَدید
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ (۱) اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اورزمین کی. وہی حیات دیتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے (سب مخلوق سے) ۔ (۲) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔ (۳) وہ ایسا ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلا بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلا

نباتات)اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔(۴) اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب امور لَوٹ جائیں گے۔(۵) وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے (جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے) اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے (جس سے رات بڑی ہو جاتی ہے) اور وہ دل کی باتوں (تک) کو جانتا ہے۔(۶)

سورۃ اِبراھیم

اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس سے تمہارے کھانے کو پھل نکالے اور کشتیاں تمہارے تابع کر دیں تاکہ دریا میں اُس کے حکم سے چلتی رہیں اور نہریں تمہارے تابع کر دیں (۳۲) اور سورج اور چاند کو تمہارے تابع کر دیا جو ہمیشہ چلنے والے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن کو تابع کیا(۳۳) اور جو چیز تم نے اُس سے مانگی اُس نے تمہیں دی اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو. بے شک انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے

انہوں نے اللہ کی کچھ بھی قدر نہ کی بے شک اللہ زوروالا غالب ہے(۷۴) فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی پیغام پہنچانے کے لیے چن لیتا ہے بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے(۷۵) وہ ان کے اگلے اور پچھلے حالات جانتا ہے اور سب کاموں کا مدار اللہ پر ہے(۷۶) اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو(۷۷) الحج

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کہہ دووہ اللہ ایک ہے(۱) اللہ بے نیاز ہے(۲) نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے(۳) اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے(۴)

آج کے منکر ان کی طرح اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہوے جب فرعون نے حضرت موسیٰ سے پوچھا تمہارا رب کون ہے تو قران کریم کے مطابق انہوں نے اسکا جواب یوں دیا

وہ کہنے لگا کہ پھر (یہ بتلاؤ کہ) تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰؑ۔(۴۹) موسیٰؑ نے کہا(ہمارا سب کا) رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی۔ طٰہٰ

ایک اور منکر خدا کو خدا کا تعارف ان الفاظ میں کروایا گیا ہے

(اے) مخاطب تجھ کو اس شخص کا قِصہ تحقیق نہیں ہوا(یعنی نمرود کا) جس نے حضرت ابراہیمؑ سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود کے) بارہ میں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی جب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو (روز کے روز) مشرق سے نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال دے اِس پر متحیر رہ گیا وہ کافر (اور کچھ جواب نہ بن آیا) اور اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) ایسے بیجا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے۔ البقرہ

بڑھتے ہوئے کفر کے اثرات کے اس جدید دور میں اچھی بات ہے کہ اللہ رب کریم کی ذات کے بارے میں جو اس میدان کے شہ سوار تھے یعنی کہ ہمارے اسلاف انہوں نے جو کچھ تفصیل بیان کی ہے اسکا خلاصہ پیش کرنے کی جسارت کی جائے. حضرت شاہ اسماعیل شہید نے بیان فرمایا ہے

الٰہیات اُن مباحث کو کہا جاتا ہے جس میں ذاتِ باری تعالیٰ، اُس کی صفات اور کائنات، مبدا کائنات، مخلوق کے خالق سے ربط و تعلق اور ان سے متعلقہ مسائل سے گفتگو کی جائے۔ یہ میدان بہت ہی نازک ہے، اسی لیے پوری تاریخ اسلام میں علماء اسلام میں سے چند شخصیات ہی اس موضوع کو زیر بحث لانے سے مشہور ہوئی ہیں۔ شیخ اکبر امام ابن عربی، امام ابن تیمیہ، امام غزالی، مجد د الف، ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور قریبی دور میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اس سلسلے کے نمایاں نام ہیں؛ لیکن ناانصافی ہو گی اگر شاہ اسماعیل شہید کو اس فہرست میں شامل نہ کیا جائے، اس کا بین ثبوت آپ کی کتاب ”العبقات“ ہے۔

”اس کتاب کے اہم مباحث میں سب سے پہلے یہ بحث شامل ہے کہ انسان کے نفسی اور حواسی علوم کتنے ہیں اور ان کی کیا کیا نوعتیں ہیں اس کے بعد اس کتاب کو چار اشاروں یا چار حصص پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کے اشارۂ اول میں وجود سے بحث کی گئی ہے، اس ضمن میں جو مباحث آئے ہیں، وہ ہمارے جدید فلسفہ وطبعیات کے لیے غیر معمولی دلچسپی کے حامل ہیں اس اشارے میں یونانی اور سوفسطائی نظریات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے؛ نیز اعیانِ ثابتہ، حقائق اِمکانیہ، اسمائے کونیہ، مظاہیر وجود، مبداءِ وجود، ماہیاتِ قبل الوجود، تعین ماہیت، مبدا اور وجود کا تعلق، وجودِ واجب، عالم کا وجود طبعی، وجود منبسط، نورِ وجہ اللہ، توحید، عالمِ لاہوت، اِبداع، خلق، تدبیر و تدلّی سے بحث کی گئی ہے۔

بیچ میں سے شروع کی گئی مادیت پرستوں کی بات کیسے درست ہو سکتی ہے. ایک بڑا دھما کہ یعنی بگ بینگ ہوا اور کائنات کی ابتداء ہوگئی یہ نامکمل اور غیر تسلی بخش بیان ہے. اسی طرح یہ بتائے بغیر کہ دنیا میں زندگی کی ابتداء کس طرح ہوئی وہ پہلا خلیہ کہاں سے آیا ارتقاء کا نظریہ ادھوری بات ہے.

حق اور سچ یہ ہے کہ جب کچھ بھی نہ تھا تو اللہ ہی کی ذات تھی. حضرت شاہ ولی اللہ نے وجود کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے اللہ کی ذات، مرتبہ عقل یعنی اللہ کی صفات اور شخص اکبر یعنی کائنات. انسانی عقل کے لئے اس راہ کی ابتداء بھی عجز و حیرت ہے اور انتہا بھی عجز و حیرت ہے. ارسطو کے نزدیک وجود، واجب ممکن اور حادث میں منقسم ہے

فارابی کے نزدیک وجود، واجب الوجود اور ممکن الوجود میں منقسم ہے

حضرت شہاب الدین سہروردی کے نزدیک وجود نور ہے جسکے کئی مراتب ہیں

شیخ اکبر ابن عربی کے نزدیک وحدت سے کثرت کی بنیاد تجلی ذات ہے

اہل عرفان کا کہنا ہے وجود، وجود مطلق ہے اور موجودات اسکے ظواہر ہیں.

صدر الدین القونوی کا کہنا ہے ذات کے پانچ مراتب ہیں یعنی وجود مطلق، یعنی لاھوت. عالم ارواح یعنی جبروت، عالم انسان کامل، عالم مثال یعنی ملکوت اور عالم مادہ یعنی ناسوت.

حضرت شاہ اسماعیل شہید نے اسطرح سمجھایا ہے. فرماتے ہیں:

فرض کریں ایک بادشاہ ہے جو خیال کرتا ہے کہ وہ ایک حکومت قائم کرے اور اسکے تمام لوازمات وہ اپنے خیال میں طے کرتا ہے پھر وہ انکی تفصیل میں منہمک ہو جاتا ہے تو جو چیزیں اسکے تحت الشعور میں تھیں وہ شعور میں آجاتی ہیں گویا اسکا منصوبہ معقول کے درجہ سے تخیل میں داخل ہو گیا.

پہلا درجہ عقل تھا جو حکیم کے نفس میں پیدا ہوا دوسرا درجہ خیال تھا جو چیز عقل کے مقام پر تھی اسکو اسماء کونیہ کہتے ہیں. کیوں کہ انکا تعلق براہ راست ہے تو انکو ذات کے قائم مقام بھی ماں لیا جاتا ہے. حضرت شاہ ولی اللہ نے اسکی مثال ایک ٹھپہ سے دی ہے جس پر جو نقش کھدا ہوا ہے جو مٹی پر لگایا تو اس پر کنداں ہو گیا. جو ٹھپہ پر نقش ہے وہ تو مرتبہ عقل ہے اور جو کھد گیا وہ مرتبہ شہادی ہے، یہی کائنات ہے اور اسی کا نام شخص اکبر بھی ہے.

اس مختصر سی تمثیل سے آپکو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس جہاں میں زندگی کی ابتداء کیونکر ہوئی اور کس نے اس کے قاعدے قوانین بنا ہے جس پر یہ چل رہی ہے. اور جو قاعدہ کلیہ بھی انسان اور سائنس دریافت کرتی ہے اسکا بنانے والی ذات اللہ ہی ہے. آپ کو یہ بھی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اللہ کی ذات مادی وجود سے کس قدر پاک اور بلند ہے اور اسکے باوجود وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے. اسی تعلق کو بین کرتے ہوے حضرت شاہ اسماعیل فرماتے ہیں" تمام امکانی حقائق کو بر قرار رکھنے والی قوت ایک ہی ہے یعنی وہ ایک واحد ذات ہی انکی قیوم ہے."

ایک متجسس انسان کے ذہن میں یہ سوال ضرور ابھرے گا کہ معرفت الہیہ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اسکی بنیاد کیا ہے اور یہ کہ وہ اس کی تصدیق کیسے کر سکتا ہے. ایسے نوجوان سے گزارش ہے کہ کسی بھی شعبہ میں جاننے کے لئے جیسے مخصوص مہارت اور شخصی قابلیت درکار ہوتی ہے اسی طرح الہیات میں عرفان کے لئے بھی قابلیت درکار ہے اور یہ قابلیت فقط قوت عقل رکھنا ہی نہیں بلکہ قوت متخیلہ قوت واہمہ قوت محرکا اور قوت

عازمہ کی اعلی تہذیب کا ہونا بھی اسکے لئے ضروری ہے. الہیات کے ضمن میں جو معلومات صاحب الوالعزم بزرگان خدا کے ذریعہ ہم تک پہنچیں اس میں کشف بھی شامل ہے. جس کو انکی کہی باتوں کی تصدیق کا شوق ہے وہ خود کو شرف کے اونچے معیار تک لے جائے. خود کو سنوارے اور نکھارے.

اللہ تعالی کی ذات اور کائنات کی تخلیق

☆ذات و صفات الٰہی کے بارے میں قرآن اور فلسفہ کا بنیادی و اصولی فرق

ایک دوسری جگہ اللہ تعالٰی کے ذات و صفات کے بارے میں قرآن مجید اور فلسفہ کا ایک اصولی فرق بیان کرتے ہوئے یہ اہم علمی نکتہ لکھا ہے کہ:

"قرآن محید جہاں صفاتِ الٰہی ثابت کرتا ہے،وہاں تفصیل سے کام لیتا ہے اور صرف تمثیل کی نفی پر اقتصار کرتا ہے (لیس کمثلہ شئٌ) اور یہی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے کہ ان کے یہاں اثبات مفصّل اور نفی مجمل ہے،اس کے بر خلاف ان کے حریفوں اور مخالفین (فلاسفہ یونان) کے یہاں سارا زور نفی پر صرف ہوتا ہے،اور اثبات سے وہ سرسری طور پر گذر جاتے ہیں۔" (النبوات ص۱۵۳)

فلسفہ یونان کا پورا دفتر ابن تیمیہ کے اس نکتہ کی تصدیق کرتا ہے۔فلاسفہ نے نفی میں جس مبالغہ اور اہتمام سے کام لیا ہے اس نے خدا کے وجود کو محض ایک ذہنی تصور اور ایک مفلوج مجہول و مجبور ہستی بنا کر رکھ دیا ہے لیکن خدا کیا ہے؟اور کیسا ہے؟اس بارے میں ان کے یہاں چند لفظوں اور فلسفیانہ اصطلاحات سے زیادہ کچھ نہیں ملتا،اس کا نتیجہ ہے کہ یونان کے اندر اور ان تمام حلقوں میں جو یونان

کے فلسفہ کے زیر اثر رہے' خدا سے کوئی حقیقی زندہ اور عملی تعلق نہیں رہا ہے۔اس لئے کہ اس حقیقی اور علمی، قلبی اور جذباتی تعلق کے لئے اسماء و صفات و افعال کی ضرورت ہے اور فلسفہ کوان کی نفی پر اصرار ہے۔دنیا کی پوری عقلی تاریخ میں کبھی انسان کو کسی ایسی ہستی سے قلبی تعلق اور وابستگی نہیں رہی ہے جس کی صفت و فعل کا اس کو کوئی علم نہ ہو۔محبت،خوف،امید و رجاء،طلب و سوال سب کے لئے صفات کی ضرورت ہے اور وہ فلسفہ یونان میں بالکل منفی ہیں،اس لئے مورخین اخلاق و ادیان کا بیان ہے کہ اہلِ یونان کا تعلق نہ صرف خدا کے ساتھ بلکہ مذہب کے ساتھ بالکل سطحی اور برائے نام تھا اور اس میں کوئی روح اور گہرائی نہیں تھی۔امام ابن تیمیہ نے ایک جگہ پر صحیح لکھا ہے کہ " لاکھوں نفی ایک اثبات کے قائم مقام نہیں ہو سکتے" واقعہ یہ ہے کہ نفی محض پر کسی مذہب اور زندگی کی عمارت نہیں کھڑی ہو سکتی اور غالباًمغرب میں فلسفہ یونان اور مشرق میں بودھ مذہب اسی وجہ سے ایک انسانی سوسائٹی پیدا کرنے میں ناکام رہے،جس کی عمارت خدا کے تصور اور عقیدہ پر قائم ہو اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان دونوں فلسفہ کے حلقہ اثر میں ایک طرف بت پرستی اور دوسری طرف الحاد اور انکارِخدا کا رجحان بہت جلدی دبے پاوں چلا آیا۔اس لئے کہ عوام کی تشفی (جن کی فطرت میں عبادت اور خداپرستی کے جذبات ودیعت ہوتے ہیں) ایسے فلسفہ سے نہیں ہو سکتی جس میں سارا زور دماغی ورزش اور فلسفیانہ تصوّرات پر ہو اور قلب و دماغ کے لئے معرفت و محبت کی کوئی غذا فراہم نہ کی جائے۔

ان (ابن تیمیہؒ) کے نزدیک اس کا نتیجہ ہے کہ صحابہ کرام کو جو نبوت کے فیض یافتہ تھے،جو معرفت و علوم حاصل ہوئے وہ بڑے مکمل اور گہرے ہیں اور ان میں تکلف کا نام و نشان نہیں ہے۔وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور متاخرین کا جو فلسفہ اور علمِ کلام سے متاثر تھے،موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"صحابہ کرام باوجود اس کے کہ علم نافع اور عمل صالح کے اعتبار سے کامل ترین خلائق تھے، تکلفات سے بالکل پاک و بری تھے۔کسی صحابی کی زبان سے ایک یا دو لفظ حکمت و معارف کے نکل جاتے ہیں اور ان دو لفظوں کے اثر و برکت سے پوری کی پوری قوم کو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے،یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگ صفحے کے صفحے ان تکلفات و شطحات سے بھر دیتے ہیں جو محض غیر ضروری مباحث اور نوایجاد آراء ونظریات ہیں۔(نقض المنطق ص۱۱۴)

غرض یہ کہ امام ابن تیمیہ نے اس بات پر پورا زور دیا ہے کی عقائد کا ماخذ وحی و نبوت اور کتاب و سنت کو بنایا جائے انہی کے نصوص کو اس بارے میں معیار کا درجہ دیا جائے۔انھوں نے ساری عمر اس کی دعوت دی او مشکل سے ان کی کوئی تصنیف اس سے خالی نظر آئے گی۔اس طرح انھوں نے فکر اسلامی کو طاقت و تازگی بخشی جو فلسفہ و علم کلام اور عجمی روح سے بہت کچھ مجروح و مضمحل ہوگئی تھی۔

استفادہ تحریر :تحریک دعوت و عزیمت از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

شجر ہجر حشرات حیوان انسان درجہ بہ درجہ ذات باری تعالی کے بارے میں اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا کہ اللہ کی طرف سے انکو علم دیا گیا.

اسکے باوجود ہر شے اپنے پیدا کرنے والے کی شان بیان کر تی ہے مگر ہم اسکا فہم نہیں رکھتے .

سُورَةُ بنی آسرآئیل / الإسرَاء

تُسَبِّحُ لَهُ ٱلسَّمَـٰوَٰتُ ٱلسَّبۡعُ وَٱلۡأَرۡضُ وَمَن فِيهِنَّۚ وَإِن مِّن شَيۡءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهِۦ وَلَـٰكِن لَّا تَفۡقَهُونَ تَسۡبِيحَهُمۡۚ إِنَّهُۥ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا (۴۴)

سورة بنی اسرآئیل / الاِسراء

تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (قالاًیا حالاً) بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ بڑا حلیم ہے بڑا غفور ہے۔(۴۴)

http://www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine/new/tmp/05-Hujjatul%20Islam%20Shah%20Ismail_MDU_12_Dec_12.htm